فتح المتعال فی مدح النعال

فضائلِ نعلینِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

علامہ محمد عباس رضوی

تصنیف

امام احمد المقری التلمسانی

٩٩٢ - ١٠٤١

عالمی دعوتِ اسلامیہ

Marfat.com

Marfat.com

فتحُ المُتعالْ فِی مدحِ النِّعالْ!

تصنیف

امام احمد المقری تلمسانی

فضائلِ نعلینِ حضورؐ

ترجمہ

مفتی محمد خاں قادری • علامہ محمد عباس رضوی

عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ اسلامیہ پارک، لاہور فون: ۷۵۹۴۰۰۳

Marfat.com

۱۲/۱۲۷۱

نام کتاب ———— فتح المتعال فی مدح النعال
تصنیف ———— امام احمد المقری تلمسانی
نام ترجمہ ———— فضائل نعلین حضور
مترجم ———— مفتی محمد خاں قادری، علامہ محمد عباس رضوی
بار ———— دوم
اشاعت ———— ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ بمطابق اپریل ۱۹۹۷ء
تعداد ———— گیارہ سو
ناشر ———— الحاج محمد طفیل مدنی بھٹی
طابع ———— ملک محبوب الرسول قادری
خطاطی ———— سید قمر الحسن ضیغم قادری
ہدیہ ————

Marfat.com

الإھداء

ہم یہ ترجمہ حضور علیہ السّلام کے دو صحابہ ـــــ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

- حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاصف النعل (حضور کے نعل گانٹھنے والے) ہونے کا شرف حاصل ہے۔
- جبکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین (حضور کے نعلین اٹھانے والے) ہونے کی سعادت حاصل ہے۔

مسند احمد، ابو یعلیٰ، ابن حبان اور مستدرک میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو معانی قرآن پر اس طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے اس کے نزول پہ کیا ہے؟ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص ابو بکر ہیں فرمایا نہیں۔ کسی نے کہا وہ حضرت عمر ہیں۔ فرمایا نہیں ـــــ اس کے بعد فرمایا یہ کام خاصف النعل (حضرت علی) ہی کریں گے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کو اس کائنات میں یہ شرف حاصل ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں نعلین اتار کر بیٹھتے تو یہ نعلین کو ایک چمڑے کے تھیلے میں بڑی محبت سے سنبھال کر اپنے سینے سے لگا کر بیٹھ جاتے جیسے ہی مجلس برخاست ہوتی نعلین پیش کر دیتے۔ بعض اوقات نعلین پہناتے بھی تھے ـــــ

اللہ تعالیٰ ان خدام نعلین رسول کے صدقہ سے ہم سب کو دنیا و آخرت میں حضور علیہ السلام کے نعلین کا سایۂ رحمت عطا فرمائے۔

Marfat.com

سلام علی رسول اللہ

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	الاھداء	۳
۲	پیش لفظ	۲۱
۳	خواجہ گوہر الدین احمد اویسی کا تذکرہ	۲۲
۴	خواجہ صاحب کے ملفوظات	″
۵	حاضری کا پروگرام	۲۳
۶	حضرت طانوخ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری	۲۴
۷	الحاج خواجہ محمد یوسف گوہر سے ملاقات	″
۸	اویسِ وقت کی بارگاہ میں حاضری	″
۹	لائبریری ضرور دیکھنی ہے	۲۵
۱۰	فہرست کتب میں دو نئے نام	۲۶
۱۱	علامہ عبدالحئی لکھنوی کے آٹھ رسائل کا تذکرہ	″
۱۲	ہمیں یہ عظیم تحفہ دیا ہے	۲۷
۱۳	اشاعت کا انتظام	۲۸
۱۴	ہدیہ تشکر و امتنان	۲۹
۱۵	حالات مصنفِ کتاب	۳۰
۱۶	المقری ایک قریہ کی طرف نسبت ہے	۳۱

Marfat.com

۱۷	علم میں مقام	۳۱
۱۸	تلمسان سے فاس	〃
۱۹	مصر میں اقامت	〃
۲۰	حرمین شریفین کی حاضری	〃
۲۱	خوش ترہ آں شہرے کہ درآنجا دلبراست	۳۳
۲۲	اپنے آقا کے حضور	۳۴
۲۳	میں بھول گیا نقش و نگارِ رخِ زیبا	۳۶
۲۴	الوداع کے وقت کیفیت	〃
۲۵	مصر سے دمشق کا سفر	〃
۲۶	درسِ بخاری میں ہزار ہا طلبہ کی شرکت	۳۷
۲۷	تصانیف	۳۸
۲۸	وصال	〃
۲۹	زیرِ مطالعہ کتاب کا تعارف	۳۹
۳۰	امام نبہانی اور کتاب کا اختصار	۴۱
۳۱	اس موضوع پر لکھی جانے والی دیگر کتب	۴۳
۳۲	ابتدائیہ کتاب	۴۵
۳۳	سببِ تالیف	۴۸
۳۴	ترتیبِ کتاب	۵۱
۳۵	مقدمہ	۵۳
۳۶	نعل کا معنی	۵۵
۳۷	شیخ ابن سمین کے کلام کی تشریح	۵۷

Marfat.com

۳۸ امام فخرالدین رازی اور ایک صوفی کا قول	۵۷
۳۹ ابنِ اثیر کا موقف اور اس کا رد	۶۱
۴۰ قول ابنِ اثیر کا محل	۶۳
۴۱ فائدہ در استعمالِ کاد	۶۵
۴۲ میں چار بیٹوں کے کھو جانے پہ نہ رو یا مگر.....	۶۷
۴۳ قبال النعل کا معنیٰ	۶۹
۴۴ ابنِ عساکر کا رد	۷۰
۴۵ لفظ شراک کی تحقیق	〃
۴۶ لفظ شسع کی تحقیق	۷۱
۴۷ مجھے ممتاز رہنا پسند نہیں	۷۲
۴۸ لفظ " اثرۃ " کی تحقیق	۷۳
۴۹ چار اہم فوائد	۷۴
	۷۸

باب اوّل

۵۰ نعلینِ مبارک اور احادیث	۷۹
۵۱ شیخ سراج بلقینی کی گفتگو	۸۳
۵۲ لفظ سبتیہ کی تحقیق	۸۶
۵۲ شرح ھمزیہ میں امام ابنِ حجر کی گفتگو	۸۸
۵۴ شیخ عصام کی گفتگو اور اس کا رد	۹۳
۵۵ سبتیہ جوتا پہننا جائز ہے	۹۴
۵۶ قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا کیسا ہے ؟	۹۵

Marfat.com

۵۷	جوتوں پر مسح جائز نہیں	۹۹
۵۸	نعلین میں نماز پڑھنا	۱۰۱
۵۹	جوتوں میں نماز پڑھنے کے جواز اور عدمِ جواز پر بحث	۱۰۳
۶۰	مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے خارج ہونے کا بہتر طریقہ	۱۰۴
۶۱	جوتا کہاں رکھا جائے ؟	۱۰۵
۶۲	جوتا خود گانٹھنا	۱۰۷
۶۳	آپ کے جسم کی نظافت	۱۰۹
۶۴	وحی اور حضرت عمرؓ کی رائے میں موافقت	۱۱۷
۶۵	موافقاتِ عمرؓ کی کل تعداد	۱۱۹
۶۶	امام سیوطی اور موافقات عمرؓ	۱۲۰
۶۷	ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت	۱۲۲
۶۸	اہلِ ظواہر کی مخالفت اجماع سے مانع نہیں	۱۲۷
۶۹	جوتا پہننے کا مسنون طریقہ	۱۳۲
۷۰	بالوں کو ہر وقت کنگھی کرنے کی ممانعت	۱۳۸
۷۱	راوی حدیث ربیع بن صبیح	۱۴۲
۷۲	دو اہم فوائد	۱۴۶
۷۳	مسجدِ حرام میں سب سے افضل مقامِ ابراہیم ہے	؍؍
۷۴	طواف کرنے والے کا کعبہ کو بائیں جانب رکھنے کی حکمت	۱۴۷
۷۵	نعلینِ مقدس کے دو زمام	۱۵۳
	تتمات	۱۵۶
۷۶	تتمہ اول	۱۵۷

Marfat.com

۷۷	زرد رنگ کی فضیلت	۱۵۷
۷۸	تتمۂ ثانیہ	۱۶۰
۷۹	نعلینِ مبارک کس چمڑے کی تھیں ؟	؍؍
۸۰	تتمۂ ثالثہ	۱۶۱
۸۱	نعلینِ مبارک کی ہیئت	؍؍
۸۲	تتمۂ رابعہ	۱۶۶
۸۳	افضل عمل کون سا ہے ؟	۱۶۶

۸۴	اعتدال کی راہ	۱۶۸
۸۵	تکبّر کب ہوگا ؟	؍؍
۸۶	بیٹھ کر بات کرتے ہوئے جوتا اتارنا	۱۷۰
۸۷	حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ صاحب النعلین ہیں	۱۷۱
۸۸	کھڑے ہو کر جوتا پہننا	۱۷۴
۸۹	کھانا کھاتے وقت جوتا اتارنا	۱۷۶
۹۰	چیز خریدتے وقت عمدہ اور نئی خریدنا	۱۷۷
۹۱	کارِ خیر کی طرف ننگے پاؤں چلنا	؍؍
۹۲	تلّی کے بڑھنے کا علاج	۱۷۸
۹۳	موزوں پر مسح	؍؍
۹۴	تحقیقِ نجاشی	۱۸۰
۹۵	ایک عظیم معجزہ	۱۸۵
۹۶	بغیر جھاڑے موزہ پہننا منع ہے	۱۸۶

Marfat.com

۹۷ فائدہ ۱۸۸

باب ثانی ۱۸۹

۹۸ نقشِ نعلین اور ائمہ مغرب ۱۹۱

۹۹ نقشِ نعلین اور ائمہ مشرق ۱۹۲

۱۰۰ اِس کا کوئی سبب ہے ؟ //

۱۰۱ ابوالحسین عبدالرحمٰن المعروف بابن ابی الحدید کا تعارف ۱۹۳

۱۰۲ نقشِ پاک کے منکرین //

۱۰۳ نقشِ نعل بنانے والے علماء محدثین ۱۹۵

۱۰۴ نقشِ نعلین کی پہلی تصویر ۱۹۷

۱۰۵ نعلِ مبارک اسمٰعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے پہنچی ! ۲۰۰

۱۰۶ حضرت ام کلثوم کا عقد عبداللہ سے ہوا //

۱۰۷ نقشِ نعلین کی سند ۲۰۱

۱۰۸ دوسری سند ۲۰۲

۱۰۹ تیسری سند ۲۰۳

۱۱۰ چوتھی سند ۲۰۴

۱۱۱ ابن عساکر کے تصویر والے نسخہ کی سند ۲۰۶

۱۱۲ امام سخاوی تک مؤلف کی سند //

۱۱۳ ایک اور سند ۲۰۸

۱۱۴ کاغذ پر نقشِ نعل پر اعتراضات کا تجزیہ ۲۱۳

۱۱۵ ورق یا چمڑے پر نقشِ نعل

Marfat.com

۱۱۶	نقوش میں اختلافات کی وجوہات	۲۱۵
۱۱۷	مقصود بالذات آپ کی ذاتِ اقدس ہے	۲۱۶
۱۱۸	دوسری مثال مبارک	۲۱۷
۱۱۹	نعلین شریف کا طول وعرض	۲۱۸
۱۲۰	چار میں سے پہلی مثال	۲۲۲
۱۲۱	شیخ الکلاعی کا تعارف	〃
۱۲۲	دوسری مثال مبارک	۲۲۳
۱۲۳	تیسری مثال مبارک	〃
۱۲۴	چوتھی مثال مبارک	۲۲۴

باب ثالث

۱۲۵	درد کا فی الفور ختم ہو جانا	۲۴۵
۱۲۶	خزینۂ برکات و دافع بلیّات	۲۴۶
۱۲۷	نظرِ بد اور جادو سے نجات	〃
۱۲۸	زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ	〃
۱۲۹	حفظ وامان کی ضمانت	〃
۱۳۰	ضمانتِ حیات (مفتیٔ فاس شیخ محمد قصار القیسی کا واقعہ)	۲۴۷
۱۳۱	وقار و عزّت کا حصول	۲۴۸
۱۳۲	ہر دکھ درد کی دوا یہ ہے	۲۴۹
۱۳۳	پلکوں سے ان کو بہار اکر دل میں	〃
۱۳۴	برکت سے جس کی سفینے پار ہوتے ہیں	〃

Marfat.com

۱۳۵ آگ سے نجات	۲۵۱
۱۳۶ شفائے بیماراں	۲۵۲
۱۳۷ ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کی ضمانت	"
۱۳۸ برکتِ نقش اور بچھو کی موت	۲۵۳
۱۳۹ سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہرِ محبوب کا پنکھا	۲۵۴
۱۴۰ نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں کی ٹھنڈک	"
۱۴۱ امام نوزری	۲۵۷
۱۴۲ ہم تو کیا پتھر بھی قائل ہیں عظمتِ رسولؐ کے	"
۱۴۳ کروں تیرے نام پہ جاں فدا	"
۱۴۴ بابرکت اشیاء کو بوسہ دینا	۲۵۸
۱۴۵ حضرت ابوہریرہؓ اور آثارِ مصطفےٰؐ	۲۵۹
۱۴۶ مشہور تابعی حضرت ثابت بنانی کا عمل	"
۱۴۷ بوسۂ منبر و مزار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	"
۱۴۸ امام محب الدین الطبری و آثارِ مقدسہ	۲۶۰
۱۴۹ قرآن مجید و حدیث شریف اور قبورِ صالحین کا بوسہ لینا	"
۱۵۰ امام تقی الدین سبکی کا عمل	۲۶۲
۱۵۱ حضراتِ صحابہ کرام اور آثارِ مصطفےٰؐ	۲۶۳
خاتمہ	۲۶۵
۱۵۲ نعل شریف اور اس کی مثال کے فضائل و برکات کا خلاصہ	۲۶۵

Marfat.com

فصل

۱۵۳	بصورت نظم نعل کا معنیٰ اور اس کو پہننے کی کیفیت، رنگ، جنس اور اس کی تعریف و توصیف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے فیض پانے والے نعلین کا بیان۔	۲۷۱
۱۵۴	اشعار کا مفہوم	”
۱۵۵	شمائلِ قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلکیاں	۲۷۸
۱۵۶	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سایہ	۲۸۰
۱۵۷	پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ قدم	۲۸۱
۱۵۸	حفاظِ حدیث کی رائے	۲۸۴
۱۵۹	پتھر پر نقشِ قدم پر سوال وجواب	”
۱۶۰	الجواب	۲۸۶
۱۶۱	امتی حیا کے زیادہ لائق ہیں	۲۸۷
۱۶۲	امام شیخ محمد بن احمد المتبولی شافعی مصری	۲۸۸
۱۶۳	جسم بے سایہ	”
۱۶۴	جسم پر مکھی نہ بیٹھنے کی حکمت	”
۱۶۵	سایہ نہ ہونے کی حکمت	۲۸۹
۱۶۶	اور پتھروں نے تیرا اثر سنبھالے رکھا	”
۱۶۷	طاہر و مطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۹۱
۱۶۸	مشکل کشا معجزات	”
۱۶۹	امام سیوطی کا اضطراب	۲۹۲

Marfat.com

۱۷۰	جامعہ اشرفیہ دمشق میں نعلِ پاک کی آمد کا سبب	۳۰۱
۱۷۱	اہلِ دمشق مصائب کے وقت اس نعلِ پاک کی طرف رجوع کرتے	”
۱۷۲	جامعہ اشرفیہ والی نعل کہاں گئی ؟	۳۰۲
۱۷۳	ابن سیّد الناس کا قول	۳۰۳
۱۷۴	اسلاف کی سرعتِ مطالعہ	۳۰۶
۱۷۵	امام ابوبکر قسطلانی	”
۱۷۶	حافظ ابوبکر بن ثابت	”
۱۷۷	ابنِ حجر عسقلانی	”
۱۷۸	امام اسماعیل بن احمد نیشاپوری	۳۰۸
۱۷۹	امام بدرالدین عینی الحنفی	”
۱۸۰	امام ابن سیّد الناس کی سرعتِ کتابت	۳۰۹
۱۸۱	امام ابن جریر الطبری	”
۱۸۲	امام عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین	”
۱۸۳	امام ابوالحسن الاشعری	۳۱۰
۱۸۴	امام قاضی عبدالوہاب المالکی البغدادی	”
۱۸۵	ابن جریر طبری	۳۱۱
۱۸۶	امام ابن الانباری	”
۱۸۷	الامام الواحدی	”
۱۸۸	ختم بخاری شریف کی برکات	۳۱۲
۱۸۹	مبشرات	۳۱۸
۱۹۰	خاتمۃ الکتاب	۳۲۰

Marfat.com

۱۹۱ مذکورہ نسخہ کے کاتب کے تاثرات ۳۲۱

۱۹۲ ناشر کتاب ھٰذا کے تاثرات ؍؍

۱۹۳ اور دوسرا نسخہ جس سے اس کا مقابلہ کیا گیا اس پہ یہ تحریر ثبت تھی ؍؍

۱۹۴ اور نسخہ جس سے اس نسخہ کا مقابلہ کیا گیا ۳۲۲

۱۹۵ حضرت شیخ الاسلام العالم العلامہ والحبر والبحر الفہامہ احمد بن عبدالرحمٰن بن عبدالوارث المالکی الصدیقی ۳۲۲

۱۹۶ شیخ عبدالکریم القاضی قاہرہ ۳۳۲

۱۹۷ شیخ احمد بن محمد الغنیمی الخزرجی ۳۳۴

۱۹۸ شیخ تاج الدین بن احمد بن ابراہیم المالکی المکی ۳۳۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ

وَ

أَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

Marfat.com

عرضِ ناشر

الحمدللہ مجھے مدینہ منوّرہ میں باوا غلام رسول المعروف بلیاں والی سرکار کی صحبت کافی عرصہ نصیب رہی۔ ان کا وصال ۱۹ شوال ۱۴۰۶ھ بروز جمعرات بمطابق ۲۶ مارچ ۱۹۸۶ء بوقت ۵۴-۱۰ دن بمقام سیّدالشہداء مدینہ منوّرہ میں ہوا۔ امیرالمومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں میں جنّت البقیع میں انہیں جگہ نصیب ہوئی۔ میرے دل میں یہ تمنّا تھی کہ ان کے وصال کے بعد ان کی طرف سے کوئی ایسا کام کروں جس سے باواجی مرحوم کی رُوح خوش ہو۔

پھر میں پاکستان منتقل ہوگیا تو یہاں میرے نہایت ہی عظیم دوست الحاج عبدالرشید فاروقی کو حادثہ پیش آگیا کہ سوات جاتے ہوئے ان کی گاڑی سینکڑوں فٹ نیچے گر گئی۔ جس میں ان کی اہلیہ عابدہ رشید، ان کا بیٹا حافظ حامد رشید فاروقی اور دو بیٹیاں عظمٰی رشید فاروقی اور سدرہ رشید فاروقی شہید ہوگئیں۔ میں نے یہ عزم کیا کہ ان شہداءِ سوات کے ایصالِ ثواب کے لیے بھی کچھ کروں گا۔

ایک دن فاروقی صاحب کے ذریعے ہی اطلاع ملی کہ محترم مفتی محمد خاں قادری جلینڈر شریف سے ایک کتاب لائے ہیں جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعلینِ مبارکہ پر لکھی گئی ہے اور وہ اس کے ترجمے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اس ترجمہ کی اشاعت کی ذمّہ داری لے لوں تاکہ میری دونوں تمنّائیں

Marfat.com

پوری ہو جائیں۔ محترم مفتی صاحب سے بات کی تو انہوں نے نہایت ہی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے میری پیشکش کو قبول فرمایا۔ اس پہ بندہ ان کا شکر گذار ہے۔ نہایت ہی ناشکری ہوگی اگر میں یہاں اپنے پیرِ طریقت قبلہ عالم حضرت محبوب الرحمٰن نقشبندی سجادہ نشین عیدگاہ شریف راولپنڈی کا تذکرہ نہ کروں جن کی نگاہِ کرم و شفقت سے یہ ساری نعمتیں نصیب ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پہ تادیر قائم رکھے۔

اللہ تعالیٰ مفتی محمد خاں قادری اور علامہ محمد عباس رضوی کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے نہایت ہی محنت و لگن سے اس عظیم کتاب کا ترجمہ کر کے امتِ مسلمہ کو بڑا تحفہ دیا ہے۔

دعاؤں کا طالب

خادمِ نقشِ نعلین

محمد طفیل مدنی بھٹی

ماشاء اللہ منزل

A-2/470-E نیو اقبال پارک

لاہور کینٹ

Marfat.com

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہاں تاجدار ہم بھی ہیں

مولانا حسن رضا خان بریلوی

Marfat.com

چو سوئے من گذر آری من مسکیں ز ناداری

فدائے نقش نعلینت کنم جاں یا رسول اللہ ﷺ

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جنوری ۱۹۹۴ء کی بات ہے کہ بندہ اپنے مرکز جامع رحمانیہ شادمان میں کام میں مشغول تھا تو اچانک عشاء کی نماز کے بعد علامہ غلام حیدر خادمی مدظلہ سیالکوٹ سے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان عالم دین بھی تھے جنہیں میں جانتا نہیں تھا۔ محترم خادمی صاحب نے تعارف کرواتے ہوئے فرمایا کہ یہ قاری شاہد جمیل اویسی سربراہ جامعہ اویسیہ گوہر یہ سیالکوٹ ہیں۔ ماشاءاللہ باہمت نوجوان ہیں خوب محنت سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ سیالکوٹ میں نوجوانوں کا ایک خاصا حلقہ ہے۔ انہوں نے ایک تنظیم بھی قائم کر رکھی ہے جس کا نام کاروانِ اویسیہ ہے۔ اس تنظیم نے سیالکوٹ میں پہلی مرتبہ دورہ تفسیر القرآن کا پروگرام تشکیل دیا ہے۔ مختلف علماءِ کرام سے رابطہ کے لیے لاہور آئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کے پاس بھی آنا ہوا ہے۔ موصوف نے بات بڑھاتے ہوئے یہ بھی کہا کہ چونکہ یہ سارا پروگرام نوجوانوں نے تشکیل دیا ہے اس لیے ان کی حوصلہ افزائی نہایت ہی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں قاری صاحب کے ساتھ آیا ہوں۔ آپ خود بھی وقت دیں اور کسی اور صاحب سے رابطہ بھی کریں۔ یہ نہایت ہی اعلیٰ اور پاکیزہ جذبہ تھا اس لیے انکار کی گنجائش ہی نہ تھی —— محترم قاری شاہد جمیل صاحب سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ حسب وعدہ ۱۳ جنوری بروز پیر سیالکوٹ حاضر ہوا۔ چونکہ میں نے دو دن لیکچر دینا تھا اس لیے رات قاری صاحب کے ہاں قیام رہا۔ ان سے مختلف موضوعات اور شخصیات پر گفتگو ہوئی۔

Marfat.com

خواجہ گوہرالدین احمد اویسیؒ کا تذکرہ

محترم قاری صاحب نے دورانِ گفتگو بتایا کہ ضلع گجرات میں ایک دیہات ہے۔ جس کا نام جلینڈڑ ہے۔ وہاں ایک ایسے بزرگ ہوئے ہیں جن کی خدمتِ اقدس میں علامہ عبدالغفور ہزارویؒ جیسی شخصیات حاضر ہوا کرتی تھیں۔ ان کا اسمِ گرامی خواجہ گوہرالدین احمد اویسیؒ ہے۔ انہوں نے وہاں ایک بہت بڑا دینی مدرسہ قائم کر رکھا تھا جہاں علامہ محب النبی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر جید علماء تعلیم دیتے تھے۔ مدرسہ میں خواجہ صاحب کی قائم کردہ ایک لائبریری بھی ہے جس میں متعدد نایاب کتب موجود ہیں۔

خواجہ صاحب کے ملفوظات

قاری صاحب نے خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند ملفوظات عالیہ بھی ہمیں سنائے جو نہایت ہی دلچسپ، سبق آموز اور دین کی حقیقی تعلیمات پر مبنی تھے۔ ان میں سے تبرکاً ایک قارئین کی نذر کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ آپ امی تھے۔

—— علامہ عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت کے ساتھ بیت اللہ شریف کی زیارت اور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ نے حرم کعبہ میں کثرت کے ساتھ درود شریف اور حضور علیہ السلام کا تذکرہ کیا اور جب ہم مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو وہاں ذکر الٰہی کثرت کے ساتھ کیا۔ ہم نے عرض کیا کہ لوگ تو اس کا عکس کرتے ہیں آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا:

"یہ دونوں ذاتیں ایک دوسرے کا ذکر سن کر خوش ہوتی ہیں اس لیے

۱۷۱۱۴۷۹۹

Marfat.com

ہیں سنے حرم کعبہ میں حضور علیہ السلام کا تذکرہ کیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو اور حرم نبوی میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ ذکر کیا تاکہ محبوب خدا خوش ہوں"۔

میں نے جب یہ بات سنی تو تڑپ اٹھا کہ ہمارے ہاں معاملہ تو اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کے درمیان تضاد و تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کاش یہ بات امت کی سمجھ میں آجائے کہ ان دونوں کے درمیان پیار اس درجہ کا ہے کہ ایک کے ذکر پر دوسرا خوش ہوتا ہے۔

حاضری کا پروگرام

اس رات یہ بھی پتہ چلا کہ خواجہ صاحب نے اس علاقے میں مختلف انبیاء علیہم السلام کے مبارک مزارات کی بھی نشاندہی فرمائی اور وہاں مزارات بھی تعمیر کروائے۔ کچھ لوگوں نے اعتراض اٹھایا تو آپ نے باقاعدہ ان کا شجرہ نسب بھی بیان کیا جو کتب تاریخ کے مطابق تھا۔

ہم نے قاری صاحب سے اسی نشست میں طے کر لیا کہ اگلی دفعہ دن کو کلاس سے فارغ ہوتے ہی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیں گے۔ استاذ العلماء علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی مدظلہ اور علامہ محمد عباس رضوی بھی وہاں لیکچر دینے تشریف لے جاتے تھے۔ طے یہ ہوا کہ ان کی معیت میں حاضری ہو گی۔

پروگرام کے مطابق اگلے پیر، کلاس سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد عباس رضوی، قاری شاہد جمیل، قاری محمد یونس اور راقم جیلنڈر روانہ ہوئے۔ استاذی المکرم قبلہ شرف صاحب مدظلہ مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہ لیجا سکے۔

Marfat.com

حضرت طانوخ علیہ السلام کی خدمت میں حاضری

راستے میں مین سے تھوڑا سا ہٹ کر بمقام چک جانی میں حضرت طانوخ علیہ السلام کا مزار ہے۔ وہاں حاضر ہوئے۔ اللہ کے نبی کے قدموں میں کھڑے ہو کر سکون و طمینان پایا۔ وہاں بھی خواجہ صاحب نے خوبصورت مسجد اور متعدد کمرے بنوائے ہوئے ہیں تاکہ حاضرین و زائرین وہاں قیام کر سکیں۔

حضرت موسیٰ حجازی علیہ السلام کا مزار مقدس چونکہ کافی دور تھا اس لیے وہاں حاضری نہ ہو سکی۔

الحاج خواجہ میاں محمد یوسف گوہر مدظلہ سے ملاقات

ہم عصر کے وقت جینڈڑ شریف پہنچے۔ خواجہ صاحب قبلہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کی۔ نہایت خوبصورت اور کشادہ مسجد ہے۔ مسجد کے اردگرد دونوں طرف طلبہ کے لیے کمروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ نماز کے بعد خواجہ صاحب کے پوتے اور سجادہ نشین محترم الحاج خواجہ محمد یوسف گوہر مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔ نہایت ہی پرتپاک انداز میں انہوں نے ہمارا استقبال کیا۔ تھوڑی دیر ان کے ساتھ صحبت رہی جس میں انہوں نے تصنع اور بناوٹ سے بالاتر ہو کر فرمایا ہمارے پاس جو بھی آتا ہے ہم اسے یہی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں صاحب مزار کے پاس جاؤ وہ تمہیں خالی واپس نہیں کریں گے۔

اویسِ وقت کی بارگاہ میں حاضری

عشاء کے بعد سیالکوٹ میں سوال وجواب کی نشست کی وجہ سے جلد ہی واپس آنا

Marfat.com

تھا اس لئے طے یہ ہوا کہ مغرب سے پہلے پہلے حاضری دی جائے۔ ہم اوس وقت خواجہ گوہرالدین احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پہ حاضری کے لئے حاضر ہوئے۔ قاری محمد یونس نے نعت کے چند اشعار وہاں سنائے۔

مصطفیٰ نظرِ کرم فرمائیں گے　　ایک دن ہم بھی مدینے جائینگے
سبز گنبد پہ نظر جب جائے گی　　کام سب بگڑے ہوئے بن جائینگے
گنبدِ خضرا سے ٹھنڈک پائیں گے　　ہم بھی اس کے سائے میں سو جائینگے

حاضری کے وقت ساتھیوں کی جو کیفیت ہوئی وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ اسی کیفیت میں مزار سے متصل مسجد میں رب کریم کے حضور نمازِ مغرب ادا کی جس سے لطف و لذت اور ذہنی آسودگی حاصل ہوئی۔

اگرچہ لائٹ نہیں مگر لائبریری ضرور دیکھنی ہے

جیسے ہی ہم نے نمازِ مغرب ادا کی لائٹ چلی گئی۔ واپس آئے تو شاہانہ چائے کا انتظام کر دیا گیا تھا۔ محترم سجّادہ نشین صاحب ہمیں چائے بھی پیش فرما رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ صاحبِ مزار نے آپ کو کیا دیا ہے؟ ہم خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق و کرم سے چونکہ بندہ اور مولانا محمد عباس رضوی صاحب کو کتب کا خوب شوق ہے اس لیے ہم نے عرض کیا کہ اگرچہ لائٹ نہیں مگر لائبریری ضرور دیکھنی ہے اس لیے آپ موم بتی یا ٹارچ کا انتظام فرمائیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا لائبریری میں کتب کافی تھیں کچھ لوگ لے گئے اور انہوں نے واپس نہیں کیں۔

ہم لائبریری میں داخل ہوئے لیکن کم روشنی کی وجہ سے تمام کتب پہ نظر ڈالنا دشوار تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سامنے دیوار پہ کچھ کتب کی فہرست چسپاں ہے آپ اسے

Marfat.com

دیکھ یں وہاں سے نام آپ بتائیں ہم کوشش کر کے کتاب ڈھونڈ لیں گے۔

فہرستِ کتب میں دو نئے نام

ہم نے فہرست کو دیکھنا شروع کیا تو اس میں دو نام نئے سامنے آئے۔ ایک فتح المتعال، دوسرا مجموعۃ الرسائل الثمانی۔ دیر بھی ہو رہی تھی۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ دونوں کتب ہمیں دکھائیں۔ لائبریرین نے دونوں کتب ڈھونڈ نکالیں جیسے ہی کتب کو کھولا اور دیکھا تو دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کے موضوع پر تھیں۔

پہلی کتاب امام احمد بن محمد المقری المغربی المالکی کی "فتح المتعال فی مدح النعال" تھی جبکہ دوسری کتاب علامہ عبد الحئی لکھنوی کے ان آٹھ قیمتی رسائل پر مشتمل تھی۔

۱۔ التحقیق العجیب فی التثویب (اذان کے بعد جماعت کے لئے اطلاع دینا)

۲۔ افادۃ الخیر فی الاستیاک بسواک الغیر (دوسرے کی مسواک کا استعمال جائز ہے یا ناجائز)

۳۔ تدویر الفلک فی حصول الجماعۃ بالجن و الملک (جن اور فرشتہ کے ساتھ جماعت کا بیان)

۴۔ جمع الغرر فی رد نثر الدرر (معجزۂ شق القمر کا ثبوت)

۵۔ حسرۃ العالم بوفات مرجع العالم (اپنے والد گرامی علامہ عبد الحلیم لکھنوی کے حالات)

۶۔ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ الابرار (تعریف سنت کے بارے میں)

۷۔ احکام القنطرۃ فی احکام البسملہ (بسم اللہ سے متعلق مسائل کا بیان)

۸۔ غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال (نعل سے متعلقہ مسائل کا مجموعہ)

Marfat.com

یہ رسالہ ۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ۱۹ صفحات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کے بارے میں ہیں۔

ہمیں یہ عظیم تحفہ دیا ہے

ان کتب کی زیارت پہ دل باغ باغ ہو گیا بلاشبہ یہ تحفہ ہمارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر تھا۔ اس وقت ہم نے خواجہ محمد یوسف گوہر صاحب سے عرض کیا ——— کہ حضرت صاحبِ مزار نے ہمیں یہ عظیم تحفہ دیا ہے۔ اور اس طرف متوجہ کیا ہے کہ آپ کے نعلین کے سایۂ رحمت میں زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو۔ قاری شاہد جمیل صاحب کا وسیلہ ہمیں حاصل تھا جس کی وجہ سے دونوں کتب ہمیں دے دی گئیں۔ حسب وعدہ دونوں کتب ـــ فوٹو کے بعد واپس کر دی گئیں۔ اس کے بعد رابطہ اتنا مستحکم ہوا کہ قاری نے دوبارہ دونوں کتب ہمیں بھجواتے ہوئے کہا کہ جب تک ان کے تراجم آپ شائع نہیں کر لیتے کتب اپنے پاس ہی رکھیں۔

یاد رہے اس نسخہ میں متعدد جگہ پہ اوراق نہیں تھے۔ حافظ محمد اشفاق جلالی اور مولانا محمد فضل حنان سعیدی استاذ جامعہ اسلامیہ لاہور نے پنجاب یونیورسٹی کے نسخہ سے اس کمی کو پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

دورانِ سفر ہم نے یہ طے کر لیا کہ "فتح المتعال فی مدح النعال" کا ترجمہ کر کے اسے شائع کیا جائے گا۔ اور ہم دونوں ـــ علامہ محمد عباس رضوی اور راقم الحروف ـــ اس کا ترجمہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمیں کامیابی عطا فرمائی۔

Marfat.com

کچھ ترجمہ کے بارے میں

۱۔ مصنف نے باب اوّل کی تمام احادیث اپنی مکمل سند کے ساتھ بیان کی تھیں تاہم نے ترجمہ میں سند کو حذف کر دیا ہے۔

۲۔ مصنف عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ پایہ کے ادیب بھی ہیں وہ اپنے مدعا کے بیان کے لیے ایک ہی مقام پر جن مختلف الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں ان میں سے ہر لفظ کا متبادل اور مترادف تلاش کر لینا ہمارے بس کی بات نہیں اس لئے وہاں الفاظ کے لفظی ترجمہ کے بجائے مقصود و مفہوم واضح کر دیا گیا ہے۔

۳۔ مصنف نے نعلین مقدس کے چھ نقوش دیے تھے ان میں سے تین جینڈر والے نسخہ میں محفوظ تھے تین کہیں گم ہو گئے، پنجاب یونیورسٹی والے نسخہ میں جلد ساز نے تمام کے تمام کاٹ دیے ہیں۔ دو نقوش اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے محترم محمد عمر حیات قادری امیر عالمی دعوت اسلامیہ پنجاب اور محترم اشرف جلال چیف لائبریرین کے ذریعے دستیاب ہوئے۔ چھٹے نقش کی تلاش جاری ہے۔

۴۔ تیسرے باب میں مصنف نے نعلین مبارکہ پر لکھے گئے قصائد اور اپنی تضمینات جمع کی ہیں ہم نے ان میں تقریباً ۱۰۰ اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔

۵۔ کتاب پر اہل علم نے بڑی تفصیلی تقاریظ تحریر کی ہیں۔ ہم نے انہیں اختصاراً ذکر کیا ہے۔

اشاعت کا انتظام

اس عظیم کتاب کے بارے میں جب دوستوں نے سنا تو وہ نہایت ہی خوش ہوئے۔ محترم الحاج عبدالرشید فاروقی کے ذریعے محترم الحاج محمد طفیل مدنی کو جب پتہ چلا تو

Marfat.com

انہوں نے مجھے فون کیا اور پوچھا، سنا ہے آپ کے پاس حضور علیہ السلام کے نعلین پاک کے موضوع پر کتاب آئی ہے اور آپ اس کے ترجمے کا ارادہ کر چکے ہیں ۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں آپ نے صحیح سنا ہے تو انہوں نے اسی وقت کہہ دیا کہ یہ کتاب میں شائع کروں گا خواہ اس پر کتنا ہی خرچ کیوں نہ ہو۔ فی الفور انہوں نے فوٹوسٹیٹ کے لیے بھی ہدیہ بھیج دیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اس مبارک کتاب کی اشاعت کا ترجمہ سے پہلے ہی انتظام فرما دیا۔

ہدیۂ تشکّر و امتنان

یہاں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کی خدمت کی توفیق بخشی وہاں ہم محترم خواجہ محمد یوسف گوہر اور محترم قاری محمد شاہد جمیل کے کتاب مہیا کرنے اور محترم الحاج محمد طفیل مدنی کے انتظام اشاعت پر شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے ۔

Marfat.com

تعارفِ مصنّف

امام احمد المقری المغربی المالکی

رحمۃ اللہ علیہ

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

من یرد اللہ بہ خیرًا فلیفقہہ فی الدین۔ — اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

یعنی اس دنیا میں وہ لوگ نہایت ہی بخت والے ہیں جنہیں دین کا پڑھنا پڑھانا نصیب ہو جائے۔ واقعۃً جو لوگ شعوری سطح پر دین کی خدمت اپنا فریضہ سمجھ کر کرتے ہیں انہوں نے ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھا اور وہ ہی اپنی منزل پانے والے ہیں خصوصًا وہ لوگ جنہیں بانی دین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت نصیب ہوتی ہے۔ ایسی شخصیات میں سے امام احمد بن محمد المقری المغربی المالکی بھی ہیں آپ اپنے وقت کی غیر معمولی اور ہمہ گیر شخصیت ہیں:

نام: الشیخ ابو العباس احمد بن محمد بن احمد بن یحیی ابن عبد الرحمٰن بن ابی القیس بن محمد المقری

ولادت: ۹۹۲ ہجری۔

تلمسان میں پیدا ہوئے۔ وہیں قرآن کریم حفظ کیا اور اپنے چچا مفتی تلمسان الشیخ الجلیل العالم ابو عثمان سعید بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے علوم میں تکمیل کی۔ اپنی حدیث کی سند ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

انبأنا عمنا و مفیدنا شیخ الاسلام و مفتی الانام سیدی الشیخ سعید بن احمد المقری انبأنا کذلک الشیخ ابو عبد اللہ القینسی التلمسانی۔

الجامع الصحیح للبخاری ان سے سات دفعہ پڑھی۔ شیخ سعید بن احمد المقری ساٹھ سال تک تلمسان کے عہدۂ افتاء پر فائز رہے۔

Marfat.com

آپ مولداً تلمسانی، مذہباً مالکی، سکونتاً فاسی و مصری ہیں۔

المقری ایک قریہ کی طرف نسبت ہے

زیرِ نظر کتاب کے ص۳ پر اپنا نام یوں لکھتے ہیں:

احمد بن محمد الشہیر بالمقری المالکی المغربی

نفح الطیب کے ابتدائیہ میں ہے کہ لفظ "المقری" میم پر زبر، قاف پر تشدید ہے بعض کے مطابق میم پر زبر اور قاف ساکن ہے۔ دونوں طرح اگرچہ درست ہے مگر پہلا ضبط زیادہ مشہور ہے۔ المقر، تلمسان کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے۔ مصنف کے آباء و اجداد وہاں کے رہنے والے تھے

(ابتدائیہ نفح الطیب، ۴۳)

علمی مقام

آپ اپنے دَور کے صفِ اوّل کے علماء میں سے ہیں۔ حافظ المغرب، حافظ البیان سے ملقب ہوئے۔ علم کلام، تفسیر، حدیث میں قدرت کاملہ اور ادب و محاضرات میں سراپا کرامت تھے۔ فطانت و ذہانت میں ان کی مثال مشکل ہے۔ جب تک زندہ رہے انہی کا فتویٰ جاری ہوتا تھا۔

حرمین شریفین کی حاضری

آپ ایک ہزار نو ہجری ۱۰۰۹ھ کو تلمسان سے فاس منتقل ہو گئے یہ مغرب کا دارالخلافہ تھا۔ کچھ عرصہ دوبارہ تلمسان گئے پھر دس سو تیرہ میں فاس آگئے۔ وہاں چودہ سال تک مقیم رہے جب وہاں کے حالات درست نہ رہے تو دس سو ستائیس کے آخر میں مصر کی

Marfat.com

طرف ہجرت کی۔ اور دس سو اٹھائیس کے اوائل ماہ ذی قعدہ میں حرمین شریفین کی حاضری کے لئے گئے۔ خود لکھتے ہیں :

ثم شمرت عن ساعد العزم	مصر میں تھوڑی مدت قیام کے بعد
بعد الاقامة بمصر مدة	میں نے ایسے عظیم مقصد و منزل کا
قليلة الى المهم الاعظم و	ارادہ کیا جو مقاصدِ عالیہ کا سرتاج
المقصد الاكبر الذى هو	ہے اور وہ ہے حرمین شریفین کی
سر المطالب الجليلة وهو	حاضری اللہ تعالیٰ ان کے شرف میں
رؤية الحرمين الشريفين	مزید اضافہ فرمائے ۔
والعلمين المنيفين زادهما	
الله تنويهًا ،	

(مقدمہ نفح الطیب ، ۱۰۵)

بیت اللہ کی زیارت کے وقت اپنی کیفیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

ولما وقع بصرى على البيت	جب میری نظر بیت اللہ پر پڑی تو
الشريف وكدت اغيب عن	میں وجود سے عاری ہو گیا اور مجھے
الوجود استشعرت قول	عارف باللہ شیخ شبلیؒ کا قول یاد آیا جو انہوں
العارف بالله الشبلى لما وفد	نے ایسی مقدس بارگاہ میں کہے تھے
الى حضرت الجود ۔	

قلت للقلب اذ تراءى لعينى رسم دارهم فهاج اشتياق

(میں نے دل سے کہہ دیا تھا کہ جب تو میری آنکھوں سے محبوب کے دیار کو دیکھے گا تو میرا شوق اور بھڑک اٹھے گا)

ـ ۔ ۃ دارهم وانت محب ما احتباس الدموع فى الاماق

Marfat.com

(یہ ان کا دیار ہے اور تو محب ہے، اب آنسوؤں کو آنکھوں سے کیوں روکتا ہے)

حل عقد الدموع واحلل رباها　　واهجر الصبر وارع حق الفراق

(اب آنسوؤں کی بندش کو ختم کر بلکہ سب رکاوٹوں کو ختم کر اور فراق کا حق پورا کر)۔

ثم اکملت العمرة ودعوت الله ان اکون ممن عمر لطاعة ربه عمره۔	پھر میں نے عمرہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے ساری عمر اپنی اطاعت میں بسر کرنے کی توفیق دے۔

(نفح الطیب، ۱۰۸)

اس کے بعد حج ادا کیا۔

خوشتر آں شہر کہ در آنجا دلبرست

فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد شہر طیبہ کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں کی روئیداد خود مصنّف سے سنئیے!

ثم قصدنا بعد قضاء تلک الاوطار طیبة الشریفة التی لها الفضل علی الاقطار۔ فلله سبحانه الحمد علی نعمه التی جلت ومننه التی نزلت بها النفوس مواطن التشریف وحلت۔	ہم نے مناسک حج ادا کرنے کے بعد طیبہ مبارکہ کا قصد کیا جو تمام جہانوں پر افضل ہے۔ اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اس نے ہمیں ایسے مبارک مقامات کی زیارت کا شرف بخشا۔

Marfat.com

من یہدہ الرحمن خیر ہدایۃ یحلل بمکۃ کی یتاح المقصدا

(جسے اللہ تعالیٰ بہتر منزل عطا فرماتا ہے اسے مکہ میں داخلہ عطا فرماتا ہے تاکہ وہ مقصد کو پالے)

واذا قضی من حجۃ الفرض انثنی یشفی برویۃ طیبۃ داء الصدی

(جب کوئی فریضۂ حج ادا کر لیتا ہے تو مدینہ طیبہ کی زیارت سے سینہ کے روگوں سے شفا پاتا ہے)

(نفح الطیب، ۱۰۹-۱۱۰)

آگے چل کر ص۱۱۶ میں کہتے ہیں:

وان لم یجب فی ارضہا ربنا الدعا ففی ای الارض للدعاء یجیب؟

(اگر اس سرزمین پہ دعا مقبول نہیں تو پھر کہاں مقبول ہو گی؟

ابا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم الی القلب من اجل الحبیب حبیب

(اے مدینہ کے بسنے والو تم تمام مجھے اس پیارے حبیب کی وجہ سے محبوب ہو)

اپنے آقا کے حضور

بارگاہِ رحمۃ للعالمین میں صلوٰۃ و سلام عرض کرتے وقت کیفیت کیا تھی انھی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

ولما سلمت علی سید الانام	جب میں نے سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ من اللہ افضل الصلوٰۃ	کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کیا تو
ازکی السلام ذبت حیاءً	میں حیا اور شرمندگی کی وجہ سے ختم
وخجلاً لما انا علیہ من	ہو گیا کیونکہ مجھ پہ ہر ایسی چیزوں
ارتکاب ما یقتضی وجلاً	(گناہوں) کا بوجھ تھا جو خشیت
غیر انی توسلت بجاھہ	کا تقاضا کرتی تھیں ماسوا اس

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم فی ان اکون ممن وضح لہ وجہ الصفح وجلا۔

کے میں آپ کی ذات اقدس کو اس بارے میں وسیلہ بنا دوں کہ مجھے چھٹکارا اور معافی نصیب ہو جائے۔

الیل افرمن زللی فرار الخائف الوجل

(اے آقا میں اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے آپ کی خدمتِ اقدس میں اس طرح بھاگ آیا ہوں جیسے خوف رکھنے والا بھاگتا ہے)

وکان مزار قبرک بالمدینۃ منتھی الامل

(آپ کی بارگاہ اقدس تمام امیدوں کے حصول کا مرکز منتہی ہے)

فخذ بیدی غریق فی بحار القول والعمل

(یا رسول اللہ قول و عمل کے سمندر میں ڈوبنے والے کی دستگیری کیجئے)

وھب لی منک عارفۃ تعرف ما تنکر لی

(مجھے ایسی روشنی عطا کیجئے جو مجھے یہ پہچان عطا کرے کہ ... ے لیے اچھی نہیں)

وانک شافع بر ومؤملنا من الوھل

(آپ شافع اور بھلائی چاہنے والے ہیں اور پھسلنے کے وقت ہم سہارا ہیں)

بصدیق وفاروق وعثمان الرضی وعلی

(حضرت صدیق و فاروق اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے صدقہ میں)

فانت ملاذ معتصم وانت عماد مشکل

(آپ ہی ہماری پناہ گاہ ہیں اور مشکل میں سہارا ہیں)

Marfat.com

میں بھول گیا نقش و نگارِ رُخِ دنیا

جب میں نے اپنے پیارے آقا کے در و دیوار، روضۂ اقدس، مسجدِ نبوی اور اس کی پُر نور بہاروں کی زیارت کی تو ؎

ولم یخطر ببالنا مسکن ولا وطن

(تو مجھے اپنا وطن و شہر بھول ہی گیا)

(نفح الطیب، ۱۲۱)

کسی نے کیا خوب کہا ؎

میں بھول گیا نقش و نگارِ رُخِ دنیا
صورت جو مرے سامنے آئی تیرے در کی
پھر اس نے کوئی اور تصور نہیں باندھا
ہم نے جسے تصویر دکھائی تیرے در کی

واقعتہً جب کوئی اُمّتی وہاں حاضر ہوتا ہے تو یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ اسی شہر میں پیدا ہوا ہے وہاں ہرگز اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔

اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں اس چوکھٹ کی حاضری خشوع و خضوع کے ساتھ عطا کی۔ یہاں تمام حاجات پوری ہوتی ہیں۔

الوداع کے وقت کیفیّت

جب وہاں سے الوداع ہونے کا وقت آیا تو دل ہجر و فراق میں تڑپ اٹھا۔ کاش واپسی نہ ہوتی۔ غلام نے اپنے آقا کے حضور یہ عرض کرتے ہوئے اجازت چاہی:

Marfat.com

یاشفیع العصاۃ انت رجائی کیف یخشی الرجا عندک خیبۃ ؟

(اے نافرمانوں کی شفاعت کرنے والے، آپ ہی میری امید ہیں اور امید کو آپ سے ناامیدی کا خوف کیسے ہو سکتا ہے)

واذا کنت حاضر الفوادی غیبۃ الجسم عنک لیست بغیبۃ

(جب آپ میرے دل میں موجود ہیں تو جسم کا دور ہونا کوئی دوری نہیں)

لیس بالعیش فی البلاد انتفاع اطیب العیش ما یکون بطیبہ

(جو طیبہ میں زندگی گزارنے کی لذت و مزا ہے وہ کسی اور شہر میں کہاں ؟)

مصر میں اقامت

حج سے فارغ ہونے کے بعد دس سو اٹھائیس ماہ رجب میں مصر پہنچے۔ وہاں عقد کیا اور مقیم ہو گئے۔ دس سو انتیس کو ربیع الاوّل کے مہینے میں بیت المقدس کی زیارت کی پھر قاہرہ واپس آ گئے۔

قاہرہ سے دس سو چھتیس تک آپ نے پانچ دفعہ مکۃ المکرمہ اور سات دفعہ مدینہ طیبہ کی زیارت کی۔ دس سو انتالیس ماہ صفر میں واپس مصر آئے۔ اس سال رجب میں بیت المقدس میں پندرہ دن ٹھہرے اور وہاں سے اوائل شعبان میں دمشق کا سفر کیا۔

درس بخاری میں ہزارہا طلبہ کی شرکت

جب شیخ احمد بن شاہین کو آپ کے دمشق آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے جامعہ جقمقیہ کی چابیاں یہ کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں ارسال کیں کہ آپ اس جامعہ کی سربراہی قبول کر لیں۔ جامعہ دیکھنے کے بعد آپ نے وہیں قیام کا فیصلہ کر لیا۔ وہاں آپ نے بخاری کا درس دیا جس میں علماء دمشق کی اکثریت شریک

Marfat.com

ہوتی ۔ ختم بخاری کے موقعہ پر عظیم الشان محفل کا اہتمام کیا جاتا جس میں ہزار ہا لوگ جمع ہوتے ۔ جامعہ کے وسط میں کرسی بچھائی جاتی جس پر آپ تشریف فرما ہوکر عقائد و اعمال کے بارے میں وعظ فرماتے ۔ اہلِ مجلس پر خوب رقت طاری ہوتی۔ ظہر تک جاری رہتا ۔ آخر میں وہ اشعار پڑھے جاتے جو مدینہ طیبہ سے الوداع ہوتے وقت کہے تھے ۔

جب کرسی سے نیچے اترتے تو لوگ محبت سے اُن کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے ۔ دمشق میں اس قدر قدر و منزلت شاید ہی کسی عالم کی ہوئی ہو ۔ دمشق میں قیام چالیس دن سے کم ہوا ۔ پانچ شوال دس سو انتالیس کو مصر واپس آگئے ۔ پھر اگلے سال شعبان میں دوبارہ دمشق گئے اور حسب سابق اکرام و اعزاز پایا ۔

وصال

پھر تھوڑی مدت کے لیے مصر میں آئے ۔ دمشق واپسی کا ارادہ تھا مگر موت کا وقت آپہنچا ۔ دس سو اکتالیس ماہ جمادی الآخر میں وصال ہوا ۔ مقبرۃ المجاورین میں تدفین ہوئی ۔

مشہور ادیب شیخ ابراہیم الاکرمی نے تاریخ وفات ان الفاظ میں بیان کی ہے:-

قد ختم الفضل به   فارخوه خاتم

تصانیف

امام المقری نے تدریس، وعظ اور افتاء کے ساتھ ساتھ مختلف اہم علمی موضوعات پر تحریری کام بھی کیا ۔ آپ کی تصانیف میں سے چند کے نام یہ ہیں :

Marfat.com

۱۔ نفح الطیب فی اخبار ابن الخطیب (عشرین جزءًا)
۲۔ اضاءۃ الاجنۃ فی عقائد اہل سنۃ
۳۔ ازہار الکمامۃ۔
۴۔ ازہار الریاض فی اخبار القاضی عیاض
۵۔ قطف المہتصر فی اخبار المختصر
۶۔ اتحاف المقری فی تکمیل شرح الصغری
۷۔ عرف النشق فی اخبار دمشق
۸۔ الغث والسمین
۹۔ الرث والیمین
۱۰۔ روض الآس العاطر الانفاس فی ذکر من لقیہ من اعلام مراکش وفاس
۱۱۔ الدر الثمین فی اسماء الہادی الامین
۱۲۔ حاشیۃ شرح ام البراہین
۱۳۔ کتاب البداءۃ والنشأۃ
۱۴۔ رسالۃ فی الوفق المخمس الخالی الوسط۔
۱۵۔ فتح المتعال فی مدح النعال

زیرِ مطالعہ کتاب کا تعارف

فتح المتعال فی مدح النعال

اردو ترجمہ: فضائلِ نعلینِ حضور

امام المقری نے یہ کتاب حضور علیہ السلام کے نعلین مقدس اور ان کے نقش

Marfat.com

کے فضائل میں تحریر کی ہے۔ اگر اس کتاب کے بارے میں یہ کہا جائے کہ تاریخ اسلام میں اس موضوع پر سب سے جامع کتاب ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ کیونکہ مذکورہ موضوع پر اتنا مواد نہ کسی نے پہلے جمع کیا اور نہ بعد میں بلکہ بعد کے تمام لکھنے والوں کا ماخذ و مرجع یہی کتاب ہے۔ خود مصنف نے کئی مقامات پر اسی بات کا تذکرہ کیا ہے کہ پہلے جو اس موضوع پر کام تھا وہ اس کے عشرِ عشیر بھی نہ تھا۔ کتاب کے ابتدائیہ میں مختلف لوگوں کے کام و نام کا تذکرہ کر کے کہتے ہیں:

وقد استوفیت وللہ الحمد	میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس
من قبل ومن بعد فی ھذا	کتاب میں امام ابن عساکر، شیخ سبتی
المؤلف جمیع ما ذکرہ ابن	اور بلقینی کی تمام چیزوں کو جمع کر دیا
عساکر والسبتی والبلقینی	ہے اور ان میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ
وزدت علیھم ما یکون	وہ اس اضافہ کا دسواں حصہ بھی نہیں
مجموع کلامھم لعشرہ	
عشرًا (فتح المتعال، ۱۰)	

شیخ احمد شہاب الدین الخفاجی شرح شفا میں حضور علیہ السلام کے اسم گرامی صاحب النعلین کے تحت لکھتے ہیں:

وفی کیفیۃ نعلیہ کلام	آپ کے نعلین مقدس کے اوصاف
مفصل افردہ بعض اھل	پر تفصیلی کلام کے لیے بعض معاصرین
العصر بالتالیف۔	(امام المقری) نے مفصل کتاب
(نسیم الریاض، ۲: ۴۰۴)	لکھی ہے۔

علامہ عبدالحئی لکھنوی نے اپنی کتاب "غایۃ المقال فی ما یتعلق بالنعال" میں جابجا فتح المتعال سے استفادہ کیا ہے اور اسے اپنے موضوع پر سب سے بڑھ کر

Marfat.com

جامع کتاب قرار دیا ہے۔

وان شئت مقدار النعل النبوی طولاً وعرضاً و الاطلاع علی کیفیته ومثاله فارجع الی فتح المتعال فان المقری جزاه الله تعالیٰ ذکر فیه الاختلاف فی مثال النعل النبوی علی ستة اقوال و بینه لغایة البسط والتفصیل ففی ذکرها غنیة ۔ (غایة المقال، ۱۵۸)	اگر کوئی شخص نعلین مقدس کے طول وعرض اور اس کے اوصاف وامثلہ پہ آگاہی چاہتا ہے تو وہ فتح المتعال کا مطالعہ کرے اللہ تعالیٰ امام مقری کو جزا دے انہوں نے نعلین کے چھ نقش ذکر کئے اور بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے اس معاملہ میں وہ کتاب کافی ہے۔

امام نبہانی اور فتح المتعال کا اختصار

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ امام یوسف بن اسماعیل النبہانی جیسی عظیم شخصیت نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "بلوغ الامال من فتح المتعال" رکھا مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں:

اطلعت علی عدة نسخ من کتاب فتح المتعال فی مدح النعال النبویة تالیف الامام العلامة الشیخ احمد المقری صاحب کتاب نفح الطیب	میں امام علامہ شیخ احمد المقری صاحب کتاب نفح الطیب المتوفی ۱۰۴۱ھ کی تصنیف فتح المتعال فی مدح النعال کے متعدد نسخوں پر مطلع ہوا تو ہر نسخہ میں میں نے ایسے اضافات پائے جو

Marfat.com

المتوفی ۱۰۴۱ھجریہ فوجدتہا فی کل نسخۃ زیادۃ علی الاخری لانہ کان کلما ظھرلہ زیادا تہا یزیدھا فالحقت زوائد الفوائد علی ھامش نسختی بنیۃ ان اطبعھا واعم فلم یتیسرلی ذلک فاختصرتہ بھذا المختصر الذی سمیتہ "بلوغ الامال من فتح المتعال"

مصنف نے مختلف مواقع پر کئے تھے میں نے وہ تمام اضافات اپنے نسخہ پر جمع کیے تاکہ انہیں کسی وقت نفع عام کے ساتھ شائع کروں گا مگر ابھی تک یہ نہ ہو سکا۔ ہاں اس کتاب کا اختصار کر دیا ہے جس کا نام۔ "بلوغ الامال من فتح المتعال" ہے

(جواہر البحار، ۲ : ۱۳۶)

امام اہلِ محبت مولانا احمد رضا خاں قادری اس کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"علامہ احمد بن محمد مقری تلمسانی نے اس باب میں دو مستقل کتابیں تصنیف کیں ایک " النفحات العنبریہ فی وصف نعل خیر البریہ" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ وجیز و نافع ہے۔ دوسری "فتح المتعال فی مدح خیر النعال" کہ بسیط و جامع ہے۔ ان کتب مبارکہ میں عجب عجب فضائل و برکات، دفع بلیّات و قضائے حاجات کے جو اس نقشہ مبارکہ سے خود مشاہدہ کیے اور سلف صالح و معاصرین صالحین نے دیکھے بکثرت بیان فرمائے ان کا ذکر باعثِ تطویل ہے جو چاہے فتح المتعال مطالعہ کرے"۔

(شفاء الوالہ، ۳۵)

مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی نیل الشفا میں اکثر مواد اسی کتاب سے لیا

Marfat.com

ہے اور لکھا :

"علامہ محدث حافظ تلمسانی کتاب "فتح المتعال فی مدح خیر النعال" میں فرماتے ہیں کہ اس نقشہ شریف کے منافع ایسے کھلم کھلا ہیں کہ بیان کی حاجت نہیں۔"

(نیل الشفاء مع زاد السعید، ۴۶)

اِس موضوع پر لکھی جانے والی دیگر کُتب

۱۔ نتیجۃ الحب الصمیم و زکاۃ النشیر و النظیم،
امام الحافظ ابو الربیع سلیمان بن سالم الکلاعی الاندلسی)

۲ خدمۃ نعل القدم المحمدی، شیخ الاسلام امام سراج الدین بلقینی

۳۔ الجز فی النعل، امام ابو الیمن ابن عساکر

۴۔ النفحات العنبریہ فی وصف نعل خیر البریۃ
امام احمد بن محمد المقری

۵۔ القول السدید فی ثبوت اشتراک نعل سید الاحرار و العبید*

۶۔ المرتجی بالقبول فی خدمۃ قدم الرسول*
شیخ رضی الدین محمد بن عبد المجید قادری

۷۔ غایۃ المقال فیما یتعلق بالنعال علامہ عبد الحیٔ لکھنوی

۸۔ شفاء الوالہ فی صور الجبیب و مزارہ و نعالہ
مولانا احمد رضا خاں قادری

۹۔ نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ مولانا اشرف علی تھانوی

۱۰۔ اتمام المقال فی بعض احکام التمثال " "

Marfat.com

۱۱۔ نور العین فی تحقیق النعلین۔

ابو عبد اللہ بن عیسیٰ المغربی

۱۲۔ نیل المرام فی نعل سیّد الانام

علامہ محمد فیض احمد اویسی

طریقِ توسّل از مولانا اشرف علی تھانوی

بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اُٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے۔ اس کے بعد گیارہ بار درود شریف، گیارہ بار کلمہ طیبہ اور گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لیئے ہوں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں الٰہی اس نسبتِ غلامی پر نظر فرما کر بہ برکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمایئے مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اس کو اُتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہ محبت بوسہ دے اشعار ذوق وشوق بغرض ازیادِ عشقِ محمدیؐ پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔

یاد رہے مولانا اشرف علی تھانوی نے دوسرے رسالہ "اتمام المقال" میں اپنے پہلے رسالہ "نیل الشفا" سے رجوع کر لیا تھا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اے اللہ ہم تیری اس پر حمد کرتے ہیں کہ تونے فقط اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس ذاتِ اقدس کا امتی بنایا جو نعلین پہننے والوں میں سے سب سے بہتر شخصیت اور اہل ارض وسما سے افضل ہیں اور تونے ہمیں سید الکونین والثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا شرف بخشا، اور ہمیں ان کے احوال حمیدہ، اقوالِ جلیلہ اور محاسن شریعت کی معرفت عطا کی جن کے گلستان کی خوشبوؤں، بہاروں اور پھولوں سے آنکھیں اور دل سکون، راحت اور ٹھنڈک پاتے ہیں۔ تونے ہمیں سب سے معتدل اور مضبوط راہ کی ہدایت دی۔ اس کلمہ تقویٰ کے التزام کی رہنمائی فرمائی۔ جس سے ہمارے مردہ دلوں کو زندگی ملی۔ اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہم اسے حاصل نہ کر پاتے۔ ہم تیری توفیق اور عطا کردہ قوت کی بنا پہ اس سے روگردانی نہیں کر سکتے۔

ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کی کوئی ضد نہیں، کوئی سہیم ومثیل نہیں، وہ واحد و یکتا ہے، وہ تمام سے بے نیاز ہے ــــ یہ شہادت ایسی ہے جس سے حق کا مشاہدہ اور باطل کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ یہ حسنِ عبادت کی جامع ہے اور یہ اس بات کا بھی اظہار ہے کہ ہم تمام خیر میں اللہ کے محتاج ہیں کسی غیر کے نہیں ــــ اے اللہ ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ سیدنا نبینا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں۔ وہ ہر صاحب نعل اور ننگے پاؤں والی

Marfat.com

مخلوق سے افضل ہیں۔ ہر صاحب خوف و شوق اور چلنے اور رکنے والے کے لیے ہادی و ملجا ہیں۔ ان کی نعلین مقدس ثریا سے بلند مقام پا گئی۔ اس کے فضائل و مناقب بے حد و حساب ہیں۔ ہر ادیب و فصیح ان کی مدح سے عاجز ہے۔ آپ خوشخبری سنانے والے، برے کاموں کے انجام بد سے آگاہ فرمانے والے چمکتا ہوا آفتاب، ابتدا بھی ان سے ہوئی اور انتہا بھی۔ سب سے بڑھ کر جود و سخا کرنے والے، ایسی مبارک سیرت رکھنے والے جس نے تاریکیوں اور گمراہیوں کا یکقلم ازالہ کر دیا اور جہالتوں کے سامنے مضبوط دیوار بن گئی۔ تمام کمالات کے اتنے جامع کہ تمام مقالات و کتب ان کے بیان سے قاصر ہیں — تو یہاں کیا حیثیت ہے اس ہمارے حقیر نذرانے کی؟

اللہ کے سلام ہوں آپ پر، آپ کی آل پر، اصحاب پر — جن پر آپ کا بادلِ رحمت خوب برسا، جنہوں نے آثارِ نبویہ و آثارِ مرویہ، شمائل مبارکہ اور فضائل باہرہ کو جمع و محفوظ کیا اور ہمارے لیے روایت کیا۔ صلوٰۃ و سلام کی ایسی برکت ہو کہ اللہ کے فضل سے جنت الفردوس ان کا دائمی ٹھکانہ بنے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ عبد فقیر و حقیر اپنے رب کی اس رحمت کا امیدوار جو اس کے گناہوں سے عظیم ہے، اس نجات کا امیدوار جو مشکل ترین موقع پر ہو، زیادتیاں کرنے والا، اپنے نفس پر اسراف کرنے والا، عاصی اور جاہل (جس کا نام) احمد بن محمد المعروف المقری المالکی المغربی (روزِ قیامت اس کے نیک اعمال بھاری ہوں اور تمام امیدیں بر آئیں) عرض کرتا ہے کہ یہ کتاب "فتح المتعال" حضور علیہ السلام نعلین مقدس کے اوصاف و فضائل پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اسے وہ مقبول بنا دے۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق حصول علم اور دیگر مقاصد کی خاطر میں نے

Marfat.com

اولاد و مال اور وطن کو چھوڑا، مغرب سے حجاز کا سفر کیا، مجھے افضل الخلق، شفیع المذنبیں رحمۃ للعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری نصیب ہوئی۔ گنبدِ خضرا صلی اللہ علیہ وسلم علی صاحبہا کے سایہ میں سانس لینا نصیب ہوا تو میں نے اللہ کی بارگاہ میں آپ کے وسیلہ جلیلہ سے التجائیں بھی کیں۔ جب مجھے شہر مدینہ کے درو دیوار نظر آئے تو میں نے استاذ ابن العریف القرطبی المغربی الاندلسی کے یہ اشعار پڑھے:

دیار النبی مانلت من وصلها المنی ۔۔۔ سوی نظرۃ اھدت الی جسمی الضنا
نعم وثنت قلبی الی العشق فانثنی ۔۔۔ ولما رأینا رسم من لم یدع لنا
فواد العرفان الرسوم ولا لبا

رکبنا مطایا الشوق دنقصد رامۃ ۔۔۔ نمید کا ناقد شربنا مدامۃ
ولما عرفنا الدیار علامۃ ۔۔۔ نزلنا عن الاکوار نمشی کرامۃ
لمن بان عنہ ان نلم بہ رکبا

بقلبی داء ماوجدت لہ دواء ۔۔۔ حشاشۃ نفسی قد تملکھا الھوی
الی اللہ اشکو ما الاقی من الجوی ۔۔۔ فیا شوق ما اقوی و مالی من الھوی
ویا دمع ماا جری ویا قلب ما اصبا

صحا کل ذی سکر و قلبی ما صحا ۔۔۔ وروض اصطباری قد ذوی و تصوحا
وعوضت بعد القرب بعدا مبرحا ۔۔۔ وکیف التذاذی بالاصائل والضحی
اذا لم یعد ذاک النسیم الذی ھبا!

پھر میں یوں سلام کہتے ہوئے واپس لوٹا۔ کاش اللہ کی مشیت سے نہ لوٹتا۔

سلام مثل ما ناحت ریاض ۔۔۔ وقد مرت بھا ریح الشمال
علی دھر مضی ما فیہ عیب ۔۔۔ یعاب بہ سوی تصر اللیالی

Marfat.com

سببِ تالیفِ کتاب

میں مصر میں بہت سے ایسے اکابر سے ملتا رہا جن کی عظمت کا اعتراف منصف و مکابر دونوں کرتے ہیں مثلاً علم تو اس میں سبقت لے جانے والے ہیں، فہم تو اس میں انہوں نے اپنا لوہا منوالیا، احسان تو اس میں بمنزلہ سورج ہیں اور قرآن کی آیات کے حافظ تھے۔ ان میں سے ایک فاضل کے ساتھ نعلین نبوی اور اس کے نقش کے بارے میں گفتگو ہوئی کہ فلاں نے اس پر نظم و نثر میں اور فلاں نے نظم میں لکھا ہے جو بیمار کے لیے شفا کا کام دیتا ہے۔ میں نے کہا کہ اس موضوع پر میں نے ایک سو نظمیں " الافکار من قزع الاکدار " کے نام سے جمع کی ہیں ــــــ

لیالی وصال قد مضین کا نہا ۔۔۔ لآلی عقود فی نحور الکواعب

(میرے وصال کی راتیں گزر گئیں جو خوبصورت موتیوں کی طرح تھیں)۔

وایام ھجرا عقبتھا کا نھا ۔۔۔ بیاض شیب فی سواد الذوائب

(اس کے بعد ہجر کے دن آئے جس طرح کالے بالوں میں سفید بال)۔

جب یہ ذکر ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہوئے تعجب و انکار کر رہے تھے کہ صاحب المواہب (امام قسطلانی) جیسا عظیم فاضل بھی نعلین کے بارے میں اتنے قصائد کا ذکر نہیں کر سکا۔ لیکن میں نے خاموشی اختیار کی۔ اس کے بعد بعض مخلصین نے مشورہ دیا کہ آپ اس موضوع پر قصائد جمع کریں مگر میں نے کہا کہ وہ تمام مواد مغرب میں ہے یہاں حالتِ سفر میں یہ کام میں کیسے کر سکتا ہوں؟ لیکن انہوں نے یہ کہتے ہوئے میرے اس عذر کو قبول نہ کیا کہ علم کے لیے بڑے بڑے اکابر نے سفر کیا اور دورانِ سفر کام کیا۔ امام المعقولات

Marfat.com

صاحب تصانیف کثیرہ مولانا سند الملت والدین التفتازانی نے شرح تلخیص المعانی میں کہا:

یومًا بحزوی ویومًا بالعقیق وبالعذیب یومًا ویومًا بالخلیص

(کسی دن حزوی، کسی دن عقیق، کسی دن عذیب اور کسی دن خلیص میں ہوں)

میں نے عرض کیا کہ کہاں میں اور کہاں وہ اکابرین، نفع و نقصان، میٹھا اور کڑوا یکساں نہیں ہوتے۔ صدف، موتی کا مقام نہیں پا سکتی اس پر انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں درست و صحیح ہے مگر مثل مشہور ہے "جو پانی نہ پائے مٹی سے تیمم کرے"۔ اب میرے لیے فقط ایک ہی راہ تھی کہ اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل حاصل کرنے کے لیے بطور برکت نعل مقدس کی خدمت کروں۔

علاوہ ازیں اس موضوع پر متقدمین اور معاصر لوگوں کا کام بھی اتنا نہیں تھا تیس مقطعات ملے جو سبتی علماء نے تحریر کئے تھے۔ اس موضوع پر کچھ کام درج ذیل اسلاف نے بھی کیا ہے:

۱۔ امام حافظ ابوالربیع سلیمان بن سالم الکلاعی الاندلسی نے اس پر ایک جزء لکھا جو نظم ونثر پر مشتمل تھا اس کا نام " نتیجۃ الحب الصمیم وزکوٰۃ المنثور والمنظوم" ہے۔ شیخ ابن رشید نے نام کے بارے میں کہا کہ اگر منثور و منظوم کی جگہ "النثیر اور النظیم" ہوتا تو بہتر تھا۔

۲۔ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن الحاج المزنی الاندلسی۔ میری نظر سے ان کی تالیف نہیں گزری۔ سنا ہے کہ اس موضوع پر کامل و جامع نہیں۔

۳۔۔۔۔۔ شیخ ابن الحاج کے بعد ان کے شاگرد امام ابن عساکر نے کام کیا۔ فقیر نے زیر نظر کتاب کا مسودہ ان کی تالیف کے مطالعہ سے پہلے تیار کر لیا تھا۔ لوگوں کے پاس اس تالیف کے متعدد نسخے دیار روم وغیرہ

Marfat.com

میں تھے۔ مجھے بھی اس کا نسخہ ملا جو نہایت مختصر تھا۔ اس میں نعلین شریفین کا بھی نقش تھا۔ یہ نسخہ سات چھوٹے صفحات پر ابن الحاج کے قصیدہ اور نعلین کے بعض خواص پر مشتمل تھا۔

۴۔ شیخ الاسلام السراج البلقینی۔ انھوں نے مذکورہ تالیف کو مختصر انداز میں بیان کر دیا تھا۔ اس کی ابتداء ان کلمات سے ہو رہی ہے:۔

"سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آثار محمدیہ کو آفاق میں ظاہر فرمایا۔ اور انہیں آنکھوں اور دلوں کے لیے ٹھنڈک بنایا۔ ان کی خدمت کے لیے ایک ایسی جماعت پیدا فرمائی جس نے سینوں اور سفینوں کے ذریعے اسے روایت کیا۔ وہ راہِ محمدی کی اتباع کرنے والے ہیں جس سے اخلاق سنورتے ہیں۔ پھر لوگ ان کے قدموں کی شوق کے ساتھ خدمت کرتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا درجہ ہر درجہ سے بلند ہے۔ جنھیں عالم گیر شریعت و دین عطا ہوا۔ اور وہ مقام جو خالق نے انہیں کے ساتھ مخصوص فرمایا ان کی آل و اصحاب اور ان کے متبعین پر بھی۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد بعض اہل محبت و شوق نے مجھے کہا کہ حضور علیہ السلام کے نعلین مقدسہ پر لکھیں تاکہ سند رہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ جز تحریر کیا ہے اس میں میں نے اپنی سند بھی ذکر کی ہے۔ اس کا نام " خدمة نعل القدم المحمدی" رکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے آثار کی اتباع کی توفیق دے۔ آمین والحمد للہ رب العالمین!"

یاد رہے یہ رسالہ بھی چھوٹے سات صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ خطبہ نصف صفحہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

Marfat.com

الحمدللہ فقیر نے زیرِ نظر کتاب میں وہ تمام مواد جمع کر دیا ہے جسے ابنِ عساکر، شیخ السبتی اور امام بلقینی نے ذکر کیا اور یہ اس کے عشرِ عشیر بھی نہیں جو میں نے اضافہ کیا۔ یہ فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہوا۔ اس میں تین سو سے زائد قصائد بھی ہیں۔

ترتیبِ کتاب

یہ کتاب مقدمہ، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ میں، نعل، قبال، شراک اور شسع کے مفاہیم وغیرہ پر گفتگو ہے۔

باب اوّل میں ان احادیث مبارکہ کا ذکر ہے جن میں نعل نبوی کا تذکرہ ہوا ہے۔ ان احادیث میں وارد شدہ الفاظ کا مفہوم اور ان پر محدثین کے بیان کردہ فوائد کا بھی تذکرہ ہے۔

باب ثانی میں نعلین مبارکہ کی مختلف تصاویر اور ان کے ناقلین کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

باب ثالث ان قصائد پر مشتمل ہے جو اپنے دور میں اہل عقیدت و محبت نے نعلین کی شان میں تحریر کئے۔

باب رابع۔ نعلین کے فوائد و خواص پر مشتمل ہے۔

خاتمہ میں نعلین سے متعلقہ مختلف امور کا تذکرہ کیا ہے۔

میں نے اس موضوع پر پہلے بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "النفحات العنبریہ فی نعال خیر البریۃ" رکھا مگر وہ مختصر تھی۔ زیرِ نظر کتاب اس کی نسبت بہت ضخیم ہے۔ اس کا نام "فتح المتعال فی مدح النعال" رکھ رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے اس دن نافع بنائے جس دن مال اولاد نفع

Marfat.com

نہیں دیں گے مگر جسے اللہ قلب سلیم کے ساتھ لائے۔ اب ہم اپنے مقصود کی طرف آتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ پر ہی اعتماد بھروسہ اور توکل ہے۔ وہی سیدھی راہ کا ہادی ہے۔ وھو حسبی ونعم الوکیل لا رب غیرہ ولا خیر الا خیرہٗ۔

Marfat.com

مقدمہ

نعل، قبال، شراک اور شسع

کے

مفاہیم پر تفصیلی گفتگو

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ، نعل، قبال، شراک اور شسع کے معانی اور اس سے متعلق دیگر قیمتی مباحث پر مشتمل ہے۔

نعل کا معنی

۱۔ ابن سیدہ نے المحکم میں لکھا ہے کہ نعل وہ شے ہے جس کے ذریعے قدم کو محفوظ رکھا جائے۔ بعض ائمہ لغت کے نزدیک نعل وہ شے ہے جو قدم کو زمین سے محفوظ رکھے اور پنڈلی تک نہ ہو۔

صاحب قاموس کہتے ہیں "نعل اسے کہا جاتا ہے جو قدم کو زمین سے بچائے۔ اس کی مؤنث نعلۃ اور جمع نعال ہے۔ حسن بن احمد، اسحاق بن محمد، ابوعلی ابن دوما کہتے کہتے ہیں کہ نعل کی جمع نعالیون بنانا اختراع ہے۔

نعل بروزن فرح ہے ـــ تنعل اور انتعل کا معنی اس نے پہنا۔ چنانچہ وہ لوہا جو تلوار کی میان کے نیچے ہو، زمین کا وہ حصہ جو سخت اور چٹیل ہو اور اس پر کچھ نہ اُگے، وہ کمزور انسان جس کو زمین کی طرح روندا جائے۔ بیوی ـــ اور وہ چیز جس کے ذریعے چارپائے کا پاؤں بچایا جائے، نعل کہلاتا ہے۔

(نعلھم، بروزن منع ان کو نعال حاصل ہوئے)

Marfat.com

شیخ شہاب احمد بن السمین حلبی "عمدۃ الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ" میں، ارشادِ باری تعالیٰ "اخلع نعلیک" کے تحت، لفظ نعل کے بارے میں لکھتے ہیں، نعل سے وہ شے مراد ہے جو انسان اپنے پاؤں میں پہنتا ہے۔

اعشٰی نے لکھا ہے ان ھالک کل من یحفی وینتعل (ہر ایک ہلاک ہونے والا ہے خواہ وہ ننگا ہے یا جوتا پہنے ہوئے)

لفظ نعل مؤنث ہے۔ عرب شعراء نے اس کی طرف ضمیر مؤنث لوٹائی ہے "حتی النعل قد القاھا"۔ نعل الفرس اور نعل السیف (وہ لوہا جو میانِ تلوار کے نیچے لگا ہو) بھی اسی قبیلہ سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

کان نعل سیف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فضۃ۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میانِ تلوار چاندی کی تھی۔

اذا ابتلیت النعال فالصلاۃ فی الرحال میں زمین کا سخت ہونا یا جوتا دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

نعل سے رجلِ ذلیل بھی مراد ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جن نعلین کے اتارنے کا حکم ہوا وہ گدھے کی اس کھال سے بنے ہوئے تھے جو رنگی ہوئی نہ تھی۔

ایک ضرب المثل ہے اضربی فانک ناعلۃ۔ یہ اس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جس میں کسی کام کی ہمت تو ہو مگر وہ اس میں کوتاہی برتے —— اس محاورہ کا پس منظر یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس دو کنیزیں تھیں۔ ایک پاؤں سے ننگی اور دوسری نے جوتا پہنا ہوا تھا۔ اس نے نعل والی سے کہا اس پتھریلی زمین پر چل کر فلاں کام کر کیونکہ تو نے جوتا پہنا ہوا ہے۔

Marfat.com

شیخ ابنِ سمین کے مذکورہ کلام کی تشریح

جس حدیث کا ذکر انہوں نے کیا ہے اسے امام طبرانی نے ان الفاظ میں تفصیلاً روایت کیا ہے :

كان له صلى الله عليه وسلم سيف محلى قائمه فضة و نعله فضة و فيه حلق من فضة و كان يسمى ذا الفقار۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار چاندی سے مرصّع تھی اس کا قبضہ اور میان چاندی کے اور اس میں چاندی کے حلقے تھے اور اس کا نام ذوالفقار تھا۔

اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

كان على موسى يوم كلمه ربه كساء صوف و جبة صوف و سراويل صوف وكانت نعلاه من جلد حمار ميت۔	جس دن سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے بلاواسطہ کلام کا شرف پایا اس دن آپ اونی چادر، اونی جبہ اور اونی شلوار پہنے ہوئے ہوئے اور آپ کا جوتا مردہ گدھے کی کھال کا بنا ہوا تھا۔

امام فخرالدین رازی اور ایک صوفی کا قول

ہمارے اسلاف میں سے امام قاضی ابوعبداللہ قرشی تلمسانی نے اپنی کتاب "الحقائق والدقائق" میں امام رازی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان کا گزر ایک صوفی شیخ پر ہوا۔

Marfat.com

شیخ کو بتلایا گیا کہ یہ وہ امام ہیں جنہوں نے وجودِ باری تعالیٰ پر ایک ہزار دلیل قائم کی ہے۔ انہوں نے فرمایا اگر انہیں اس کی معرفت ہو جاتی تو اس پر استدلال نہ کرتے۔ یہ بات جب امام رازی کے علم میں آئی تو فرمایا:

نحن نعلم من وراء الحجاب وهم ينظرون من غير الحجاب۔ ہم اسے حجاب کے پیچھے سے جانتے ہیں اور یہ لوگ اسے بلا حجاب دیکھتے ہیں۔

"فاخلع نعليك" کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی نے بعینہٖ وہی بات کہی ہے جو شیخ نے کہی تھی۔

"اہلِ معرفت فرماتے ہیں کہ وجودِ صانع پر ان دو مقدمات سے استدلال کیا جاسکتا ہے:

كل عالم محدث وممكن (تمام عالم محدث و ممکن ہے)

كل ما كان كذلك فله صانع (اور جو بھی محدث ہوتا ہے اس کے لیے مؤثر وصانع کا ہونا ضروری ہے)

یہ مقدمات عقل کی مقصود تک رسائی کے لیے نعلین کی مانند ہیں۔ جب معرفتِ خالق نصیب ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ ان مقدمات کی طرف التفات نہ رہے کیونکہ جس قدر التفات غیر کی طرف ہوگا اسی قدر معرفت میں استغراق سے محرومی ہوگی تو جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں حاضر ہوئے تو فرمایا دل کو ان مقدمات (نعلین) سے فارغ کر لو۔ اب تم معرفت الٰہی کے سمندر میں ہو۔ انی انا ربك (بلاشبہ میں ہی تیرا رب ہوں)

(تفسیر کبیر جلد ۲۲ صـ۱۷)

شیخ توزری نے شرح شقراطیہ میں ابن السمین کے ساتھ کچھ اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے:

Marfat.com

" المتنعل (جوتے کے ساتھ چلنے والا) نعل اور انتعل دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ جوتا پہننے والے شخص کو " رجل ناعل " کہا جاتا ہے جو شخص کسی سخت و دشوار کام پر قادر ہو اس کام کی بجا آوری کے لیے عرب مقولہ ہے:" اطری فانک ناعلۃ " ان الفاظ کے مؤنث ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ ایک آدمی نے بکریاں چرانے والی سے کہا تھا کہ تو انہیں نرم مقامات پر چراتی ہے سخت و دشوار پر نہیں۔ مخاطب عورت تھی تو وہاں الفاظ بھی مؤنث لائے گئے۔ پھر جب یہ الفاظ بطور محاورہ استعمال ہونے لگے تو مذکر و مؤنث کا فرق مٹ گیا کیونکہ ضرب المثل میں تبدیلی اور تغیر نہیں ہوتا۔ اس محاورہ میں " ناعلۃ " سے بقول ابوعلید کے " قدموں کی جلد کا سخت ہونا " بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ ابوالطیب کہتا ہے:-

ولیعجبنی رجلاک فی النعل اننی . رأیتک ذا النعل اذا کنت حافیا

(مجھے تیرے پاؤں کا جوتوں میں ہونا متعجب کر رہا ہے کیونکہ میں تو تجھے ننگے پاؤں بھی صاحب نعل ہی دیکھتا ہوں)

مصباح وغیرہ میں ہے کہ لفظ نعل مؤنث ہے۔ اس کا اطلاق ' تاسومہ ' پر ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی شرح شمائل ترمذی میں نعل کا معنی کچھ اس طرح کرتے ہیں:

ما وقیت بہ القدم عن الارض — وہ شے جس کی وجہ سے پاؤں کو زمین سے محفوظ رکھا جائے۔

امام ترمذی نے نعل اور خف میں عرفاً تغایر کی وجہ سے الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں اور اگر عن الارض کی قید کو نعل کی تعریف کا حصہ مانیں تو ان میں لغۃً بھی تغایر ہو جائے گا۔ صاحبِ قاموس اور بعض دیگر ائمہ لغت کے کلام سے ظاہر یہی ہوتا ہے۔ کہ عن الارض تعریف کا حصہ ہے۔ علامہ عصام الدین نے تو اس پر تصریح کرتے ہوئے

Marfat.com

کہا کہ تعریف نعل میں خف شامل نہیں ۔کیونکہ یہ ان اشیاء میں سے نہیں جو زمین میں پاؤں کو محفوظ رکھ سکتی ہیں ۔

س: لفظ نعل کا مؤنث ہونا ان دو دلائل کی وجہ سے مخدوش ہے ۔

١ ۔ اس کی تصغیر بغیر تا کے نعیل آتی ہے ۔ حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ جو مؤنث تا سے خالی ہو اس کی تصغیر میں تا کا آنا ضروری ہوگا تاکہ اس اسم کے مؤنث ہونے کا علم ہو سکے اور تصغیر کلمات کی اصل صورت حال سے آگاہ کر دیتی ہے ۔ شیخ ابن مالک نے یہی ضابطہ اس طرح بیان کیا ہے ۔

" اس بات کا علم کہ اس کلمہ میں تا مقدر ہے یا تو اس کلمہ کی طرف لوٹنے والی قریب ضمیر آگاہ کرے گی یا تصغیر ۔

٢ ۔ ایک انصاری صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ سے مخاطب کیا:

یا خیر من یمشی بنعل فرد ۔ (اے وہ ذات جو تمام ان لوگوں سے بہتر ہے جو نعل میں چلتے ہیں)

یہاں لفظ فرد ، نعل کی صفت ہے ۔ حالانکہ مذکر ہے اگر لفظِ نعل مؤنث ہوتا تو صفت بھی مؤنث لائی جاتی ۔

ج : ان دلائل سے لفظِ نعل کا مذکر ہونا ثابت نہیں ہوتا پہلی دلیل سے جو کچھ ثابت ہو رہا ہے وہ از قبیل شاذ ہے جو قابلِ توجہ نہیں ۔ بہت سے الفاظ مونث ہیں مگر ان کی تصغیر شاذ طور پر بغیر تا کے آتی ہے ۔ مثلاً درع ، حرب ، زود ، ناب اور اس کی تصریح ابن ہشام اور ماوردی نے کی ہے ۔ علاوہ ازیں بعض ائمہ نے نعل کی تصغیر نعیلۃ ہی بیان کی ہے ۔

دوسری دلیل بھی قوی نہیں کیونکہ ابنِ اثیر نے صحابی کے اسی قول کے بارے لکھا

Marfat.com

ہے کہ نعل کے مؤنث ہونے کے باوجود لفظ فرد مذکر کا صفت لانا اس لیے ہے کہ نعل کا مونث ہونا حقیقی نہیں بلکہ غیر حقیقی ہے۔

ابن اثیر کا موقف اور اس کا رد

مجھے ابن اثیر کا درج ذیل موقف ہمیشہ کھٹکتا تھا کہ مونث کی دو اقسام ہیں ایک یہ کہ اس میں تا ظاہر ہو۔ دوسری جس میں تا مقدر ہو۔ پہلی کی تین صورتیں ہیں۔: مونث المعنی مثلاً عائشہ۔ یہ ضرورت کے بغیر مذکر مستعمل نہیں ہوگی۔ مونث اللفظ مثلاً حمزہ ضرورت کے بغیر مونث نہیں ہوگی اور مالیس معناہ مذکرا حقیقۃً (جس کا معنی حقیقۃً مذکر نہ ہو) مثلاً خشبۃ یہ لفظ کے اعتبار سے مونث ہوگی۔ خشبۃ واحدۃ۔ واضح رہے یہ تقسیم وہاں جاری ہو سکتی ہے جہاں مذکر و مؤنث میں امتیاز ہو۔ اگر امتیاز ہی نہیں مثلاً نملۃ تو بہر حال مونث ہی مستعمل ہوگی۔ اسی لیے ان لوگوں کے استدلال کو وہم قرار دیا گیا ہے جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور چیونٹی کو مؤنث ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "قالت نملۃ" سے استدلال کیا۔ دوسری قسم جس میں تا مقدر ہو مثلاً کتف، ید، نعل وغیرہ۔ اس قسم کا مدار سماع پر ہے۔ تا کے مقدر ہونے پر اس کلمہ کی تصغیر دلالت کرتی ہے مثلاً کتف سے کتیفۃ اور اس کے مونث ہونے کا علم تصغیر کے علاوہ عود ضمیر اور حذف تا عدد سے بھی ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی کلمہ عرب مونث استعمال کریں مگر اس کی تصغیر میں تا نہ آئے تو یہ شاذ ہوگا۔ اس طرح کے کچھ الفاظ کا تذکرہ ہم نے پہلے کر دیا ہے۔ یاد رہے انہی الفاظ میں سے لفظ "نعل" ہے۔

پھر میں نے علامہ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی کا شرح شمائل میں "نعل واحد" کے تحت ابن اثیر کا یہ رد پڑھا کہ یہاں واحد کی جگہ واحدۃ کا لفظ آنا چاہیئے۔

Marfat.com

کیونکہ نعل مؤنث ہے اور جن لوگوں (ابن اثیر) نے اس کے مذکر ہونے کی توجیہہ یہ کی ہے کہ نعل کے مؤنث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے ایسا کیا گیا ہے ان پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ مؤنث حقیقی اور غیر حقیقی کے درمیان فرق اسناد فعل میں ہے نہ کہ عدد میں لہٰذا عشرۃ تمرات نہیں کہا جا سکتا۔ الحمد للہ اس رد نے میرے موقف کی تائید کر دی (کہ لفظ نعل مؤنث حقیقی ہے) پھر علامہ ابن حجر نے حدیث مذکور کی شرح میں یہ کہہ کر بھی مجھے تقویت دی کہ ترمذی کے ایک نسخے میں نعل واحد ہے یہاں حاجت تاویل ہے اور اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ نعل مؤنث غیر حقیقی ہے۔ دوسرے مقام پر علامہ تفسیر الکافی میں نعل اور صورت نعل کے بیان میں کہتے ہیں کہ لفظ نعل کے مؤنث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے بتاویل ملبوس اس کا مذکر ہونا بھی صحیح ہوگا۔

لیکن آپ یہ بات جان چکے ہیں کہ لفظ نعل کی صفت مذکر لانے کی علت اس کا مؤنث غیر حقیقی ہونا قرار نہیں دیا جا سکتا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث اسراء میں رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان الفاظ بطست من ذھب ممتلٍ حکمۃً وایماناً (ایک سونے کی پلیٹ لائی گئی جو حکمت و ایمان سے (بھری ہوئی) معمور تھی) کی تشریح میں لکھا کہ یہاں ممتل کا مذکر لانا لفظ طست کی وجہ سے نہیں کیونکہ وہ مونث ہے البتہ اس کے معنیٰ اناء کی وجہ سے ہے۔ یہ گفتگو بھی ابن اثیر کی تردید کر رہی ہے۔ اگر ابن اثیر کا اطلاق درست ہوتا تو حافظ عسقلانی وہی عذر پیش کر دیتے کہ یہ مؤنث غیر حقیقی ہے، طست کی اناء کے ساتھ تاویل نہ کرتے اور ان کا یہ کہنا کہ لفظ طست کی صفت نہیں کیونکہ وہ مؤنث ہے واضح طور پر ابن اثیر کے اطلاق کی نفی ہے۔ باقی علامہ ابن حجر کے کلام میں کچھ ابہام تھا کہ انہوں نے مونث غیر حقیقی کو جزء علت قرار دیا لیکن حافظ کے کلام میں ایسی کوئی بات ہی نہیں کیونکہ انہوں نے علت ہی کسی اور کو قرار دیا ہے۔

Marfat.com

علاوہ ازیں زجاج کہتے ہیں کہ کلام عرب میں لفظ طست اگرچہ اکثر طور پر مؤنث مستعمل ہے مگر بعض اوقات بطور مذکر بھی آتا ہے تو اب لفظ حدیث میں تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

قول ابن اثیر کا محل

البتہ اس طرح کے مقامات ان کے اطلاق کا محل بن سکتے ہیں جیسا کہ حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

کیف کان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور علیہ السلام کے نعلین کس طرح کے تھے؟

یہاں حذف تا کی وجہ نعل کا مؤنث غیر حقیقی ہونا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کا مؤنث و مذکر دونوں طرح لانا جائز ہوتا ہے جیسے طلعت الشمس، طلع الشمس لیکن اسم ضمیر ہو تو پھر فعل کا مؤنث ہی لانا ضروری ہے۔ جیسے الشمس طلعت۔ حدیث مذکورہ میں تا کا حذف اسی قاعدہ پر ہے۔ سابقہ گفتگو میں علامہ عصام الدین اور ابن حجر نے بھی اسی طرف اشارہ کیا تھا۔ قواعد عربیہ کے مطابق واضح ہو گیا کہ لفظ نعل کی طرف بغیر تا کے بھی فعل کی نسبت بلا تاویل جائز ہے اور اگر کوئی تاویل کرتا ہے تو خیر ہی میں اضافہ ہے نقصان دہ نہیں۔

ایک محاورہ یہ بھی ہے انعلت الخیل (گھوڑے کو نعل پہنایا) حدیث میں بھی ہے کہ غسانی لوگ گھوڑوں کو نعل پہناتے ہیں قاموس کے حوالے سے یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور اس پر آئندہ بھی گفتگو ہوگی۔

نعل کو حذا بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ بعض شعراء نے کہا ہے

الناس مثل زمانهم قد الحذاء علی مثاله

Marfat.com

وکذا اذا افسد الزما
ن جری الفساد علی رجالہ
(لوگ اپنے اپنے معاشرے کے مطابق ہوتے ہیں جیساکہ جوتا ایک دوسرے
کی مانند اور جب زمانے میں فساد آجائے تو وہ لوگوں میں بھی سرایت کرتا ہے
جوتا پہنے ہوئے شخص کو احتذی کہتے ہیں ایک شاعر نے کہا ہے کل الحذا یحتذی
الحا فی الوقع۔
(ننگے پاؤں پتھروں پر چلنے والا بھی چاہتا ہے کہ اسے پورے پاؤں کا جوتا ملجائے۔
حذو یحذو بروزن دعا یدعو ہے۔

قس بالتجارب اغفال الامور کما
نقیس نعلاً بنعل حین تحذوها
(بھولی ہوئی اشیاء کو تجربات سے جان جیسے کہ ایک جوتے کو دوسرے کے برابر کیا
جاتا ہے)

"خالدالحذا" ایک مشہور محدث کا نام بھی ہے۔ حافظ عراقی کہتے ہیں کہ وہ جوتا
بناتے نہ تھے مگر بنانے والوں کے پاس بیٹھتے تھے۔ بنانیوالوں کے پاس بیٹھتے تھے۔
متعدد احادیث میں یہ لفظ آیا ہے۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو خرافات سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

لتركبن سنن من قبلكم
حذو النعل بالنعل۔

تم سابقہ امتوں کے ہر ہر قدم کی
پیروی کروگے۔

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مرفوعاً ہے

لیأتین علی امتی ما اتی
علی بنی اسرائیل حذو
النعل بالنعل۔

میری امت پر بھی بعینہ وہی (حال)
آئے گا جو بنی اسرائیل پر آیا۔

۲۔ گمشدہ اونٹ کے بارے میں فرمایا:

Marfat.com

لها معها حذاؤها وسقاؤها — اس کے ساتھ اس کا خف اور پانی ہوتا ہے۔

یعنی اونٹ پانی نہ ملنے کے باوجود سفر کر سکتا ہے۔

۲۔ سخت بارش کے موقعہ پہ گھر نماز کی اجازت ان الفاظ میں دی۔

اذا ابتلت النعال فالصلاۃ فی الرحال — جب جوتے کیچڑ میں پھنس جانے کا خطرہ ہو تو گھر نماز ادا کر لو۔

شیخ ابو محمد قاسم بن علی حریری نے " درۃ الغواص فی اوھام الخواص " میں کہا ہے کہ مذکورہ حدیث میں نعل کا معنی زمین کا سخت ہونا ہے۔ ثعلب نے ابو سلمہ کے حوالے سے فراء سے النعال کا معنی الارضون الصلاب (سخت زمین) نقل کیا ہے ؎

قوم اذا اخضرت نعالهم ، يتناهقون تناهق الحمر

(جب لوگوں کی چٹیل زمینیں سرسبز ہوں تو وہ گدھوں کی طرح ہنہناتے ہیں)

ثعلب کے نزدیک معنی حدیث یہ ہوگا کہ زمین پہ پھسلنے کا خطرہ ہو تو نماز گھر ادا کر لو۔

نعل کا معنی زوجہ کے بھی آتے ہیں۔ حریری نے مقامات میں لکھا۔

ان من لمس ظهر نعله ينتقض وضوءه من نعله — جس نے زوجہ کی پشت کا لمس کیا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

فائدہ در استعمال کاد

عربوں کے یہ محاورات ضرب المثل ہیں:

کاد المتنعل ان یکون راکبا (صاحب نعل قریب ہے وہ سوار

Marfat.com

ہو جائے)

کاد الحریص ان یکون عبدًا (قریب ہے حریص غلام بن جائے)

کاد الفقران یکون کفرًا (قریب ہے کہ بھوک و افلاس انسان کو کافر بنا دے)

کاد البیان ان یکون سحرًا (قریب ہے کہ خطاب جادو کا کام دے)

کاد البخیل ان یکون کلبًا (قریب ہے بخیل سگ ہو جائے)

عنقریب آرہا ہے کہ ان میں سے بعض محاورات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام میں بھی ہیں۔

حریری نے درۃ الغواص اور مسعودی نے شرح المقامات میں مذکورہ ہر محاورے پر حکایات نقل کی ہیں۔ ہم ان کا ذکر اس مبارک کتاب کے شایان شان نہیں سمجھتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعًا مروی ہے:

المتنعل بمنزلۃ الراکب (صاحب نعل سوار کی مانند ہے)

ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا:

المتنعل راکب (صاحب نعل سوار ہوتا ہے)

امام بخاری نے تاریخ، امام احمد نے مسند، حاکم نے مستدرک میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، طبرانی نے کبیر میں حضرت عمران بن حصین اور اوسط میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا:

استکثروا من النعال فان الرجل لایزال راکبًا مادام متنعلاً۔	نعال پہنا کرو۔ مرد جب تک نعل پہنتا ہے۔ سوار ہوتا ہے۔

حدیث کاد الحلیم ان یکون نبیًا۔ (قریب ہے بردبار نبی ہو جائے)

Marfat.com

کو خطیب بغدادی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا۔ کاد ت النمیمۃ ان تکون سحرًا (قریب ہے چغل خوری جادو کا کام دے)۔ اسے شیخ ابن لال نے حضرت انس سے مرفوعًا روایت کیا ہے اور کاد الفقر ان یکون کفرًا، کاد الحسد ان یکون یسبق القدر (قریب ہے حسد ہانڈی تک لیجائے) اسے امام ابو نعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے۔

میں چار بیٹوں کے کھو جانے پر نہ رویا مگر تو

ایک ضرب المثل زلت بہ القدم والنعل (مشکل مقام پہ قدموں کا ڈگمگا جانا بھی ہے)

اس سلسلہ میں صاحب "تنبیہ الاخیار علی ما فی المنامات فی الاشعار" نے ایک نہایت عجیب حکایت نقل کی ہے کہ جب بنو عباس غالب آگئے تو بنو امیہ کے لوگ پس پردہ چلے گئے۔ بنو عباس نے انہیں امن دینے کا اعلان کیا تو ان میں سے ایک جماعت مقام حیرہ پہ جمع ہوئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی کہانی سنائی، ایک نے کہا ہم میں سے ایک شخص کا چھوٹا بچہ اور حسین و جمیل بچی تھی۔ جب اس کے قتل کا حکم ہوا تو اس نے بچی حیرہ کے ایک شخص کے سپرد کر دی۔ اس شخص کے چار بیٹے شیروں کی مانند تھے۔ بنو عباس کو جب بچی کا پتہ چلا تو انہوں نے اس شخص سے کہا تم بچی ہمارے حوالے کر دو۔ اس نے انکار کر دیا تو انہوں نے اس کے بڑے بیٹے کو درندوں کے جزیرے میں پھینکدیا یہاں جو جاتا واپس نہ آتا۔ اس پر وہ اپنے انکار پہ قائم رہا۔ پھر دوسرے بیٹے کو ڈال دیا اور پوچھا بچی تیرے پاس ہے مگر اس نے پھر انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے تیسرے کو ڈال دیا اس نے کہا تم جو چاہو کر لو لڑکی نہیں مل سکتی۔ لہٰذا انہوں نے چوتھے بیٹے کو بھی ڈال دیا مگر اس نے لڑکی ان کے سپرد نہ

Marfat.com

کی۔ ایک دن وہ شخص اس لڑکی کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ رو رہی تھی۔ رونے کی وجہ پوچھنے پر کہنے لگی میں ان بچوں کی ماں کو کنگھی کر رہی تھی تو اس نے مجھے اس کنگھی سے تکلیف پہنچائی ہے۔ وہ شخص رو کر کہنے لگا۔ لا الٰہ الا اللہ۔

انت من ھذا تبکین وانا | تو اس ذرا سی تکلیف پر آنسو بہا رہی
لا ابکی من فقد الاولاد | ہے اور میں چار بیٹوں کے کھو جانے
الا دلعتی۔ | پر بھی نہیں رویا۔

پھر وہ آدمی سو گیا۔ خواب میں اس بچی کے مقتول والد سے ملاقات ہوئی اس آدمی نے یہ اشعار پڑھے اور بتایا کہ میں نے اپنے بیٹوں کے کھو جانے پر صبر و ہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔

ویا صاحبی تاسیت فی طلب الوفا | مواقف اھوال بھا النعل زلت
لتعلم انی قد وفیت وقلما | وفی من جمیع الناس حی لمیت

(اے میرے دوست ایسے مشکل مقامات پر وفاداری کا اندازہ خود کر۔ یہاں قدم پھسل جاتے ہیں تاکہ تو جان لے کہ میں نے وفا کی ہے ورنہ فوت شدہ کے لئے کوئی زندہ کم ہی وفا کرتا ہے)۔

مقتول نے اس شخص کی وفاداری پر دعا دی اور کہا:

فدونک غیضان الجزیرۃ عندھا | بنوک ھم بین سبع دلبوۃ
ودونک اصل السرو کنزا دفنتہ | تجدہ وقسم فی البنین مع ابنتی

(اس جزیرے میں جاؤ۔ وہاں تمہارے تم بیٹے درندوں کے درمیان محفوظ ہیں اور وہیں میں نے ایک خزانہ دفن کیا تھا اسے بھی حاصل کرلو اور اسے میری بیٹی سمیت اپنے بیٹوں میں تقسیم کردو)۔

وہ بیدار ہو کر جزیرہ میں گیا تو وہاں درندے ان لڑکوں کی حفاظت کر رہے تھے

Marfat.com

اسے دیکھتے ہی وہ چلے گئے۔ انہوں نے وہ خزانہ حاصل کر کے بیٹوں میں تقسیم کیا۔ اور بڑے بیٹے کا اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر دیا۔

یہ حکایت میں نے قاضی القضاۃ عزالدین احمد بن ابراہیم عسقلانی حنبلی سے نقل کی ہے۔ یہ بڑی اہم کتاب ہے۔ اس پر شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے حروفِ ابجد کے مطابق اضافات بھی کیے ہیں۔

قبال النعل کا معنیٰ

قبال قاف کے نیچے زیر بروزن قتال جوتے کا وہ زمام جو پاؤں کی درمیانی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان ہوتا ہے (قاموس) زمخشری کہتے ہیں کسی شے کا وہ حصہ جو سامنے ہو اسے قبال الشی وقبلتہ کہا جاتا ہے۔ جب جوتے میں زمام لگایا جائے تو کہا جاتا ہے۔ اقبل نعلہ۔ گذشتہ صفحات میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے قابلوا النعال (جوتوں پر زمام لگا دو) بقول ابوعبیدہ یہ تسمہ لگام کی طرح انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے بعض نے شرحِ حدیث ان الفاظ میں کی ہے: کہ شراک کی فرع کو گانٹھ کی طرف لوٹاؤ۔

صاحب "سبیل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد" لفظ "قبال" کے بارے میں لکھتے ہیں، قاف کے نیچے کسرہ

السیر الذی یعقد فیہ	وہ بھدری جس میں وہ تسمہ باندھا
الشسع الذی یکون بین	جاتا ہے جو درمیانی اور اس سے
الاصبع الوسطیٰ والتی تلیھا۔	متصل انگلی کے درمیان ہوتا ہے۔

بعض اہلِ لغت کے نزدیک اس سے مراد وہ تسمہ ہے جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ابنِ عساکر کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے لفظ قبال، قبال القدم سے

Marfat.com

بنا ہوا اور ہر شے کے پہلے حصہ کو قبال کہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیشانی اور اونچی جگہ کو بھی قبال کہتے ہیں کیونکہ وہ دیکھنے والے کے سامنے ہوتی ہیں۔ زمخشری کی سابقہ گفتگو سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طلقوا النساء لقبل عدتھن　　　عدت کی آمد پر طلاق دو

دوسری روایت میں " فی قبل طھرھن " ان کے طہر کی آمد پر" کے الفاظ ہیں۔ ایک حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

نھی ان یضحی بالمقابلۃ۔　　　مقابلہ جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔

مقابلہ جانور اس کو کہتے ہیں جس کے کان کا ابتدائی حصہ اس طرح کاٹ دیا جائے کہ وہ لٹکتا رہے۔

ابنِ عساکر کا رد

شیخ سراج بلقینی کہتے ہیں کہ ابن عساکر کی مذکورہ رائے قابلِ توجہ نہیں کیونکہ اشتقاق کے لیے معنی میں موافقت ضروری ہے حالانکہ جو قبال بمعنی " شی کے ابتدائی حصہ" ہے وہ بضم القاف ہے اور جو قبال بکسر القاف ہے اس کا استعمال " زمانہ اور وقت" کے لیے ہے۔ تو جب معنی میں موافقت نہیں تو اشتقاق کیسے ہوگا۔

لفظ شراک کی تحقیق

شراک (شین کے نیچے زیر) نعل کے تسموں میں سے ایک تسمہ جو اس کے سامنے والے حصہ پر ہوتا ہے۔ یہ اس دوسرے معنی کے بھی قریب ہے کہ شراک نعل کا وہ باریک تسمہ ہوتا ہے جو پشتِ قدم پر ہوتا ہے۔ روایت صحیح میں سیدنا

Marfat.com

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد بیمار ہوئے تو آپ نے یہ شعر پڑھا :-

کل امرءٍ مصبح فی اھلہ　　والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

(ہر شخص اپنے اہل میں اس حال میں صبح کرتا ہے کہ موت اس کے جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے)

بخاری اور مسند احمد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے :

الجنۃ اقرب الی احدکم من	جنت تم میں سے ہر ایک کے جوتے
شراک نعلہ ۔ والنار	کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔
مثل ذٰلک ۔	اسی طرح جہنم بھی۔

لفظ شسع کی تحقیق

قاموس کے مطابق شسع (بکسر شین) اور قبال دونوں ہم معنی ہیں شسع النعل اور اقبل النعل، جوتے میں تسمہ لگوانے پر کہتے ہیں۔ اس کی جمع شسوع ہے ابن عساکر اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں نعل کے تسموں میں سے تسمہ ہے۔

الذی یدخلہ المتنعل	جسے صاحب نعل اپنی دو انگلیوں کے
بین اصبعیہ و یدخل	درمیان داخل کرتا ہے اور اس کے
طرفہ فی الثقب الذی فی	ایک سرے کو اس سوراخ میں داخل
صدر النعال المشدود	کرتا ہے جو صدر نعل کی لگام میں بندھا
فی الزمام ۔	ہوتا ہے ۔

زمام سے مراد وہ لگام ہے جس میں شسع باندھا جاتا ہے۔ امام نووی نے بھی

Marfat.com

شرح مسلم میں یہی بات کہی ہے اور یہ رائے صاحب قاموس کے مخالف نہیں۔ البتہ صاحب سبل الھدی والرشاد کی رائے اس کے مخالف ہوگی۔ کیونکہ انہوں نے قبال کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ شسع اس کے علاوہ ہے۔ اب کچھ روایات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں لفظ شسع آیا ہے۔

مجھے ممتاز رہنا پسند نہیں

۱۔ ابن عساکر نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف کر رہا تھا۔ فانقطعت شسعہ۔ (آپ کا تسمہ ٹوٹ گیا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جوتا مجھے عنایت کیجئے تاکہ درست کر دوں۔ آپ نے فرمایا:

ھذہ اثرۃ ولا احب الاثرۃ۔	یہ ممتاز رہنا ہے اور میں ممتاز رہنا پسند نہیں کرتا۔

فضیلتِ خدمت اپنی جگہ مگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تواضع ایسا نہ کرنے دیا تاکہ ساتھیوں میں امتیاز نہ ہو۔

اس بات کی تائید وہ واقعہ بھی کرتا ہے جو ایک سفر میں پیش آیا۔ کھانا پکانے کا مرحلہ تھا۔ صحابہ نے مختلف ذمہ داریاں لیں۔ مثلاً کسی نے کہا میں آٹا گوندھتا ہوں۔ میں آگ جلاتا ہوں۔ میں پانی لاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنگل سے لکڑیاں لاتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تکلیف نہ فرمائیں ہم خود لے آتے ہیں۔ فرمایا:

قد علمت انکم تکفونی	میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کچھ کر لوگے
ولکن اکرہ ان اتمیز علیکم	لیکن میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں تم

Marfat.com

فان اللہ یکرہ من عبدہ ان یراہ متمیزا بین اصحابہ۔
سے ممتاز رہوں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کسی کا دوستوں سے ممتاز رہنا پسند نہیں فرماتا۔

لفظ "اثرۃ" کی تحقیق

سابقہ حدیث میں لفظ اثرۃ (ہمزہ اور ثا دونوں پر زبر) آیا ہے۔ یہ اثر یوثر سے جس کا معنی عطا کرنا ترجیح دینا اور کسی شی میں منفرد ہونا ہے۔ یہ ظلم کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔

ستروں بعدی اثرۃ
تم میرے بعد دیکھو گے کہ تمہارے حقوق غصب ہوں گے۔

۲۔ امام بدرالدین عینی نے حدیث استخارہ میں حضور علیہ السلام کے یہ الفاظ ذکر کیئے ہیں:

لیسال احدکم ربہ حتی فی شسع نعلہ۔
تم اپنے رب سے ہی مانگو حتی کہ جوتے کا تسمہ بھی۔

۳۔ محدث ابویعلی نے مسند میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سلوا اللہ کل شی حتی الشسع، فان اللہ ان لم ییسرہ لم یتیسر۔
اللہ سے ہی مانگو حتی کہ تسمہ بھی کیونکہ وہ آسانی نہ فرمائے تو آسانی نہیں ہوتی

۴۔ امام ابن السنی "عمل الیوم واللیلۃ" میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

يسترجع احدكم فى كل شىء حتى فى شسع نعله فانها من المصائب ۔ — ہر شے میں اناللہ پڑھو حتیٰ کہ تسمہ ٹوٹنے پر بھی کیونکہ یہ مصائب میں سے ہے

۵۔ ابن العربی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا :

اذا انقطع شسع احدکم فلیسترجع فانها من المصائب ۔ — جب تسمہ ٹوٹ جائے تو اناللہ پڑھو کیونکہ یہ بھی مصائب میں سے ہے۔

چار اہم فوائد

۱۔ حضور علیہ السلام کی ہر نعل کی دو دو بھدریاں تھیں جیسا کہ اس پر عنقریب احادیث آرہی ہیں۔ صرف ایک بھدری کا رواج امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے ہوا ۔

۲۔ بعض حفاظِ حدیث نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمام کو انگوٹھے اور متصل انگلی کے درمیان اور دوسرے زمام کو درمیانی اور اس سے متصل انگلی کے درمیان رکھتے اور ان دونوں کو اس تسمہ کے ساتھ جمع فرماتے جو پشت قدم پر تھا جسے شراک کہا جاتا ہے۔ عنقریب ہم اس پر احادیث جمع کریں گے کہ شراک بھی دو دو تھے ۔

۳۔ بعض اہلِ علم نے قبال کی مذکورہ تعریف سے یہ کہتے ہوئے اختلاف کیا ہے کہ اس میں دوسرے اقوال کے ساتھ تناقض ہے۔ اس کا جواب شیخ عصام الدین نے یہ دیا ہے کہ زمام نعل اسی کو ہی کہتے ہیں جو درمیانی اور

Marfat.com

اس سے متصل انگلیوں کے درمیان ہو خواہ پہننے والا اسے ان دونوں کے یا ان کے علاوہ دوسری دو انگلیوں کے درمیان رکھے۔

۴۔ امام ابن العربی نے فرمایا کہ نعل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا لباس ہے۔ دوسرے لوگ اپنے اپنے علاقے کے مطابق زمین اور کیچڑ وغیرہ سے محفوظ رہنے کے لیے دوسرا جوتا پہن سکتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

بابِ اوّل

احادیثِ مبارکہ

اور

نعلین شریفین

Marfat.com

Marfat.com

اس باب میں نعلین مبارک کے بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کا تذکرہ اور ان میں وارد شدہ مشکل الفاظ کی تشریح کی جائے گی۔

واضح رہے احادیث اس سلسلہ میں بہت ہیں مگر ہم ان میں سے بعض کو تبرک کے طور پہ ذکر کر رہے ہیں۔

نعلین مبارک اور احادیث

۱۔ ابن عساکر، بخاری اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:

کانت نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہا قبالان۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل کے دو زمام تھے۔

۲۔ بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

ان نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لہا قبالان	نعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو زمام تھے۔

۳۔ ترمذی کی روایت اس طرح ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان نعلاہ لھما قبالان.	بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے لیے دو زمام تھے۔

اس کے بعد فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

Marfat.com

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبالان۔	نعلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دو زمام تھے۔

۵۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

کیف کان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟	رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل کیسے تھے؟ فرمایا آپ کے نعل کے
قال لھما قبالان۔	دو زمام تھے۔

"لھما قبالان" کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ آپ کی نعل کے دو زمام بنائے گئے تھے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ حضرت قتادہ کا سوال نعل کی ہیئت و کیفیت کے بارے میں تھا کہ کیا نعل کے دو زمام تھے یا ایک؟

شیخ عصام الدین کہتے ہیں کہ سوال میں یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں اول یہ کہ کیا نعل کے دو زمام تھے ۔۔۔ دوسرا یہ کہ مطلقاً معرفت نعل مقصد ہو۔

واضح رہے جواب میں اسمیہ جملہ لایا گیا ہے تاکہ دوام پہ دلالت ہو۔ سابقہ روایت بخاری اس بات پر شاہد ہے کہ ہر نعل کے دو دو زمام تھے۔

علامہ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جو جواب دیا ہے کہ نعل کے تسمے تھے یا تو سائل کی مراد سے آگاہ ہونے کی وجہ سے کہا یا نعل کی وہ مخصوص حالت بیان کر دی جس کے بارے میں سوال کیا جا سکتا تھا۔

۶۔ امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبالان مثنی شراکھما	حضور کے نعلین کے دو زمام تھے اور ان پہ دو تسمے تھے۔

حافظ عراقی نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

ثنی، اسم مفعول ہے یہ لفظ ثنی بمعنی "شی کو دو بنانا" سے بنا ہے بعض کے نزدیک ثنی کا معنی شی کو دوسری شی کی طرف رد کرنا ہے۔ شیخ عصام نے دوسری رائے کو یہ کہتے ہوئے رد کیا ہے کہ یہ اس مقام کے مناسب نہیں اور ان دونوں معانی کو متقارب بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۷۔ امام ترمذی نے عیسٰی بن طہمان کے حوالے سے روایت کیا کہ

اخرج لنا انس بن مالک نعلین جرداوین لهما قبالان۔ — ہمیں حضرت انس بن مالک نے دو بے بال نعلین دکھائے جنکے دو زمام تھے

اور پھر کہا کہ مجھے اس کے بعد حضرت ثابت نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا:

انهما کانتا نعلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ — یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین ہیں۔

جرداوین، وہ جوتے جن پہ بال نہ ہوں۔ نہایہ میں ہے "ارض جرداء" اس زمین کو کہتے ہیں جس میں سبزہ نہ اُگے اس کا معنی شرح السنۃ میں خلقین کیا ہے یعنی آپ کے وہ نعلین پرانے تھے۔

حافظ عراقی، ترمذی اور بخاری نے مذکورہ روایت میں یہی الفاظ ذکر کیے ہیں:

لهما قبالان یعنی نعلین میں دو بدریوں کا ثبوت ہے اور لفظ "لیس" کا ذکر نہیں حالانکہ ابوالشیخ نے اسی روایت میں "لیس لهما قبالان" ذکر کیا جس سے بدریوں کی نفی ہوتی ہے۔ اس بارے میں شارحین حدیث کی دو آراء ہیں:

۱۔ روایت ابوالشیخ میں کتابت کی غلطی ہے۔

۲۔ یہ لفظ لیس نہیں بلکہ لُسْنٌ (بضم اللام، سکون سین) ہے۔ یہ لسن کی جمع

Marfat.com

ہے جس کا معنی "نعل طویل" ہے۔ اب تمام روایات کا معنی یہ ہوگا کہ وہ نعلین لمبی تھیں اور ان میں دو دو بدریاں تھیں۔

باقی عیسیٰ بن طہمان کا یہ کہنا کہ اس کے بعد ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین ہیں" نہایت ہی احتیاط پر مبنی ہے۔ ممکن ہے انہوں نے حضرت انس کے پاس نعلین کی زیارت کی ہو مگر ان کی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کے بارے میں ان سے نہ سنا ہو۔ اس مجلس کے بعد حضرت ثابت نے انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ یہ نعلین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

علامہ ابنِ حجر نے "فحدثنی ثابت بعد انس" میں بعد کا مضاف الیہ اخراجِ نعلین، قرار دیا ہے۔ یعنی جب حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ نعلین نکالے تو اس وقت انہوں نے فرمایا کہ یہ رسولِ خدا کے ہیں۔ لیکن یہ رائے تب ہی درست ہوسکتی ہے جب اخراج کے ساتھ ہی یہ بیان ہوا در ابن طہمان بھی اسی مجلس میں ہوں حالانکہ روایت میں "عن انس" کے الفاظ ہیں جو واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس سے نہیں سنا ـــــ اور اگر انہوں نے اخراج نعلین کے بعد یہ کلمات حضرت انس سے سنے ہوتے تو وہ بلا واسطہ اسے روایت کرتے۔ درمیان میں حضرت ثابت کو نہ لاتے۔ حضرت ثابت کا درمیان میں لانا واضح کر رہا ہے کہ یہ اخراجِ نعلین کی مجلس نہ تھی بلکہ دوسری مجلس تھی۔ اسی لیے شیخ عصام نے تشریح حدیث میں بعدیۃ المجلس کہا بعدیۃ الاخراج نہیں کہا اور یہی درست ہے۔

۸۔ ابن عساکر نے یہی روایت حضرت عیسٰی بن طہمان سے ان الفاظ میں بیان کی۔

اخرج الینا انس بن مالکؓ	ہمیں حضرت انس نے دو نعلین دکھائے
نعلین لهما قبالان وهما جردوان	جن کے دو زمام تھے اور ان دونوں پر

Marfat.com

لیس علیھما شعر فرأینا انھما نعلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وحدثنا ثابت عن انس بن مالکؓ انھما نعلا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔	بال نہ تھے۔ ہم نے محسوس کیا۔ حضور کے نعلین ہیں اور کہا کہ ہمیں ثابت نے حضرت انس کے حوالے سے بتایا کہ یہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین ہیں۔

۹۔ شیخ سراج بلقینی کی گفتگو

شیخ سراج بلقینی امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ ہمیں عیسیٰ بن طہمان نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے دو نعلین لائے جن پر دو دو بدریاں تھیں۔

فقال ثابت البنانی ھذہ نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	ثابت بنانی نے بتایا کہ یہ نعلین نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اسے خود بخاری نے کتاب اللباس میں "باب قبالان فی نعل" کے تحت تخریج کیا ہے۔

آگے چل کر سراج بلقینی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ان پانچ ابواب (باب ماذکر فی درع النبی، باب ماذکر فی عصاہ، باب ماذکر فی سیفہ، باب ماذکر فی قدحہ، باب ماذکر فی خاتمہ) کے تحت تخریج کیا ہے۔

۱۰۔ بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سامنے ایسے نعلین لائے جن پر بال نہ تھے اور ان پر دو بدریاں تھیں۔

Marfat.com

فحدثنی ثابت البنانی بعد عن	مجھے بعد میں ثابت بنانی نے حضرت انس
انس انهما نعلا النبی صلی الله	کے حوالے سے بتایا کہ یہ حضور کے نعلین
تعالیٰ علیه وسلم۔	ہیں۔

مذکورہ روایت بخاری بتا رہی ہے کہ روایت ۹ میں حضرت ثابت بنانی کا جو قول "هذه نعل النبی صلی الله علیه وسلم" ہے۔ وہ اس موقعہ کا نہیں جب حضرت انس نے نعلین نکالے تھے۔ بلکہ بعد کا ہے۔ چنانچہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ نے حضرت انس سے نہیں سنا بلکہ انہوں نے ثابت سے اور ثابت نے حضرت انس سے سنا ہے۔ البتہ اخراج نعلین، عیسیٰ نے حضرت انس سے بیان کیا ہے۔

حافظ مزیؒ کو مغالطہ ہو گیا کیونکہ انہوں نے "اطراف الحدیث" میں عیسیٰ بن طہمان کے حالات میں یہی حدیث اسی سند سے بیان کر کے کہا ہے "یہ تقاضا کر رہی ہے کہ عیسیٰ نے ثابت سے اور انہوں نے حضرت انس سے اخراج نعلین بیان کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخراج نعلین کا تذکرہ حضرت انس سے عیسیٰ کا بلا واسطہ ثابت ہے۔ البتہ اس بات کا بیان کہ "یہ رسول خدا کے نعلین ہیں" ثابت کے واسطے سے ہے" صاحب اطراف نے ترجمہ عیسیٰ میں صرف اخراج کا ہی تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ انہیں دونوں کا ذکر کر کے فرق واضح کرنا چاہیئے تھا۔

ابن عساکر نے اپنے جزء میں اپنی سند سے اس روایت کو جس طرح بیان کیا ہے وہ بھی ہماری ——— تائید کرتا ہے، اسی طرح شیخ سراج کی یہ گفتگو بھی ہماری اس تنقید کو تقویت دیتی ہے جو ہم نے علامہ ابن حجر کے بعدیت کا معنی بیان کرتے ہوئے کی تھی۔

۱۱۔ بخاری میں حضرت عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا اے ابو عبد الرحمٰن میں آپ کو ایسے چار عمل کرتے دیکھتا

Marfat.com

ہوں جو کوئی دوسرا نہیں کرتا فرمایا وہ کون سے ہیں ؟ حضرت عبید نے کہا :

آپ کعبہ کے یمنی جانب ستونوں کو مس کرتے ہیں ۔

نعال سبتیہ پہنتے ہیں ۔

زرد رنگ پسند کرتے ہیں ۔

اہل مکہ طلوع چاند کے وقت حج کا احرام باندھتے ہیں مگر آپ یوم ترویہ کو احرام باندھتے ہیں ۔ اس پر انہوں نے فرمایا

ارکان کا معاملہ یہ ہے :

فانی لم ار رسول صلی اللہ علیہ وسلم یمس من الارکان الا الیمانیین ۔	میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی جانب کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔

نعال سبتیہ پہننا اس لیے پسند کرتا ہوں ۔

فانی رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال لیس فیھا شعر و یتوضا فیھا	میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے نعلین پہنتے ہوئے دیکھا جن پر بال نہ تھے ۔ آپ انہی میں وضو کر لیتے ۔

زرد رنگ پسند کرنے کی وجہ یہ ہے :

رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بھا	میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ استعمال کرتے ہوئے دیکھا

رہا احرام باندھنے کا مسئلہ

فانی لم ار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھل حتی تبعث بہ راحلتہ ۔ (البخاری کتاب الوضوء)	میں نے دیکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت احرام باندھتے جب آپ کی سواری سفر کے لیے کھڑی ہوتی ۔

Marfat.com

۱۲۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں حضرت عبید بن جریج سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا آپ نعالِ سبتیہ ہی پہنتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا:

رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لیس فیھا شعر ویتوضا فیھا فانی احب ان البسھا	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نعلین پہنے دیکھا ہے جن پر بال نہ تھے اور آپ انہی میں وضو فرما لیتے۔ میں بھی انہیں پہننا پسند کرتا ہوں۔

نوٹ: اس روایت میں جو عبید بن جریج ہیں یہ مدنی بنو تمیم کے آزاد کردہ غلام اور ثقہ ہیں۔ ان سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ترمذی نے شمائل میں حدیث روایت کی ہے۔ ان کے اور عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی کے درمیان کوئی رشتہ نہیں بعض لوگوں (جو اس فن میں درک نہیں رکھتے) کا یہ کہنا کہ مذکورہ روایت میں جو عبید بن جریج ہیں یہ عبدالملک۔ ابن جریج کے چچا ہیں ہرگز درست نہیں۔ اس بات کی نشاندہی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کی ہے۔ عبید بن جریج نے جو کہا "آپ کے اصحاب میں سے کوئی نہیں کرتا" اس سے مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حافظ فتح الباری میں کہتے ہیں کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر کا صرف ان صحابہ سے انفراد ہے جنہیں عبید بن جریج نے دیکھا۔ سبھی سے نہیں۔ مازری کا قول یہ ہے

یحتمل ان یکون المراد لا یصنعھن غیرک مجتمعۃ وان کان یصنع بعضھا۔	ممکن ہے یہ مراد ہو کہ آپ کے علاوہ اجتماعی طور پر صحابہ نہیں کرتے تھے اگرچہ ان میں سے بعض پر عمل کرتے تھے۔

لفظ سبتیہ کی تحقیق

السبتیہ (سین کے نیچے زیر اور یا مشدد) سبت کی طرف منسوب جس کا

Marfat.com

معنی گائے کا وہ چمڑہ جسے کسی بھی شے سے رنگا گیا ہو یا وہ چمڑہ جسے کیکر کے پتوں سے رنگا گیا ہو۔ شیخ عصام کا کہنا یہ ہے کہ سبتیہ میں مصنوع مادہ (میٹریل) کی طرف نسبت ہے۔ ابو عمر کا قول ہے کہ ہر رنگا ہوا چمڑہ سبت ہے۔ بقول ابو زید سبت صرف گائے کے چمڑے کو کہا جاتا ہے خواہ وہ رنگا ہوا ہو یا نہ۔ المحکم میں ہے بعض نے سبت کو گائے کے چمڑے کے ساتھ خاص کیا ہے چاہے وہ رنگا ہوا ہو یا نہ اور ابو زید کا قول بھی یہی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ سبت وہ چمڑا ہے جس پر بال نہ ہوں۔

ازہری کی تہذیب اور دیگر کئی حضرات نے ایسا ہی کہا ہے۔ اس کا نام سبتیہ اس لیے ہے کہ اس سے بال محو کر دیئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے سبت رأسہ (اس نے اپنا سر منڈوالیا) اور سبت کا معنیٰ کاٹنا بھی ہے اور اسی سے یوم السبت (ہفتہ کا دن) کیونکہ وہ زمانے کا ایک ٹکڑا ہے۔ اور منقول ہے اس کا نام سبت اس لیے ہے کہ اس میں تخلیق منقطع ہوئی یعنی یوم جمعہ کو تخلیق مکمل اور جمع ہوئی۔ اس لیے اس کا نام جمعہ ہوا۔ اور ہفتہ کے روز منقطع ہوئی کیونکہ اس سے پہلے جمعہ کو مکمل ہو چکی تھی اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث مسلسل جس میں تشبیک ید (ہاتھ پکڑ کر روایت کرنے کا تذکرہ) ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ہفتہ کے دن تخلیق فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں اور امام مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت فرمایا، یاد رہے امام ابن حجر نے شرح ہمزیہ میں دنوں کے بارے میں بڑی نفیس گفتگو کی ہے اور ہم اسے بیان کر رہے ہیں اور امام سہیلی وغیرہ نے اس قول کو "کہ خلق یوم ہفتہ کو ہوئی" یہود کی طرف منسوب کیا ہے۔

Marfat.com

شرح ہمزیہ میں امام ابنِ حجر کی گفتگو

امام ابن حجر نے ہمزیہ کی شرح میں اس قول کے تحت کہ "ہفتہ کا دن مبارک دن ہے" فرمایا ہفتہ کا دن ہفتے کا آخری دن ہے اور بدھ چوتھا اور یہ بھی کہا گیا کہ ہفتہ پہلا دن ہے اور بدھ پانچواں ہے۔ شیخ کا اس قول کہ ہفتہ آخری دن ہے..... الخ کو لفظ "قیل" سے نقل کرنا عجیب ہے۔ حالانکہ اس پر حدیث صحیح وارد ہے۔ اور اسی پر اکثریت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے جیسا کہ روضہ نووی میں ہے کہ: ——— امام مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

خلق الله التربة يوم السبت وخلق الجبال يوم الاحد وخلق الشجر يوم الاثنين وخلق المكروه يوم الثلاثه وخلق النور يوم الاربعا وبث فيها الدواب يوم الخميس وخلق آدم بعد العصر من يوم الجمعة فى آخر الخلق فى آخر الساعة من النهار فيما بين العصر الى الليل۔	اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز مٹی کو پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اتوار اور درختوں کو پیر اور مکروہات منگل کو نور بدھ کو اور جمعرات کو جانوروں کو جبکہ آخر میں حضرت آدم کو جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد اس گھڑی میں پیدا کیا جو عصر اور رات کے درمیان ہے۔

امام اسنوی، امام سہیلی اور ابن عساکر نے اس قول کی تصویب کی کہ ہفتہ پہلا دن

Marfat.com

ہے ایک اور مقام پر امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا دن اتوار ہے اور فرمایا کہ سوموار کو یوم الاثنین اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دوسرا دن ہے مگر اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ دنوں کے ناموں کی توجیہ میں مناسبت کا قول ضعیف ہے۔ البتہ اتوار کے پہلے دن ہونے پر امام قفال کے قول سے تائید ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ حدیث سابق کے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں اور امام علی بن المدینی اور امام بخاری وغیرہ نے اس پہ جرح کرتے ہوئے اسے حضرت کعب کا قول قرار دیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ نے انہی سے سنا لیکن بعض راویوں کو اشتباہ ہوا۔ لہٰذا اس کو مرفوع بیان کر دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حفظ رفع اور عدم حفظ میں تردد کی صورت میں حفظ حجت ہوتا ہے۔ ثقہ راوی کی حدیث صرف ظن کی بنا پر رد نہیں کی جا سکتی۔ اسی لیے امام مسلم نے ان محدثین کے قول سے اعراض کرتے ہوئے اس حدیث کے مرفوع ہونے پر اعتماد فرمایا اور اسے مسنداً روایت کیا۔ لہٰذا اس کو مرفوع ماننا اور قبول کرنا ضروری ہے اور ابن عساکر کا ہفتہ کو پہلا دن قرار دینا تو اس کی تائید ابن جریر نے بھی کی ہے۔ کیونکہ اس عالم کی تخلیق چھ روز میں مکمل ہوئی اور حضرت آدم کو جمعہ کے روز تخلیق کیا گیا۔ یہ تب صحیح ہوگا جب جمعہ بھی ان چھ دنوں میں شامل ہو حالانکہ یہ ثابت نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیق اشیاء کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تخلیق آدم کو ساتویں دن میں قرار دیا اور وہ جمعہ ہے۔ اور یہ بات ثابت نہیں کہ ان کو آخری دن میں تخلیق فرمایا جبکہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ عالم کو چھ دنوں میں تخلیق فرمایا اور ان کا آخری دن جمعرات ہے اور حضرت آدم کو اس کے بعد تخلیق فرمانے میں اشارہ تھا کہ تمام اشیاء کی تخلیق ان کے فائدے کے لیے ہے۔ اور حدیث سابق جو بحوالہ مسلم مذکور ہوئی وہ اس میں ظاہر ہے اور اس کی مؤید وہ صحیح خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جمعہ کی طرف رہنمائی کی اور یہود و نصاریٰ کو اس سے غافل رکھا۔

Marfat.com

کیونکہ یہود کا اعتقاد تھا کہ ہفتہ کا پہلا دن اتوار ہے۔ جمعہ چھٹا دن ہوا تو انہوں نے ہفتہ کو لے لیا جو ساتواں دن بنتا تھا اور نصاریٰ کے اعتقاد کے مطابق پہلا دن سوموار تھا تو انہوں نے اتوار کو لیا اور اس امت کے اعتقاد کے مطابق ہفتہ پہلا دن ہے تو اس لحاظ سے ساتواں آخری دن جمعہ کا ہے۔ اور ایام کے ناموں میں اشتقاق کا کوئی اعتبار نہیں کہ احد کے واحد سے مشتق ہونے کی وجہ سے اتوار کو یوم الاحد کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اتوار پہلا دن ہوا۔ کیونکہ ان ناموں کے بارے میں یہ بات نہ تو اللہ نے بتائی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ یہودیوں نے ان ایام کے یہ نام اپنے مذہب کے مطابق رکھے تو عربوں نے ان سے اسی طریقہ پر قبول کر لیے اور قرآن میں سوائے جمعہ اور ہفتہ کے کوئی نام بھی وارد نہیں اور یہ دونوں اسماء عدد میں سے نہیں ہیں اور اگر یہ ثابت بھی ہوں تو اس میں کوئی دلیل نہیں تھی کیونکہ عرب والے جمعرات کو الاربعا کہا کرتے تھے اور ایسے ہی حضرت ابن عباسؓ نے اسے اخذ فرمایا اور اس قول میں ہو سکتا ہے کہ وہ منفرد ہوں کہ یوم عاشورہ محرم کا نوواں دن ہے۔ اور اس کا نوواں ان کا آٹھواں دن ہے اور اسی طرح یہ قول کہ ہفتہ کا دن مبارک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تخلیق کی ابتدا فرمائی جیسا کہ گزرا بخلاف یہود ان کے نزدیک تخلیق کی ابتدا اتوار کو ہوئی۔ اور جمعہ کے دن اس سے فراغت ہوئی جبکہ ہفتہ کا روز آرام کا روز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسی لیے ہفتہ کو ہم چھٹی کرتے ہیں جیسا کہ رب نے اس دن آرام کیا تھا۔ ہم بھی آرام کرتے ہیں۔ یہ ان کی جہالت اور بے وقوفی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد ان الفاظ میں فرمایا: وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ (ہمارے لیے تھکاوٹ نہیں ہے) یعنی اللہ تعالیٰ تھکاوٹ سے بالاتر ہے۔ کیونکہ تھکاوٹ اسی سے متصور ہوتی ہے جو کہ حاجت اور اسباب میں کسی غیر کا محتاج ہو۔ اور اللہ ان اشیاء سے پاک و بری ہے۔ کیونکہ اس کا فرمان عالی اِنَّمَا

Marfat.com

اَمْرُنَا لِشَیْئٍ اِذَا اَرَدْنَاہُ اَنْ نَقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یعنی جب ہم کسی شے کو بنانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو حکم کرتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے) یعنی وہ فوراً موجود ہو جاتی ہے اور اس کے ارادے سے پیچھے نہیں رہتی پس لفظ کُنْ یہ ارادہ سے ہی کنایہ ہے۔

(سبتۃ) یہ مغرب میں ایک بہت بڑا شہر ہے جو بحر زقاق پر واقع ہے۔ اور قاضی ابوالفضل عیاض جو "الشفا" اور "مشارق الانوار" جیسی بلند پایہ کتب کے مصنف ہیں اسی شہر کے رہنے والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ سبت کا نام سبت اسی لیے رکھا گیا ہے کہ اس کا مطلب قطع کرنا دکاٹنا ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس شہر کا نام رکھنے میں جو حکمتیں ہیں میں نے اپنی کتاب "ازھار الریاض فی اخبار عیاض" میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے، جس سے نفس اور عقل دونوں مطمئن ہو جاتے ہیں اور شیخ ھروی کی کتاب "غریبین" میں ہے کہ نعل کا نام سبتیہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کو دباغت کے ساتھ نرم کر دیا گیا ہے۔ ایک محاورہ ہے رطبۃ" سبتۃ" (وہ تر اور نرم ہے)

ابن التین کی کتاب میں داؤدی سے مروی ہے کہ سبتیہ کا لفظ ایک بازار کے نام سبت کی وجہ سے ہے مگر اس پر اعتراض ہوگا کہ پھر سین کے فتح کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ حالانکہ یہ مردود ہے۔ کیونکہ یہ تو کسرہ کے علاوہ نہیں آیا جیسا کہ ابھی ہم نے پچھلے صفحات میں بیان کیا۔ صاحب المنتہی نے کہا کہ یہ سبت کی طرف منسوب ہے اور سبت وہ بوٹی ہے جس سے دباغت دی جاتی ہے۔ میں (مصنف کتاب) کہتا ہوں کہ یہ سبت ہے اور سین کے کسرہ کے ساتھ محفوظ ہے یہ سبت سین کے ضمہ کے ساتھ معروف نہیں اور میں نے قطرب نحوی کی کتاب میں بضم سین سبت دیکھا وہ بوٹی جو خطمی کے مشابہ ہو۔

Marfat.com

کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے :

وارض بحارا لمــــدلجون   تری السبت فیھا کرکن الکثیب

(وہ زمین جس میں اندھیرے میں لوگ حیران ہوتے ہیں وہاں تو سبت بوٹی کو ٹیلے کی مانند پائے گا) یعنی وہاں ہر چھوٹی چیز بڑی نظر آئے گی۔

سبت کے معانی بیان کرتے ہوئے قطرب نے کہا :

حمـدت یوم السبت   اذ جاء محذی السبت

علـی نبات السـبت   المھـمـۃ للمستصعب

(میں نے ہفتہ کے دن کی تعریف کی ہے کیونکہ سبتی جوتے والا آیا ، سبت بوٹی پہ اور محنتی ہی مشکلات میں کامیاب ہوتا ہے۔

اس کے شارح القادری نے لکھا :

حمـدت یوم السبت   و وقعـتا فی الزمن

اذ جاء محذی السبت   و السـبت نعل یمنی

علی نبـات السبت   نبت بارض المغرب

والمھـمـۃ للمستصعب

(میں نے ہفتہ کے دن اس کے وقت میں تعریف کی کیونکہ سبت جوتے والا یعنی یمنی نعل والا آیا۔ اس بوٹی پہ جو مغرب میں اُگتی ہے اور مشکل پسند کو ہی منزل ملتی ہے)

شارح مغربی نے کہا

والسبت یوم عیـدًا   والسـبت نعل حمدا

والسنبت نبت وجدًا   فی معـمـر او سـبب

(سبت سے مراد ہفتہ کا دن یوم عید ہے اور سبت بہت خوبصورت نعل اور سبت بوٹی کا نام بھی ہے جو معمر اور سبب میں اُگتی ہے)

Marfat.com

شیخ عصام کی گفتگو اور اُس کا رد

شیخ عصام اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیاقِ حدیث اس بات پر شاہد ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر اس سوال و جواب کے وقت سبتیہ جوتا پہنے ہوئے نہیں تھے لہٰذا ان سے اس کے ترک کے بارے میں سوال کیا گیا ــــ اس پر یہ اعتراض ہے کہ سوال کے وقت ترک، مطلق ترک کا تقاضا نہیں کرتا اور اگر بصورت تنزّل مان بھی لیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر کی وجہ سے ترک کیا ہو مثلاً ان کے پاس موجود ہی نہ ہو۔

یا بایں طور بھی کہ یہاں ترک نہیں بلکہ ظاہر متبادر یہی ہے کہ وقت سوال آپ بستر پر بیٹھے ہوئے تھے اور یہ وقت جوتا پہننے کا نہیں ہوتا اور یہ بہت زیادہ واضح ہے اور آپ کا قول کہ "سبتیہ جوتا پہننے کو پسند کرتا ہوں" بقول شیخ عصام آپ نے واضح کر دیا کہ میں اس لیے پہنتا ہوں کہ یہ بالوں سے خالی ہے نہ کہ خصوصیت کی وجہ سے اور کہا کہ اس سے اُس اعتراض کا بھی ازالہ ہو گیا کہ یہ سبتیہ جوتا صرف صاحب حیثیت اور امیر لوگوں کا جوتا ہے۔

شرح میں ہے کہ حدیث بخاری کا سیاق اس بات پر دال ہے کہ آپ سے سوال، صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے تھا کیونکہ آپ سے یہی پوچھا گیا کہ تم یہ چار کام کرتے ہو حالانکہ باقی صحابہ نہیں کرتے اور ان چار میں سبتیہ کا پہننا بھی ہے اور بعض علماء نے عصام کے کلام کا رد کیا ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ یہ جوتا صاحب حیثیت اور مالدار لوگ پہنتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ نے اسے تحدیثِ نعمت کے طور پر استعمال کیا اور اس کی اجازت قرآن میں ہے (فاما بنعمۃ ربک فحدث) اور میرے نزدیک اس کی سب سے اچھی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس کے ساتھ

Marfat.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سمجھتے ہوئے محبت کرتے تھے نہ کہ اس وجہ سے کہ جو شیخ عصام نے بیان فرمائی اگرچہ بعض محققین کا بھی یہی خیال ہے اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے میرے والی توجیہہ کی ہے ۔ الامام العارف الربانی سید محمد بن یوسف السنوسی صاحب عقائد (عقیدہ اہل التوحید المخرج من ظلمات الجہل و ربقۃ التقلید المرغمۃ انف کل مبتدع عنید) ہیں پھر میں نے دیکھا کہ یہی علت علامہ ابن حجر نے اس قول ابن عمرؓ (کہ میں اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی وجہ سے پہننا پسند کرتا ہوں) کے تحت بیان کی اور جب حدیث کا سیاق وسباق اس چیز کا مقتضی ہے بلکہ اس میں صاف صراحت ہے تو اب کسی دوسری علت کی طرف دھیان دینے کی حاجت نہیں ہے ۔ (واللہ اعلم)

اور بعض ائمہ نے فرمایا سائل کا یہ کہنا کہ تمہارے دوست نہیں پہنتے محل نزاع ہے ۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ سائل نے ان لوگوں کے حوالے سے کہا جنہیں اس نے دیکھا اور اگر ہم تمام صحابہ کے بارے میں جان لیں تو وجہ یہ ہوگی کہ ممکن ہے کہ انہیں اس بارے میں کوئی شی نہ پہنچی ہو اور ابن عمر اسے محفوظ کرنے میں ممتاز ہوں ۔

مذکورہ صاحب رائے تک وہ بات پہنچی ہی نہیں جسے ہم فتح الباری کے حوالے سے بیان کر چکے یا پھر وہ اس پر واقف تو تھے لیکن انہوں نے اس قول کو پسند نہ کیا یا پھر وہ اس قول میں عبداللہ ابن عمرؓ کو منفرد خیال کرتے تھے اور شاید یہی بات ان کے نزدیک متعین ہو ۔

سبتیہ جوتا پہننا جائز ہے

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی مذکورہ روایت نعال سبتیہ کی طہارت پر دلالت کرتی ہے ۔ اور یہ گزر چکا ہے کہ اکثر علماء کا قول کہ یہ دباغت شدہ چمڑے سے بنتا ہے ۔

Marfat.com

ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ پاک ہو اور اس کی دباغت صرف بالوں کے ازالے کا باعث ہو تو اب اشکال نہ رہا اور یہ بھی احتمال کہ اس کی طہارت، دباغت اور دھونے سے ہو جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے فرمایا ہے جو بھی ہو سبتیہ جوتا ہر حال میں پہننا جائز اور روا ہے۔

محدّث اندلس امام حافظ ابو عمر بن عبدالبر نے ارشاد فرمایا کہ سوائے مقابر کے اس جوتے کو پہننے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور پھر یہی روایت ابن عمر نے ذکر کی۔

قبرستان میں جوتا پہن کر چلنا کیسا ہے؟

نیز فرمایا کہ ایک جماعت اسے قبرستان میں پہننے کو مکروہ کہتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جو کہ قبرستان میں چل رہا تھا فرمایا اپنے جوتے اتار دو اور ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے۔ اگرچہ قبرستان میں کیوں نہ ہو اور ان کی دلیل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: اذا وضع المیت فی قبرہ انہ یسمع قرع نعالھم " جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ آدمیوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا کہ جوتے اتار دے کیونکہ میت سے قبر میں سوال ہوتا ہے۔ پس جب وہ اس چلنے والے شخص کو دیکھتا ہے تو سوالات کے جوابات دینے سے وہ اس شخص کی طرف مشغول ہو جاتا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے اگر اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو ثابت قدم نہ رکھے اور بعض علماء نے قبرستان میں جوتے اتارنے کی حکمت یہ بیان کی کہ احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے اتارنے کا حکم اس لیے دیا ہو کہ اس سے ایذا اور تکلیف ہوتی ہے اور ابن حجر نے فرمایا: قبرستان میں جوتے

Marfat.com

پہننے کی نہی میت کے اکرام و عزت کے لیے ہے ۔

امام عینی نے شرح بخاری کے باب "المیت یسمع خفق النعال" کے تحت فوائد — ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں قبرستان کے اندر جوتا پہن کر چلنے کا جواز ہے ۔ اور اہل ظواہر اسے مکروہ جانتے ہیں اور یہی قول یزید بن زریع و امام احمد بن حنبل وغیرہ کا ہے ۔ اور ابن حزم ظاہری نے المحلیٰ میں کہا کہ کسی کے لیے قبرستان میں سبتیہ جوتا (جس پر بال نہ ہوں) پہن کر چلنا جائز نہیں ہے اور اگر اس پر بال ہوں تو پھر جائز ہے اگر دونوں جوتوں میں سے ایک پر ہی بال ہوں اور دوسرے پر نہ ہوں تب بھی جائز ہے ۔

المغنی میں ہے کہ — قبرستان میں آدمی کا جوتا اتار کر جانا مستحب ہے اور اس پر استدلال حدیث بشیر بن الخصاصیۃ سے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک شخص کو قبرستان میں جوتے سمیت چلتے دیکھا تو فرمایا کہ افسوس اے جوتے والے اپنے جوتے اتار دے ۔ (الطحاوی) اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اس سے مکمل طور پر اور امام حاکم نے اسے روایت کرنے کے بعد ابن حزم کی طرح صحیح کہا ہے ۔ (الخصاصیہ) حضرت بشیر کی والدہ کا نام ہے اور ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے ۔ بعض کے نزدیک بشیر بن نذیر اور کچھ نے ابن معبد بن شراحیل کہا ہے ۔ اس بارے میں جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا جائز ہے اور یہی قول امام حسن بصری، ابن سیرین، نخعی، ثوری، ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور تابعین میں سے اور ان کے بعد کے فقہاء کا ہے ۔ حضرت بشیر بن الخصاصیہؓ کی حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ نے جوتے اتارنے کا حکم قبور کے احترام کے لیے دیا ہے ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کے چلنے میں تکبر تھا ۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو قبرستان میں جوتے اتارنے

Marfat.com

کا حکم فرمایا ہے تو یہ قبرستان میں جوتے سمیت چلنے کی کراہیت ظاہر کرنے کے لیے نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جوتوں میں ایسی گندگی ملاحظہ فرمائی جو قبرستان کو گندا کر دے گی تو تب جوتے اتارنے کا حکم فرمایا۔

امام خطابی نے فرمایا کہ قبرستان میں جوتوں سمیت چلنا امراء اور متکبّرین کا کام ہے۔ اس لیے یہ مکروہ ہے اور یہ پسند نہیں ہے۔ بہتر کام یہ ہے کہ قبرستان میں تواضع اور خشوع کی حالت میں جایا جائے۔

امام ابن جوزی نے کہا کہ اس حدیث میں سوائے قبور میں دخول کے واقعہ کوئی خاص حکم نہیں۔ یہ حدیث نہ تو اباحت کا تقاضا کرتی ہے اور نہ ہی تحریم کا بلکہ اس میں جوتے اتارنے کا حکم صرف احترام قبور کی وجہ سے دیا گیا ہے کیونکہ قبور کے ساتھ ٹیک لگانے اور ان پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس صورت میں ان روایات سے غفلت ہے جن میں ہے کہ میت جوتوں کی آواز سن کر ان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور فرشتوں کے سوالات کے جواب نہ دینے کی وجہ سے قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جوتوں کو اتار دو تاکہ صاحب قبر کو تکلیف نہ ہو۔ اس کو ابوعبید ترمذی نے ذکر کیا ہے انتہی اور یہ جو کچھ بیان ہوا ہے اگرچہ اس میں بعض مقامات پر تکرار بھی ہے لیکن ہمارے مطلوب بلکہ اس پر اضافے پر مشتمل ہیں۔

اور سائل کا یہ قول "آپ کو زرد رنگ میں دیکھتا ہوں" احتمال ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہوں یا بال۔ قاضی عیاض نے پہلے کو مختار کہا ہے اور دیگر علماء نے دوسرے کو۔ پہلے معنی پر سنن ابوداؤد کی یہ روایت شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے ورس اور زعفران کے ساتھ رنگا کرتے تھے حتیٰ کہ عمامہ شریف بھی اور دوسرے معنے پر بھی سنن کی روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو زرد

Marfat.com

خضاب کیا کرتے تھے اور اکثر صحابہؓ اور تابعین زرد رنگ کا خضاب استعمال کرتے۔
شیخ عصام الدین نے حدیث عبد اللہ بن عباس جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بالبیاض من الثیاب	تم پر سفید کپڑے ضروری ہیں، اپنے زندوں
لیلبسھا احیاءکم وکفنوا	کو یہ پہناؤ اور اپنے مردوں کو ان سے
فیھا موتاکم فانھا من	کفن دو۔ کیونکہ تمہارے کپڑوں میں بہتر
خیر ثیابکم۔	ہیں۔

کے تحت کہا کہ آپ نے خیر ثیابکم (تمام کپڑوں سے افضل) نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: من خیر ثیابکم (بہتر کپڑوں میں سے) تاکہ سفید کپڑوں کا زرد کپڑوں پر افضل ہونا لازم نہ آئے اور زرد کی فضیلت تو ظاہر ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا یہ سراسر غلط ہے کیونکہ زرد رنگ میں ہرگز کوئی فضیلت نہیں بلکہ زعفرانی اور زرد رنگ کا حرام ہونا منقول ہے۔ عصام نے حضرت ابن عمرؓ سے جو نقل کیا کہ انکو زرد رنگ محبوب تھا اس کا جو مفہوم بھی لے لیں اس سے عصام کی رائے ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر ہم اسے صحیح تسلیم بھی کرلیں تو صحابی کا مذہب ٹھہرا جو ہمارے نزدیک حجت نہیں۔

اور ابن حجر کے اس رد کا دو طریقوں سے تعاقب کیا گیا ہے۔

پہلا: یہ ابن حجر کا اپنا کلام نہیں ہے بلکہ ابن عربی کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ زرد لباس کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی۔

دوسرا: حضرت ابن عمر سے جو کچھ منقول ہے اسے ان کا اپنا مذہب قرار دینا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جب ان سے زرد رنگ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ
لم یکن شئی احب الیہ من	سے زیادہ کسی چیز کو پسند نہیں کرتے

Marfat.com

الصفرۃ۔ تھے۔

ابو داؤد اور امام حافظ عبد الحق اور دیگر محدثین نے قیس بن تمیمی سے روایت کی :

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب اصفر — میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پہ زرد رنگ کے کپڑے ہیں۔

اور ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل چیز ہی پسند فرماتے تھے۔ ہاں شیخ عصام کا کہنا کہ سفید کو اس پر فضیلت نہیں ہے۔ وہ قابل اعتراض ہے کیونکہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب رنگوں سے سفید رنگ زیادہ پسند ہے تو یہ ثبوت قطعی ہے کہ یہ رنگ افضل ہے اور زرد اور سبز کے بارے میں تردّد ہے مگر ترجیح سبز کو ہوگی اور ابھی بعض حفاظ حدیث سے منقول ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک زرد تھی۔

جوتوں پر مسح جائز نہیں

ان کا فرمانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین میں وضو فرماتے تھے تو اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدموں کو نعلین شریفین میں دھوتے تھے۔ اور امام بخاری نے اسی لیے یہ باب قائم کیا۔ باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین۔ (نعلین میں پاؤں کا دھونا اور ان پر مسح نہ کرنا)

اور حضرت مغیرہؓ سے جوتوں پہ مسح کے بارے میں ابوداؤد میں جو مرفوعاً حدیث مروی ہے۔ علماء کی ایک جماعت جس نے اسے ضعیف کہا ہے ان میں عبد الرحمٰن بن مھدی وغیرہ بھی ہیں اور امام ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں جو روایت ہے۔

Marfat.com

فرش علی رجلہ الیمنی وفیھا النعل ثم مسحھا بیدیہ ید فوق القدم وید تحت النعل۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں پاؤں پر پانی ڈالا حالانکہ اس پاؤں میں نعل تھی۔ پھر اس پر اس طرح مسح فرمایا کہ ایک ہاتھ نعل کے اوپر اور دوسرا نعل کے نیچے کیا۔

اس میں نعل سے مراد مجازاً قدم ہے ورنہ یہ حدیث شاذ ہے۔ اس کا ایک راوی ہشام بن سعد ہے۔ یہ تو منفرد ہونے کی حالت میں قابل احتجاج نہیں تو جب یہ دیگر ثقات کی مخالفت کر رہا ہو تو پھر کس طرح قابل استجاج ہوگا۔

علاوہ ازیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ اپنے جوتوں پر مسح کیا کرتے تھے اور نماز ادا کرتے اور حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ وضو کرتے اور آپ کے پاؤں میں جوتے ہوتے۔ اپنے قدموں کے اوپر ہاتھ سے مسح کرتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی کیا کرتے تھے (طحاوی، بزار)۔

حضرت رفاعہ بن رافع نے روایت کیا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اور پاؤں پر مسح فرمایا۔

حدیث ابن عمر کے جواب میں علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نفلی وضو میں ایسا کرتے نہ کہ واجب وضو میں۔ اور حدیث رفاعہ بن رافع کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں موزوں پر مسح مراد ہے اور امام طحاوی نے جوتوں پر مسح کے عدم جواز پر اجماع سے استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں جب موزے اتنے پھٹ جائیں کہ پاؤں ظاہر ہو جائیں تو ان پر مسح جائز نہیں ہے۔ یہی معاملہ جوتوں کا ہے کیونکہ یہ بھی قدموں کو ڈھانپتے نہیں ہیں۔

ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا کہ امام طحاوی کا استدلال تو صحیح ہے لیکن اس

Marfat.com

پر منقولہ اجماع محلِ نظر ہے۔
امام عینی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جمہور کا مذہب ہے اور قلیل لوگوں کی مخالفت اجماع کے لیے نقصان دہ نہیں اور جمہور کے نزدیک اجماع میں تواتر شرط نہیں ہے۔
اور امام طحاوی نے عبدالملک سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عطا سے پوچھا کہ کیا آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی ایک صحابی سے بات پہنچی ہے کہ کسی نے جوتوں پر مسح کیا ہو۔ فرمایا نہیں۔

نعلین میں نماز پڑھنا

ابن عساکر نے نقل کیا کہ عیسیٰ بن طہمان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ہمارے پاس نعلین لے کر آئے جن میں دو قبال تھے تو مجھے حضرت ثابت بنانی نے بتایا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین شریفین ہیں (اور یہ حدیث ترمذی وغیرہ کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے)۔
حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین مبارک میں نماز ادا فرمائی۔

حضرت سعید بن یزید الازدی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سوال کیا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین میں نماز پڑھی تو آپ نے فرمایا: ہاں۔
امام ابوالحسن دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔
حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی فی نعلین مخصوفتین۔	میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخصوف نعلین مبارکہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔

امام نسائی اور ترمذی اور حافظ ابونعیم نے اسے تخریج کیا ہے۔ مخصوفتین یہ خصف سے

Marfat.com

ہے جس کا معنی ایک شئ کو دوسری کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہے۔ قاموس میں ہے: خصف النعل خرزھا (جوتے کو سینا یا باندھنا) اور اس حدیث میں بمعنی پیوند لگانا ہے۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ اگرچہ اس حدیث میں ایک راوی مجہول ہے لیکن یہ دوسرے طرق سے صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعل مبارکہ کو پیوند لگاتے تھے یعنی ایک حصہ کو دوسرے حصے پر رکھتے تھے تو اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ آپ کی ہر نعل کے دو یا اس سے زیادہ حصے ہوتے تھے اور بعض شارحین شمائل نے کہا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارکہ میں طاق پر طاق رکھا گیا تھا اور اس میں اس قول کا رد ہے کہ آپ کے نعل مبارکہ میں صرف ایک طاق تھا۔ اور عرب اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور اس کو ملوک کا لباس تصوّر کرتے۔ لیکن ان دونوں روایات میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ آپ کی ایک نعل ایک طاق والی تھی جبکہ دوسری دو طاقوں والی جیسا کہ اس پر روایات دلالت کرتی ہیں اور یہ اچھی تطبیق ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو نعل نہیں تھے بلکہ ایک وقت میں صرف ایک جوڑا تھا۔ علاوہ ازیں علامہ ابن حجر نے حدیث قتادہ کی شرح میں کہا کہ ظاہر یہی ہے کہ آپ کے نعل مبارک صرف ایک طاق والے تھے اور یہی ممدوح ہے۔ کیونکہ یہ نرم ہوتے ہیں۔ اور ان کو حکمرانوں کے لیے خاص رکھتے ہیں لیکن اس میں نظر ہے اور اگر اس کو تسلیم کر ہی لیا جائے تو ابھی مخصوفتین کے بارے میں آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک طاق والا جوڑا تھا جبکہ دوسرا دو طاق والا۔ علاوہ ازیں آپ کے اعلیٰ صفات کا تقاضا ہے کہ حکمرانوں کے لباس کی مخالفت کریں۔ لہٰذا یہ چیز آپ کے حق میں قابل مدح کیسے ہوسکتی ہے؟

امام احمد نے حضرت ابن الشخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے کہا رأیت نعل نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم مخصوفۃ (کہ میں نے

Marfat.com

تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارکہ دیکھی جو کہ پیوند لگی ہوتی تھی۔

جوتوں میں نماز پڑھنے کے جواز اور عدم جواز پر بحث

حدیث عمرو بن حریث میں جوتوں میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اگر وہ پاک وصاف ہوں اور اکمال میں ہے کہ جوتوں میں نماز کی رخصت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کیا ہے جبکہ یہ علم ہو کہ جوتوں میں نجاست نہیں۔

بخاری، مسلم، احمد اور ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

كان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم يصلى فى نعليه۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتوں میں نماز پڑھی۔

شیخ ابی نے کہا اگرچہ یہ جائز ہے لیکن آج کل اس پر عمل نہ کیا جائے بالخصوص جامع مسجد میں کیونکہ عوام کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ سے اس سے بڑے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں اور پھر ایسے موقع پر پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ جوتے پہن کر مسجد میں داخل ہونے والے کو لوگوں نے قتل کر دیا۔

اور وہ حکایت ھداج کبیر افریقی عرب کی ہے کہ وہ جب جامع زیتونیہ میں جوتے سمیت داخل ہوا تو لوگوں نے کہا کہ جوتا اتار دو تو وہ کہنے لگا کہ میں تو سلطان کے دربار میں جوتے سمیت جاتا ہوں تو یہاں کیوں اتار دوں؟

شیخ ابی نے یہ بھی فرمایا کہ عوام چلتے وقت جوتوں کا خاص خیال نہیں رکھتے اور گندگی سے پرہیز نہیں کرتے۔ اس لیے جب مسجد میں داخل ہوں تو جوتا کسی شئے

Marfat.com

میں چھپا کر داخل ہوں۔ اور " باب البول فی المسجد " کے تحت شیخ ابو محمد الزدادی کے حوالے سے اس عمل کے ناپسند ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے شیخ صالح ابو علی القروی کو بغیر جوتے چھپائے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو منع کیا اور فرمایا :

انکم ایھا الرھط ائمۃ تقتدی بکم فلا تفعل ۔	تم ائمہ و پیشوا ہو لوگ تمہاری اقتدا کرتے ہیں لہذا ایسا نہ کیا کرو۔

مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے خارج ہونے کا بہترین طریقہ

امام ابو عبد اللہ بن الحاج المالکی العبدری الفاسی نزیل و مدفون مصر کی کتاب المدخل میں مسجد کی طرف آنے کی فضیلت میں لکھا ہے کہ جب آدمی مسجد میں داخل ہو تو سنت کے مطابق جوتا اتار کر بائیں ہاتھ میں پکڑے تاکہ وہ اس بدعت سے بچ جائے جس میں آج کل کے بعض نام نہاد علماء گرفتار ہیں کہ ان میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جوتے کو دائیں ہاتھ میں اور اگر کوئی کتاب ان کے پاس ہو تو اس کو بائیں ہاتھ میں پکڑتے ہیں ۔پس جب سنت کے چاہنے والے ہی اس سے جاہل ہوں تو پھر دیگر حضرات کا کیا حال ہوگا ؟ اور ان مکروہات میں سے اللہ کے گھر میں داخل ہوتے وقت سنت کی مخالفت ہے اور اس میں بدعت کا ارتکاب ۔پس ان مکروہات سے وہ عبادت شروع کر رہا ہے اور اس میں سے لوگوں کی اقتداء ہے کہ لوگ اس کی دیکھا دیکھی ایسا کریں گے اور اس میں شگون ہے اور سب سے بڑا کام کتاب کو بائیں ہاتھ میں پکڑنا ہے اور مسجد میں جاتے ہوئے سنت کی نیت کرے اور جوتے کو قبلہ رخ نہ رکھے اور نہ اپنے پیچھے کیونکہ جو شخص اس کے پیچھے ہوگا اس کو تکلیف ہوگی اور نہ ہی دائیں طرف کیونکہ سنت ہے کہ بائیں سے دائیں پاکیزگی کے لیے ہے ۔

Marfat.com

ابو داؤد میں صراحت کے ساتھ اس کے بارے میں نہی وارد ہے۔ اور بخاری ومسلم میں اس سے کم درجہ پر نہی ہے اور وہ تھوک ہے حالانکہ وہ پاک ہے تو جوتے کا کیا حال ہوگا۔ جو راستہ کی گندگی سے کم ہی محفوظ ہوتا ہے لہٰذا اسے نماز پڑھتے ہوئے اپنی بائیں طرف رکھے۔ اگر بائیں طرف کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اپنے بائیں طرف بھی نہ رکھے کیونکہ اب اس شخص کے دائیں طرف ہوگا۔ اور اگر اس کو اپنے سامنے رکھتا ہے تو جب سجدہ کرے گا تو وہ اس کی ٹھوڑی اور گھٹنوں کے درمیان آئے گا تو اس کو نماز میں ہلانے جلانے سے باز رہے تو اس لیے مستحب یہ ہے کہ کوئی کپڑا یا تھیلا وغیرہ ہو جس میں جوتا ڈال کر رکھا جائے۔

جوتا کہاں رکھا جائے؟

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی۔

الزم نعليك قدميك فان	جوتے اپنے پاؤں میں رکھو اور جب انکو
خلعتهما فاجعلهما بين	اتارو تو دونوں قدموں کے درمیان
رجليك ولا يجعلهما عن	رکھو اور نہ اپنے دائیں طرف اور نہ ہی
يمينك ولا عن يمين صاحبك	اپنے کسی ساتھی کے دائیں طرف رکھو
ولا وراءك فتوذى من خلفك۔	اور نہ ہی اپنے پیچھے رکھو جو تمہارے پیچھے شخص ہے اس کو تکلیف ہوگی۔

ابن الحاج نے جو کچھ کہا اس میں اس کے کچھ حصہ کی تائید ہے۔ امام ابو زرعہ عراقی سے جب پوچھا گیا کہ مستعمل جوتے پہن کر آدمی مسجد میں داخل ہو سکتا ہے جبکہ ان میں گندگی بھی نہ ہو تو کیا یہ احترام مسجد کی وجہ سے مکروہ ہوگا یا نہیں اور کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں جوتوں سمیت نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے

Marfat.com

فرمایا اگر تو معلوم ہو کہ جوتوں میں گندگی ہرگز نہیں اور وہ پاک وصاف ہیں تو پھر ان کے ساتھ مسجد میں جانا مکروہ نہیں اور اگر اس میں گندگی ہے تو اس کے ساتھ مسجد میں جانا حرام ہے جبکہ وہ نجاست تر ہو یا پھر وہ مسجد میں گیلی جگہ پر چل رہا ہو یا اگر وہ ننگے پاؤں ہو لیکن چلنے کے ساتھ جوتوں کی گندگی اتر کر مسجد میں گرے گی تو ان صورتوں میں مسجد میں چلنا حرام ہے اور اگر دونوں میں تری نہیں یا گندگی مسجد میں نہ گرے تو پھر ایسی حالت میں چلنا حرام نہیں ہوگا اور اس کا مکروہ ہونا محلِ نظر ہے کیونکہ کراہت کے لیے دلیل درکار ہے۔ یہ محض ظن وقیاس سے لاگو نہیں ہوتا اور مسجد کے لیے اگرچہ احترام وحرمت ہے لیکن یہ مسجد کے احترام کے منافی نہیں اور اگر نجاست کا صرف ظن ہو تو پھر غالب کی طرف رجوع ہوگا۔ نجاست کا ظن غالب ہے تو حکم نجاست پر اور اگر غالب گمان طہارت کا ہے تو پھر حکم طہارت پر ہوگا۔ نجاست تر ہو یا آدمی تر جگہ پر چلے اور اس کے جوتوں سے گندگی مسجد میں گرے تو اب اگرچہ نجاست خفیفہ نہیں مگر کراہت ضرور ہے۔ یہ تمام حکم اس وقت ہے جبکہ گندگی کا صرف احتمال ہو اور اگر یقین ہو تو پھر مسجد میں یہ عمل قطعاً حرام ہوگا۔ اور باقی رہا حضور علیہ السلام کا جوتوں میں نماز پڑھنا تو ظاہر یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت سعید بن یزید ابی سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوتوں سمیت نماز پڑھی؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں۔ اس سے ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ یہ آپ کا معمول تھا۔ سنن ابی داؤد، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو آپ نے اپنی بائیں طرف جوتا اتارا۔ واضح بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کرام کے ساتھ نماز زیادہ تر مسجد میں ہوتی تھی اور پھر کچھ آگے چل کر ابوزرعہ نے فرمایا کہ میرے والد ماجدؒ نے شرح ترمذی میں کہا

Marfat.com

کہ صحابہ و تابعین کا جوتے سمیت نماز پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے یا مباح یا کہ مکروہ اور پھر والد گرامی نے اس پر بڑی شرح و لبسط سے کلام فرمایا۔ اور کہا کہ ترجیح اس قول کو ہے کہ ان کا اتارنا اور پہننا برابر ہے جبکہ تحقیق یا ظن غالب ہو کہ وہ پاک وصاف ہے۔ (اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا بقیہ حصہ یوں ہے۔) جب صحابہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے جوتے اتار دیے تو انہوں نے بھی جوتے اتار دیے۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے۔ عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو جبرائیل نے خبر دی تھی کہ میرے جوتوں میں پسّو کا خون لگا ہوا تھا اور بعض شوافع نے فرمایا کہ یہاں نہایت ہی تھوڑا خون تھا اور وہ معاف تھا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاست سے کامل طہارت کے پیش نظر جوتا اتار دیا اور بعض متاخرین مالکیہ نے کہا کہ یہاں کثیر خون پہ محمول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں اس میں امام سحنون اور اس جماعت کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ اگر نماز میں نجاست یاد آجائے اور اسے جدا کر دینا ممکن ہو تو اسے جدا کر کے نماز کو جاری رکھا جائے۔

جوتے کو خود گانٹھنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نعل مبارک کو خود گانٹھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر میں معمول کیا تھا تو فرمایا آپ ایک کامل انسان تھے۔ اپنے کپڑوں کی صفائی کرتے۔ بکری کا دودھ دوہتے۔

Marfat.com

اپنے کام خود کرتے اور امام احمد اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ اپنے کپڑے سیتے اور اپنے نعل مبارک کو خود گانٹھ لیتے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے اور دیگر اشخاص کی طرح اپنے گھر کے کام کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے گھر کا زیادہ تر کام کپڑے سینے کا ہوتا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

کان رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش
علیہ وآلہ وسلم یرکب الحمار	پر سواری فرماتے اور اپنے نعل کو گانٹھ
ویخصف النعل ویرقع الثوب	لیتے اون کے کپڑے پہنتے اور فرماتے
ویلبس الصوف ویقول من	جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ مجھ
رغب عن سنتی فلیس منی۔	سے نہیں ہے)

اس میں تواضع کی تعلیم تکبر کا ترک اور آدمی کا اپنا اور اپنے اہل خانہ کا کام خود کرنے کی رغبت دلائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے امیر المؤمنین!

ان سرک ان تلحق بصاحبیک	اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے بزرگوں
فاخصف النعل واقصر الامل	(حضور علیہ السلام اور حضرت ابو بکر) کے
وکل دون الشبع۔	ساتھ ملاقات ہو تو جوتا خود گانٹھو،
	امیدیں کم کرلو اور سیر ہو کر نہ کھاؤ۔

آپ نے فرمایا: اے علی!

ذدونی کلامات غیر ھذہ — مجھے ان کے علاوہ بھی زاد سفر عطا کرو۔

اور اس حدیث کو حافظ عراقی نے الفیۃ السیرۃ میں یوں نظم کیا۔

Marfat.com

یخصف نعله یرقع ثوبه　　یحلب شاته ولن یعیبه
یخدم فی مهنة اهله　　کما یقطع بالسکین لحما قدما

(جوتا گانٹھ لیتے ہیں، کپڑا سی لیتے ہیں، بکری دودھ لیتے ہیں اور گھر میں اہل کے ساتھ ہاتھ بٹانے میں کبھی عار محسوس نہ فرمایا اور خشک گوشت کو چھری سے کاٹ کر استعمال فرماتے)

آپ کے جسم کی نظافت

سابقہ اور حدیث ام حرام سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے سر سے جوئیں تلاش فرمایا کرتے تھے اور فتح الباری میں اس کی تصریح ہے کہ " تفلی راسہ " کا معنی جوئیں نکالنا ہے ۔ لیکن ابن سبع اور بعض دیگر شارحین شفا نے تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں جوئیں نہیں پڑتی تھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں ۔ اور جوئیں گندگی اور بدبو سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود انور اس سے پاک ہے ۔ اور وہ اکثر طور پر پسینے سے پیدا ہوتی ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ بلاشبہ پاک اور خوشبودار تھا ۔

اور جس نے یہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں جوئیں تھیں، اس نے آپ کی بے ادبی کی ہے اور حدیث " تفلی راسہ " کے بارے میں علماء نے یہ کہا ہے کہ تلاش کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں جوئیں ہوں کیونکہ یہ تعلیم امت کے لیے بھی ہو سکتا ہے یا جو — میل وغیرہ وہاں ہو اس کا دور کرنا مراد ہے

قلت لفظ الوسخ وسخ فینبغی　　میں کہتا ہوں آپ کے بارے میں لفظ
ازالتہا ۔　　" وسخ " نہایت ہی غلط ہے ۔
لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے ۔

Marfat.com

اور بعض نے یہ بھی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لباس میں جوئیں تو ہوتی تھیں مگر آپ کو تکلیف نہیں دیتی تھیں اور انہیں چننے کی وجہ تکلیف نہ تھی بلکہ نظافت تھی۔

اور بعض نے یہ ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجود اقدس سے سوائے طیب و پاک چیز کے کوئی چیز خارج نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کپڑے میلے نہیں ہوتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسم اقدس میں جوئیں پڑتی تھیں اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت نے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مچھر کاٹتا تھا۔ اور امام الدلجی نے صاحب شفا کے اس قول کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوئیں تلاش کرتے تھے کے تحت لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کے سبب جوئیں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تکلیف نہیں دیتی تھیں۔

علامہ ابن اقبرس کہتے ہیں کہ " یفلی ثوبہ " کا پہلا حرف مفتوح اور دوسرا ساکن ہے۔ فلی یفلی جیسے رمی یرمی اور بعض نے نقل کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھی تھی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کی خاطر جوئیں آپ کو تکلیف دیتی تھیں اور اس قول کہ " آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جوئیں تکلیف نہیں دیتی تھیں، میں دو معانی کا احتمال ہے۔

اول یہ ہے کہ جوئیں بالکل آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جسم میں ہوتی ہی نہیں تھیں۔

دوم یہ کہ ہونے کے باوجود تکلیف نہیں دیتی تھیں اور اگر پہلا احتمال تسلیم کیا جائے تو پھر مصنف کی ذکر کردہ روایت اور روایت ام حرام کے درمیان تطبیق ضروری ہے۔

اور میں یہ کہتا ہوں یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اگر یہ روایت ثابت ہے تو پھر بہر طور دوسرا احتمال ہی ہوگا کیونکہ ان کے الفاظ ولم یکن القمل یوذیہ ہیں۔ اور اگر پہلا معنی مراد ہوتا تو الفاظ یوں ہوتے کہ لم یکن الذباب یعلو ثوبہ ولا القمل بدنہ

Marfat.com

خصوصاً جبکہ اس کے خلاف صحیح طریق سے ثابت ہو چکا ہے تو اب احتمالِ اول کی گنجائش ہی نہیں رہی اور پھر دوسرے احتمال میں بھی بحث ہے کیونکہ اس میں تکلیف کی نہی کی گئی ہے ۔ جبکہ یہی تکلیف دینا ان کی غذا ہے جو کہ ان کے لیے اللہ نے بدن میں پیدا فرمائی ۔ اور جب غذا نہیں ہوگی تو حیوان زندہ نہیں رہ سکے گا (تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس میں جوئیں ہوتی ہی نہیں تھیں) اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کا وجود ایک مدت تک ہو تو یہ اس کا منتافی نہیں ہے کہ یہ اس کے متعلق ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی تکلیف کے سوا کچھ نہیں ہے اور نفس کو تکلیف دیکھنے میں ہے جو مکروہ ہے اور یک گونہ تکلیف ہے ۔

اور علامہ ابن اقبرس کا یہ کہنا کہ کچھ لوگوں نے اسے نقل کیا ہے تو ان کا اشارہ اس طرف ہے جو شفاء الصدور اور تاریخ ابن النجار میں سنداً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بیان ہوا ہے ۔

کان لایقع الذباب علی جسدہ ولا ثیابہ اصلاً۔	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اور کپڑوں پر ہرگز مکھی نہیں بیٹھتی تھی ۔

موزے پہننے کی ممانعت

——— اور وہ حدیث جس میں فرمایا گیا اذ تخففت امتی بالخفاف ذات المناقب الرجال والنساء وخصفوا نعالھم تخلی اللہ عنھم ۔ یہ الجامع الصغیر میں مذکور ہے اور حدیث پر علامہ محدث عصر سید الشیخ عبدالرؤف المناوی الشافعی نے الجامع الصغیر کی شرح میں بہت اچھا کلام فرمایا میں نے ان سے قاہرہ میں ان کے گھر ملاقات کی اور وہ میرے ہاں بھی تشریف لائے ۔ اس شرح میں تمام شرحات کو اکٹھا کر دیا ہے اور یہ شرح الجامع الصغیر کے لیے ایسی ہی ہے جیسی کہ جسم

Marfat.com

کے لیے ردح ان کا کلام یہ ہے اذا تخففت امتی بالخفاف ذات المناقب یعنی جب میری امت رنگین یا سفید زینت والے موزے یا ایسے موزے جن کے اوپر زینت کے طور پر کوکے ہوں گے۔ قاموس میں نقب الخف کا معنی موزے کو پیوند لگانا ہے۔ (للرجال والنساء) مرد و عورت زینت کرنے میں برابر ہیں۔ (خصفوا نعالهم) قاعدہ کے مطابق خصفت ہونا چاہیئے تھا لیکن مذکر کو غلبہ دیا گیا کیونکہ وہ اصل ہے۔ اس حدیث نے نشاندہی کر دی ہے کہ اس بدعت میں مرد اور عورت دونوں مشترک ہوں گے۔ تخلی اللہ عنهم (اللہ تبارک و تعالٰی ان کی حفاظت کو ترک کر دے گا) اور جس سے حفاظت کا ذمہ اٹھائے وہ ہلاک ہو گا۔ اور خصفت کا اصل معنی جوتے کو پیوند لگانا، سینا اور گانٹھنا وغیرہ ہے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ ایسے موزے پہننے سے منع کیا جا رہا ہے کہ جن کو رنگ دے کر زینت اور تکبّر کے لیے استعمال کیا جائے۔

امام راغب نے کہا کہ الاخصف والخصیف الابرق من الطعام۔ یعنی خصف در خصیف وہ سبز کھانا ہوتا ہے جو دودھ وغیرہ سے کھجور کی بنی ہوئی ٹوکری میں بنایا جاتا ہے اور جس میں اسکی رنگت ظاہر ہو جاتی ہے۔ المیزان میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ چار خصلتیں آل قارون کی خصلتوں میں سے ہیں ــــ رنگین موزے پہننا، سرخ لباس پہننا، تلوار کے میان کو تکبّر کی وجہ سے لٹکانا اور تکبّر کی وجہ سے اپنے خادم کے چہرے کو نہ دیکھنا ــــ ممکن ہے حدیثِ مذکورہ میں ایسے موزوں کے استعمال سے منع کیا گیا ہو اور اس میں مزیّن موزے پہننے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ یہ وبال اور مصیبت ہے۔ اور جو موزے اس سے خالی ہوں وہ پہننے مباح بلکہ مندوب ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد موزے تھے۔ اور آپؐ کے صحابہؓ موزے سفر و حضر میں پہنتے تھے۔

ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ میں انگاروں یا تلوار کی دھار پر

Marfat.com

چلوں یا آگ کا جوتا پہنوں یہ میرے لیے زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں قبر کے اوپر چلوں اور میرے لیے قبرستان اور بازار میں رفع حاجت کرنا ایک جیسا ہے۔

ابوداؤد نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ

اذا وطی احدکم بنعله الاذیٰ — جب کسی کے جوتے کو گندگی لگ جائے

فان التراب له طهور۔ — تو مٹی سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔

دارقطنی نے الافراد میں اور خطیب نے تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اپنے جوتوں کو مساجد کے دروازے پر نگہداشت کرو۔ (خوب صاف کرو) ۔ حلیہ میں بھی یہ روایت ہے

الحافی احق بصدر الطریق — ننگے پاؤں والا جوتے والے سے راستے

من المتنعل۔ — میں چلنے کا زیادہ حق دار ہے۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان فرمایا کہ جو تہبند نہ پائے اس کے لیے پاجامہ اور جو جوتے نہ پائے اس کے لیے موزے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ تمام احادیث اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین پاک کے متعلق نہیں ہیں لیکن ان میں کچھ نہ کچھ مناسبت ضرور پائی جاتی ہے۔

ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین پہننے کا ارادہ فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا

دعنی انعلك یارسول الله صلی الله علیه وسلم فترکه فلما فرغ قال اللهم انه اراد رضائی فارض عنه — یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نعلین پہنانے دیجئے۔ آپ نے چھوڑ دیا۔ جب وہ شخص فارغ ہو گیا تو اللہ کے محبوب نے فرمایا اے اللہ اس شخص نے میری خوشی چاہی تو بھی اس سے خوش ہو جا۔

Marfat.com

اس حدیث میں بکیر بن محمد متفرد ہے۔ لہٰذا یہ حدیث غریب ہے[1]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم تھے تو اچانک اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور واپس تشریف لانے میں دیر کی۔ ہم گھبرا گئے کہ ہمارے آقا کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ پس ہم گھبراہٹ میں کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے پریشان ہونے والا میں تھا۔ پس میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے نکل کھڑا ہوا۔ حتیٰ کہ بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا اور اس کا دروازہ ڈھونڈنا شروع کیا تو اس کا کوئی دروازہ میں نے نہ پایا حتیٰ کہ میں نے ایک چھوٹی سی نالی دیکھی جو کہ باغ میں جاتی تھی تو سکڑ کر اس نالی کے ذریعے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ابوہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا، آپ ہمارے درمیان تھے آپ صلی اللہ علیک وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور واپسی میں دیر لگائی۔ ہم گھبرا گئے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ پس ہم پریشانی کی حالت میں اٹھے اور سب سے پہلے میں ہی پریشان ہونے والا تھا۔ میں اس دیوار کے قریب پہنچا اور لومڑی کی طرح سکڑ کر اندر داخل ہوا۔ باقی حضرات میرے پیچھے ہی ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی نعلین شریفین عطا کرتے ہوئے فرمایا اے ابوہریرہ یہ میرے نعلین لیتے جاؤ اور اس دیوار کے باہر جو بھی تجھے سچے دل سے لاالٰہ الا اللہ کہتے ہوئے ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو تو مجھے سب سے پہلے حضرت

---

[1] مذکورہ راوی چونکہ ثقہ ہے۔ اس لیے اس کا متفرد ہونا حدیث کے لئے مضر نہیں ہے۔ (رضوی غفرلہٗ)

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ ملے اور کہا اے ابوہریرہ یہ نعلین کیسے ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور مجھے عطا فرما کر آپؐ نے بھیجا ہے کہ جو بھی خلوص دل سے لاالٰہ الا اللہ کہتے ہوئے ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں چت گر گیا۔ اور فرمایا کہ واپس لوٹ چلو۔ میں واپس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوٹ گیا اور روتے ہوئے عرض گزار ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے آرہے تھے۔ اور مجھ پر آپ کی دہشت طاری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تجھے کیا ہوا۔ عرض کیا مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور میں نے ان کو وہ خبر سنائی جو کہ آپ نے ارشاد فرمائی تھی تو انہوں نے میرے سینے پر مارا جس سے میں گر گیا اور مجھے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر کس چیز نے تجھے اس پر ابھارا ہے تو حضرت عمر نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ نے ابوہریرہ کو نعلین شریفین عطا فرما کر بھیجا تھا کہ جو بھی سچے دل سے لاالٰہ الا اللہ کہتا ہوا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو تو آپ نے فرمایا: ہاں۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ و توکل کر کے عمل چھوڑ دیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دیں (یعنی لوگوں کو یہ مت بتلائیں۔

نوٹ: بعض اہل لغت نے فرمایا کہ جب کوئی شخص روتا ہوا آئے اور اس کی آنکھوں میں آنسو نہ ہوں تو اسے "اجہش" کہا جاتا ہے اور اگر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوں تو "اغرورقت" کہا جاتا ہے اگر اس پر رقت طاری ہو، آنسو بہہ رہے ہوں اور ساتھ بلند آواز بھی ہو تو اس کو "نوحہ" کہتے ہیں اور اگر آنسو ہوں اور ساتھ چیخ و پکار بھی ہو تو اس کو "بکا" کہتے ہیں۔

Marfat.com

فائدہ : میرے خیال میں اس بات کو بھی موافقاتِ عمر میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اس کو کسی نے آپ کی موافقات میں ذکر نہیں کیا۔ پھر ایک مدت کے بعد میں علامہ ابنِ حجر کے اس کلام سے آگاہ ہوا جو انہوں نے باب من خص بالعلم قوماً دون قوم میں حدیث معاذ کے تحت فرمایا ہے اور وہ متقاضی ہے کہ اس کو موافقات میں شمار کیا جائے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذن لمعاذ فی التبشیر فلقیہ عمر فقال لا تعجل ثم دخل فقال یا نبی اللہ انت افضل رأیاً ان الناس اذا سمعوا ذلک اتکلوا علیہا قال فرد۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو بشارت دینے کی اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت عمر نے فرمایا اے معاذ جلدی نہ کرو پھر حضور کے پاس جاؤ اور عرض کرو آپ بہتر جانتے ہیں کہ لوگ اس کو سن کر توکل کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو روک دیا۔

اس کے تحت ابنِ حجر نے لکھا کہ یہ موافقاتِ عمر میں سے ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات میں اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے باب کے آخر میں حدیث ابوہریرہ جو کہ مسلم میں ہے کے تحت فرمایا: حضرت معاذ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر توکل کریں گے۔ حضرت ابوہریرہ کے قصہ کے بعد ہے تو یہ نہی مصلحتاً ہے نہ کہ تحریم کے لیے اور حدیث معاذ کے الفاظ یہ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فرمایا ما من احد شہد ان لا الٰہ الا اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار جو کوئی بھی سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہہ دے تو اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جائیگی۔

Marfat.com

وحی اور حضرت عمر کی رائے میں مطابقت

اور موافقات میں ایک حدیث وہ ہے جس کو امام بخاری نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔

قال عمر وافقت ربی فی ثلاث مواضع : قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو اتخذت من مقام ابراھیم مصلی فنزلت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی وآیۃ الحجاب اجتمع نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغیرۃ علیہ فقلت لھن عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن فنزلت ھذہ الآیۃ۔

حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے ساتھ تین مقامات پر موافقت فرمائی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ مقام ابراہیم کو مصلی بنالو تو یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی۔ اور میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش آپ اپنی ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرماتے کہ وہ اجتناب فرمائیں ہر نیک وبد کے ساتھ کلام کرنے سے تو آیت حجاب نازل ہوئی اور ازواج مطہرات شوہر پر غیرت کرتی ہوئی اکٹھی ہوئیں تو میں نے ان سب سے کہا کہ قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سب کو طلاق دے دیں اور آپ کا رب آپ کو تم سے اچھی ازواج عطا فرمادے۔ تو انہی الفاظ کے ساتھ آیت کریمہ نازل ہوگئی۔

امام ترمذی نے کتاب التفسیر میں ہشیم اور حجاج سے پہلی، امام نسائی نے

Marfat.com

حمید سے پہلی اور دوسری موافقت نقل فرمائی۔ اور ابن ماجہ نے ہشیم سے پہلی موافقت اور امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں عمرو بن عون سے اور کتاب التفسیر میں بھی انہی سے نقل فرمائی اور کتاب التفسیر میں عن یحییٰ بن حمید سے حجاب کا قصہ بیان فرمایا۔ اور موافقات عمر میں سے بدر کے قیدیوں کا معاملہ بھی ہے کہ ان کی رائے عدم فدیہ کی تھی تو آیۂ کریمہ نازل ہوئی: ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض۔ اور انہی موافقات میں سے منافقین پر جنازہ سے منع کرنا ہے۔ ولا تصل علی احد منھم۔ اور یہ دونوں موافقات بخاری میں مروی ہیں اور موافقات عمر میں سے شراب کی حرمت کا معاملہ بھی ہے۔

ابو داؤد طیالسی نے حماد بن سلمہ کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا میرے رب نے چار مقامات پر میری موافقت فرمائی۔ اس میں تین وہی ہیں جو بخاری کے حوالہ سے گزریں اور ایک یہ ہے کہ جب آیہ کریمہ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین الی قولہ تعالیٰ ثم انشاہ خلقا آخر نازل ہوئی تو میں نے کہا تبارک اللہ احسن الخالقین تو یہ الفاظ اسی طرح قرآن میں نازل ہو گئے۔

اور انہی میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل شدہ الفاظ ہیں کہ جب آپ پر واقعہ افک میں الزام لگایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کا نکاح آپ سے کس نے کیا تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کیا آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ کا رب آپ سے دھوکا کرے گا! سبحنک ھذا بھتان عظیم۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ اسی طرح قرآن میں نازل فرما دیے۔ اسے محب الطبری نے احکام میں بیان کیا۔

Marfat.com

موافقاتِ عمرؓ کی کُل تعداد

امام ابوبکر ابن العربی نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق کی کُل موافقاتِ قرآنیہ گیارہ[(۱۱)] ہیں۔ اور امام عینی نے حدیث نزول آیۂ حجاب کی شرح میں موافقات کا ذکر یوں کیا ہے۔

اول : آیۃ الحجاب

دوم : عسٰی ربہ ان طلقکن۔

سوم : واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی۔

چہارم : بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔

پنجم : منافقین (عبداللہ بن ابی) پر نماز پڑھنے سے ممانعت

(اور یہ دونوں صحیح مسلم میں مروی ہیں۔

ششم : سورۃ المومنون کی آیت لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین۔

ہفتم : تحریم الخمر

ہشتم : من کان عدو اللہ وملئکتہ۔ (اسے زمخشری نے ذکر کیا)

اور ابوبکر بن العربی نے کہا کہ کتاب الکبیر میں ہے کہ حضرت عمر کے ساتھ اللہ نے تلاوت اور معنیٰ کے لحاظ سے گیارہ مقامات پر موافقت فرمائی اور امام ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ما نزل بالناس امر قط فقالوا فیہ وقال عمر فیہ الا نزل القرآن علی نحو ما قال عمر۔ (جب بھی لوگوں اور حضرت عمر کے درمیان اختلاف ہوا تو حضرت عمر نے جس کام میں جو کچھ بھی کہا انہی کے مطابق قرآن نازل ہوا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمر کی موافقات بالقرآن

Marfat.com

بہت زیادہ ہیں اور ہم جن پر بذریعہ نقل واقف ہوئے ہیں ان کی تعداد پندرہ ہے۔ حافظ ابن الشحنہ نے ان موافقات کو یوں نظم کیا ہے۔

لقد وافق الفاروق من حکم الذکر ٭ عمانا من الآیات ضمت الی عشر
قیام حجاب ثم عسی ربه ولا ٭ تصل و فی ان الصفا و فداء بدر
عداوة جبریل وحل النساء فی ٭ لیال شهر الصوم مع حرمة الخمر
نساؤکم حرث وحکم کلالة ٭ ولا تسألوا خوف الاجابة بالشر
تبارك فی التخلیق کادوا لیفتنوا ٭ ثلاثة استیذان مملوك او حر
و فی آیة المؤمنین و فی فلا ٭ و ربك فاظر مانذا الحبر من فخر

حضرت فاروق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام نے آٹھ آیات سے دس آیات تک موافقت کی :۔ حکم حجاب اور عسیٰ ربہ ولا تصلی اور ان الصفا، بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور آیۂ کریمہ عداوۃ جبریل اور ماہِ رمضان کی راتوں میں عورتوں کے پاس جانے کی حلت اور شراب کی حرمت بھی ۔عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اور کلالہ کے بارے میں ۔ آپ سے سوال اس لیئے نہ کرنا کہیں شے حرام نہ ہو جائے ۔ تبارك الله احسن الخالقین اور کادوا لیفتنوا ۔تین اوقات میں مملوک اور آزاد کا اجازت لینا اور آیۃ المؤمنین میں اور آیۂ فلا و ربک میں

امام سیوطی اور موافقاتِ عمر

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے موافقات عمر کو نظم کیا اور اس کا نام "اقتطاف الثمر فی موافقاتِ عمر" رکھا۔

Marfat.com

يا سائلي والحادثات تكثر * عن الذي وافق فيه عمر
وما الذي انزل في الكتاب * موافقا لرأيه الصواب
خذ ما سألت منه في ابيات * منظومة امن من مشتتات
في المقام واسارى بدر * وآيتي تخمر وستر
وذكر جبريل لاهل الغدر * وآيتين انزلا في الخمر
وآية الصيام في حل الرفث * وقوله نساؤكم حرث يبث
وقوله لا يؤمنون حتى * يحكموك اذ بقتل افتى
وآية فيها ابتدار اوبه * ولا تصل آية في التوبة
وآية في النور هذا بهتان * وآية فيها من الاستئذان
وفي ختام آية للمؤمنين * تبارك الله تحفظ المتقين
وثلة من صفات السابقين * وفي سواء آية المنافقين
وعدوا من ذاك نسخ الرسم * لآية قد انزلت في الرجم
وقال قوم هو في التوراة قد * نبه كعب عنه فسجد
وفي الاذان الذكر للرسول * رأيته في خبر موصول
وفي القرآن جاء بالتحقيق * ما هو من موافق الصديق
كقوله هو الذي يصلي * عليكم اعظم به من فضل
وقوله في آية المجادلة * لا تجد الآية في المخالفة
نظمت ما رأيته منقولا * والحمد لله على ما اولى

Marfat.com

اے مجھ سے سوال کرنے والے ایسے بہت سے حادثات و واقعات ہیں جن میں حضرت عمر کی موافقت ہوئی اور کتاب اللہ میں آیات آپ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں جو تونے مجھ سے سوال کیا اس کا جواب شعروں میں منظوم جو کہ آٹھ مختلف جگہوں میں بکھری ہوئی ہیں اور آیۃ حجاب اور بدر کے قیدیوں میں آیت تظاہرا اور ستر اور یہاں حضرت جبرائیل سے دشمنی کا ذکر تھا اور دو آیات شراب کی حرمت میں نازل ہوئیں۔ اور ماہ صیام کی راتوں میں بیویوں سے ہمبستری کرنا اور آیۃ کریمہ نساءکم حرث لکم اور آیۃ کریمہ لا یومنون حتی یحکموک میں جب کہ آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اور منافقین پر نماز پڑھنے سے منع کرنے پر جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے۔ اور سورۂ نور میں آیت کریمہ ھذا بھتان عظیم اور اس میں آیت استیذان (اجازت سے کسی کے گھر جانا) اور آیت مومنین کا آخر یعنی تبارک اللہ احسن الخالقین اور صفات سابقین کا ایک حصہ اور آیت المنافقین میں اسی طرح اور ان میں آیت رجم بھی ہے جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ آیت توراۃ میں موجود ہے۔ اس پر حضرت ابی بن کعب نے تنبیہ کی اور اذان میں ذکر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ میں نے اسے حدیث متصل دیکھا۔ بلاشبہ قرآن میں ایسی ہی حضرت ابوبکر صدیق کی موافقت میں بھی آیات نازل ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ھو الذی یصلی علیکم۔ یہ بھی بہت بڑا افضل ہے۔ اور آیت مجادلہ ———— اور میں نے منقول کو نظم کر دیا اور اس پر اللہ کی ہی حمد ہے اور وہی اس کا حقدار ہے۔

ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت

امام ترمذی نے باب ماجاء فی کراھۃ المشی بنعل واحد کے تحت حضرت ابوہریرۃ

Marfat.com

سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا یمشی احدکم فی نعل واحد لینعلھما جمیعًا او ینخلھما جمیعًا (تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا تو دونوں پہنے یا پھر دونوں اتار دے)۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں باب الرخصہ بھی ہے۔ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ربما مشی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی نعل واحدۃ

بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوتا پہن کر چلتے تھے۔

قاسم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک جوتے میں چلتی تھیں۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ اصح ہے۔ اور اسی طرح سفیان الثوری وغیرہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے موقوفًا بیان کیا۔ یہی اصح ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نھی ان یمشی الرجل فی نعل واحدۃ او خف واحد۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوتا یا ایک موزہ پہن کر چلنے سے منع فرمایا۔

بخاری نے الادب المفرد میں نسائی نے حضرت ابوہریرہ اور طبرانی نے حضرت شداد بن اوس سے مرفوعًا روایت کیا

اذا انقطع شسع احدکم فلا یمشی فی الاخری حتی یصلحھا

جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو جب تک اس کو صحیح نہ کرلے اس وقت تک دوسرے جوتے میں نہ چلے۔

شمائل ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوتے میں چلنے سے منع فرمایا۔ تو دونوں جوتے پہن لے یا دونوں آتار دے۔

قولہ "فی نعل واحدۃ" یہ مونث استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا کوئی اشکال نہیں ہے اور مذکر بھی مروی ہے۔ اور اس کا بیان ابتدائے کتاب میں گزر چکا ہے۔ اور بعض نے "لا یمشی" کو خبر واقع موقع نہی پر حمل کیا ہے ناکہ مطلق نہی پہ کیونکہ نعل مرفوع ہے اور اس پہ محمول کرنے کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں لا یمشی کی بجائے لا یمشین (بالنون المؤکدہ) وارد ہوا ہے اور عصام نے یہ کہتے ہوئے اس کے عکس کہا ہے کہ بعض نسخوں میں لا یمشی کا لفظ تقاضا کرتا ہے کہ لا یمشین کو بصورت خبر نہی کے موقع میں حمل کیا جائے ناکہ نہی پر۔

علامہ ابن حجر قول اول کی طرف مائل ہیں کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ دوسری روایت میں یمشی یہ خبر بمعنی نہی ہے اور نہی کی علت میں فرمایا کہ یہ مکروہ ہے کہ اس میں مثلہ ہے اور یہ وقار کے خلاف ہے اور اس طرح چلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور اس طرح لوگوں کے اس کو مذاق کر کے گناہ میں واقع ہونے کا احتمال ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ لوگوں کو گناہوں میں پڑنے سے بچانے کی کوشش کریں۔ اس لیے آپ نے فرمایا: نماز میں جب وضو فاسد ہو جائے تو نمازی اپنے ناک پر ہاتھ رکھ کر نماز سے واپس لوٹ جائے تاکہ دوسرے لوگ گمان کریں کہ اس کی نکسیر پھوٹ پڑی ہے تاکہ وہ اس کو مذاق کر کے گناہ گار نہ ہوں۔ علامہ ابن العربی نے فرمایا (ایک جوتے میں چلنے سے اس لیے منع فرمایا کہ یہ شیاطین کا چلنا ہے اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے فرمایا کہ اس طرح چلنے میں مشقت اور تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہ حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ جوتے والا پاؤں دوسرے پاؤں سے اونچا ہوگا اور اس طرح پھسل جانے کا

Marfat.com

خطرہ ہوگا لیکن یہ تمام اس وقت ہے جب ضرورت نہ ہو۔ ورنہ کراہت نہ ہوگی۔ اور اس پر وہ روایت شاہد ہے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات ایک جوتے میں چلے۔

اور موزہ اور مداس جوتے کی ہی مثل ہیں۔ اس کی تفصیل امام ابو سلیمان الخطابی کی معالم السنن میں ہے۔

صاحب سبل الھدیٰ والرشاد نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وارد ہے کہ آپ ایک جوتے میں بعض اوقات چلے۔ جبکہ اس سے منع بھی فرمایا ہے تو یہ چلنا صرف بیان جواز یا پھر ضرورت کے تحت ہوگا۔

ابن عبدالبر نے التمہید میں فرمایا: بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارکہ کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو جب تک اس کو صحیح نہ فرماتے ایک ہی نعل مبارک میں چلتے۔

طبرانی کی روایت جس کی سند کو امام ہیثمی نے حسن کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انقطع شسع نعلہٗ مشٰی فی نعل واحدۃ والاخری فی یدہٖ حتی یجد شسعا۔	جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو آپ ایک نعل میں چلتے اور جب تک اس کی اصلاح نہ فرمالیتے دوسرا جوتا آپ کے ہاتھ میں ہوتا۔

اور وہ حدیث کہ تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے جب تک دوسرے کی اصلاح نہ کرلے تو بعض محدثین نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مفہوم اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس صورت کے علاوہ جواز کا اذن ہے۔ بلکہ یہ تو اغلب کا بیان ہے یا یہ مفہوم موافق کے اعتبار سے ادنیٰ پر اعلیٰ کے لیے تنبیہ ہے۔ کیونکہ جب

Marfat.com

حاجت کے باوجود منع ہے تو عدم حاجت کے وقت منع بطریق اولیٰ ہے۔ اور پھر یہ معنی ترمذی کی اس روایت کے متعارض نہیں ہے کہ آپ بعض اوقات ایک نعل میں چلتے تھے۔ کیونکہ وہاں نہی کا محل غیر ضرورت ہے۔ جیسا کہ ابن حجر کے کلام سے صریحاً گزرا ہے۔ اور علامہ ابن حجر نے اپنی دوسری کتاب میں فرمایا ہے کہ نہی اس شخص کے لیے صحیح ہے کہ جس کا تسمہ ٹوٹ جائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نعل میں چلنا صرف بیانِ جواز کے لیے ہے۔ اور ہم نے وہ حدیث پہلے ذکر کر دی ہے جس کی طرف علامہ ابن حجر نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت نے فرمایا کہ ایک جوتے میں چلنے سے نہی سے مراد یہ ہے کہ آدمی اس پر ہمیشگی کرے۔ اور اگر کسی کا جوتا ٹوٹ جائے تو وہ اگر مجبوری کی حالت میں ایک دو قدم ایک جوتے میں چلے تو یہ مکروہ اور ممنوع نہیں ہوگا۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت میں قلیل کام کی اجازت ہے۔ کثیر کی نہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ نماز میں عملِ قلیل تو معاف ہے۔ جبکہ عمل کثیر معاف نہیں ہے۔ اور حافظ القسطلانی نے شرح شمائل ترمذی میں فرمایا کہ حدیث نہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایک نعل میں نہیں چلے۔ اور اس میں جامع ترمذی کی حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے اور وہ جو بعض احادیث میں وارد ہے کہ ایک انصاری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ان سے بہتر جو کہ ایک جوتے میں چلتے ہیں تو وہ اس قبیل سے نہیں ہے۔ جیسا کہ حافظ زین العراقی نے فرمایا کہ یہاں فرد سے مراد ایک جوتا نہیں بلکہ ایسا جوتا مراد ہے جس پر پیوند نہ ہو۔ جس کا ایک طاق ہو۔ اور عرب ایسے جوتے کو اچھا تصوّر کرتے ہیں۔ تو جس نے ان کے درمیان تعارض بیان کیا یہ اس کا وہم ہے۔ اور حدیث میں چلنے کا ذکر ہے تو اب ایک جوتے میں کھڑا ہونا اور بیٹھنا منع نہیں ہے جیسا

Marfat.com

کہ بعض اسلاف نے فرمایا اور زیادہ تر علماء اس طرف ہیں کہ ہر حالت میں مکروہ ہے۔
تاکہ دونوں پاؤں میں اعتدال رہے۔ اور وہ جو بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ
وہ ایک جوتے میں چلتے تھے تو یہ کسی عذر یا ضرورت کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گزرا۔ اور امام ابن سیرین کا قول کہ اس میں کوئی حرج
نہیں تو بہت سارے علماء نے فرمایا کہ اس کی تردید صریح سنّت سے ہوتی ہے۔
اور نہی کی علت ابھی گزری ہے اور امام بیہقی نے فرمایا کہ نہی کی وجہ یہ ہے کہ اس میں
قباحت و شہرت اور لوگوں کی نظریں اس طرف اٹھیں گی جو منع ہے۔ ایسے لباس
سے بچنا چاہیئے کیونکہ یہ مثلہ ہے۔ امام خطابی نے بھی یہی فرمایا:
امام نووی نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ دونوں جوتے اکٹھے پہننے مندوب
ہیں واجب نہیں ہیں لیکن ہم ابن حزم کے قول کے مطابق منع کرتے ہوئے کہتے ہیں
کہ یہ حلال نہیں ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا۔
کہ یہاں حلال سے مراد دونوں طرفوں کا برابر ہونا ہے۔

اہلِ ظواہر کی مخالفت اجماع سے مانع نہیں

امام نووی کئی مقامات پر اجماع کا حکم کرتے ہیں۔ جبکہ اہل ظواہر اس کے
مخالف ہوتے ہیں۔ تو اس میں علامہ ابن حجر نے ان کی طرف سے پیش کیا
کہ امام نووی کے نزدیک اہل ظواہر کی مخالفت کا اعتبار نہیں یا پھر امام نووی ان کے
اختلاف سے واقف نہیں ہوتے۔ اور جامع ترمذی کے آخر میں شارب الخمر پر
چوتھی مرتبہ قتل کرنے کے بارے میں جو حدیث ہے اس پر عمل نہ ہونے پر اجماع نقل
کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں اہل ظواہر کا اختلاف ہے۔ تو یہ اسی بناء پر ہے کہ اہل ظواہر
کا اختلاف اجماع کے قادح نہیں ہے۔

Marfat.com

اور جو نووی نے شارب الخمر کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے تو یہ قول باطل ہے۔ کیونکہ صحابہ اور ان کے بعد والوں کا اجماع اس کے مخالف ہے اور حدیث وارد شدہ منسوخ ہے۔ یا اس حدیث کی وجہ سے نہیں ہے کہ کسی مسلمان کا قتل کرنا حلال نہیں سوائے تین چیزوں کے اور یا اجماع اس کے منسوخ ہونے پر دال ہے۔ آپ نے دیکھا کہ امام نووی اہل ظواہر کی مخالفت پر آگاہ ہونے کے باوجود اعتبار نہیں کرتے۔ علاوہ ازیں کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی ناسخ حدیث جابر اور قبیصہ بن ذوہیب ہے۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد امرہ بقتل من شرب فی الرابعۃ اتی برجل من شرب فیھا فضربہ ولم یقتلہ

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کرنے کے بعد آپ کے پاس ایسا شخص لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی۔ تو آپؐ نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ درے مارے۔

اور فقہاء محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ اہل ظواہر کو اختلاف واجماع میں کوئی حیثیت نہیں دی جائے گی۔ اور یہ قول امام اسفرائنی، امام جوینی، ابوبکر الرازی اور ابن ابی ہریرۃ کا ہے اور امام ابن الصلاح نے اپنے فتاوی میں فرمایا کہ داود ظاہری کو اجماع واختلاف میں گنا جائے گا یا کہ نہیں۔ اس میں ہمارا اور دوسروں کا اختلاف ہے۔ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ قیاس کے منکر اور اس کی نفی کرنے والا شخص اجتہاد کی منزل کو نہیں پا سکتا۔ اور جب تو جان گیا جو ہم نے بیان کیا تو یقیناً تیرے لیے ظاہر ہو گیا کہ امام ابن حجر کا پہلا اعتراز ہی صحیح ہے کہ امام نووی اہل ظواہر کے اختلاف کا اعتبار نہیں کرتے۔

اور ابن حجر کا دوسرا قول کہ شاید نووی اہلِ ظواہر کے اختلاف پر آگاہ

Marfat.com

نہ ہو سکے محلِ نظر ہے (یعنی امام نووی نے اختلاف اہل ظواہر کو جانتے ہوئے اس کا اعتبار نہیں کیا)۔ ابن قتیبہ نے ان کی اتباع میں امام بغوی اور امام خطابی نے کہا کہ ایک آستین سے بازو باہر رکھنا اور دوسرے کو داخل رکھنا یہ بھی منع ہے۔ اور اسی طرح ایک کندھے کے اوپر چادر ڈالنا منع ہے۔ اور علامہ ابن حجر نے اس کا تعقب کیا ہے کہ یہ دونوں کام شریر اور خبیث لوگوں کی عادات میں سے ہیں۔ جبکہ علماء نے تصریح کی۔ پس انہیں کراہت کی وجہ نہیں ہے۔

اور یہ گفتگو نماز کے علاوہ ہے۔ جہاں تک نماز کا تعلق ہے تو اس میں دوسرا عمل تو مطلقاً مکروہ ہے۔ اور پہلا تو ایسے شخص کے لیے جو اس میں خلل انداز نہیں ہوتا مکروہ نہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر یہ کام بلاشک مکروہ اور وہ بھی تحریمی ہے۔ اور شیخ عصام نے فرمایا کہ یہ نہی اس صورت کو بھی شامل ہوگی جب کوئی ایک جوتا اور ایک موزہ پہن کر چلے تو ابن حجر نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ سابقہ تمام علل کہ ایک پاؤں کا ممتاز ہونا اور اس میں چلنا شیطان کی چال ہے اور مثلہ اور دشواری ہے، واضح کر رہے ہیں کہ بظاہر اس میں کوئی چیز بھی کراہت کی مقتضی نہیں ہے۔

اور اس پر تعقب یہ کیا گیا ہے کہ سابقہ علل میں یہ بھی تو ہے کہ وقار کے مخالف ہے۔ اور ایک جوتے کا اتار کر چلنے سے ایک پاؤں دوسرے سے اونچا ہوگا۔ اور اس سے پھسلنے کا خوف رہے گا اور یہ تمام چیزیں اس کی کراہت پر دلالت کر رہی ہیں جو الحاق کا تقاضا کرتی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لینعلھما۔ اسمیں ضمیر قدمین کی طرف راجع ہے۔ اگرچہ ان کا ذکر نہیں البتہ دلالتِ سیاق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی " حتی تورات بالحجاب " میں سورج کا لفظاً ذکر نہیں مگر دلالۃً ہے۔

Marfat.com

امام نووی نے اس کا بالضم ضبط فرمایا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ انعل الدابۃ۔ جبکہ اس کو نعل لگوائے جائیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

ان غسان تنعل خیلھا۔ اہل غسان اپنے گھوڑوں کو نعل پہناتے ہیں۔

دیگر حضرات نے اس کو بفتح الیاء اور بفتح العین پڑھا ہے جیسا فَرِحَ اور کہا جاتا ہے نعل وانتعل یعنی اس نے جوتا پہنا یا پھر نعل مَنَعَ کی طرح بمعنی انْعَلَ ہے۔

جیسا کہ قاموس میں ہے اور امام زین الدین العراقی نے امام نوویؒ کا رد کیا ہے کہ اہلِ لغت نے نعل کو بفتح العین اور بکسر العین پڑھا ہے۔ یعنی نَعَلَ نَعِلَ یعنی انتعل ای لبس النعل لیکن اہلِ لغت نے یہ بھی کہا ہے انعل رجلہ البسھا النعل۔ اور امام ابن حجر نے فرمایا: حاصل یہ ہے کہ (لینعلھما) میں ضمیر اگر قدمین کی طرف لوٹتی ہے تو اس کو بالفتح اور بالضم دونوں اور اگر نعلین کی طرف ہے تو پھر فتح ہی ہوگا۔ امام زین الدین العراقی نے شرح ترمذی میں فرمایا ظہر یہی ہے " قولہ لیحفھما " احفاء سے۔ یہ بغیر جوتوں یا موزوں کے ننگے پاؤں کو کہتے ہیں۔ اسی سے الحفاء ہے۔ جس کا معنی جوتے اور موزے کے بغیر چلنے کے ہیں۔ تو اس وقت یہ مجازاً متعدی ہوگا اور اصل میں لیحف بھما تھا لیس جار کو اختصار کیخاطر حذف کر دیا گیا۔ یا متعدی کو متضمن ہے تو اس صورت میں حذف نہیں ہوگا۔

شیخ عصام الدینؒ نے احفا اور حفا کا ذکر کرنے کے بعد کہا یہ مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں متعدی ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے البتہ حذف وایصال کی صورت ہوسکتی ہے۔ لیحف بھا جمیعا اور بعض نسخوں میں لیحفھما کی جگہ لیخلعھا

Marfat.com

(دونوں کو اکٹھے اتار دو) ہے۔ تو اس صورت میں ضمیر نعلین کی طرف ہوگی نا کہ قدمین کی طرف۔

اور میں کہتا ہوں کہ قدمین کیطرف راجع کرنا بھی درست ہو سکتا ہے۔ یعنی یہاں مضاف حذف مان لیا جائے۔ فلیخلع نعلیھما۔

ابو داؤد نے مراسیل میں ایک صحابی سے روایت کیا:

اذا وجد احدکم عقربًا و	تم میں سے جب کوئی نماز کی حالت
ھو یصلی فلیقتلھا بنعلہ	میں بچھو دیکھے تو اس کو اپنے بائیں
الیسریٰ۔	جوتے سے مار دے۔

ترمذی میں حضرت جابر سے مروی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع
وسلم نھٰی ان یاکل یعنی الرجل	فرمایا یہ کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے
بشمالہ او یمشی فی نعل واحدۃ۔	کھائے یا ایک جوتے میں چلے۔

(ای الرجل) یہ راوی کا کلام ہے اور شیخ عصام نے کہا کہ مرد کا ذکر اصل اور اشرف ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں عورت بھی مرد ہی کی مثل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں رجل سے بطور مجاز شخص ہے تو یہ بچے پر بھی صادق آتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اس کے افراد میں سے ہے اور الفاظ بخاری میں اسپر دلالت بھی ہے۔

وقولہ بشمالہ (بایاں ہاتھ) پس بائیں ہاتھ کے ساتھ بغیر کسی ضرورت کے کھانا مکروہ ہے۔ مالکیہ کی ایک جماعت کے نزدیک یہ کراہت تنزیہہ ہے۔ اور شوافع نے اس کو حلال قرار دیا ہے۔ بعض مالکیہ، حنابلہ اور بعض شوافع نے اس کو حرام کہا ہے۔ اور اس پر یہ حدیث ذکر کی ہے۔ جو مسلم میں ہے۔

Marfat.com

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلاً یأکل بشماله فقال له کل بیمینك فقال لا استطیع فقال لا استطعت فما دفعها الی فیه بعد ذلك۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہا میں طاقت نہیں رکھتا فرمایا تو طاقت نہ رکھے تو اس کے بعد وہ شخص کبھی بھی اپنے دائیں ہاتھ کو منہ تک نہ لیجا سکا۔

اور مجھے مصری حنابلہ نے بتایا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک معروف کراہیت ہے تحریم نہیں۔ علاوہ ازیں حدیث مسلم سے حرمت پر استدلال کو بعض ائمہ نے پسند بھی نہیں کیا۔ وقولہ (او یمشی فی نعل واحدۃ) یہاں لفظ "او" تقسیم کے لیے ہے شک کے لیے نہیں۔ یعنی ان دونوں کاموں سے علیحدہ علیحدہ منع فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ولا تطع منھم اثماً او کفوراً۔ شیخ عصام نے فرمایا کہ جس نے لفظ "او" کو شک کے لیے قرار دیا اس کا قول کمزور ہے کیونکہ اس سے حضرت جابر کی روایت جس میں اس سے منع فرمایا گیا ہے بے فائدہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شک سے حکم ثابت نہیں ہوتا تو اس قول کی طرف قطعاً التفات نہیں کرنا چاہیئے اور یہاں لفظ "او" واؤ کے معنی میں بھی نہیں۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ اس کو واؤ کے معنی میں

لیا جائے تو بھی فاسد ہوگا۔ کیونکہ اس سے یہ ابہام پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں اس وقت منع ہوں گے جب اکٹھے ہوں گے حالانکہ یہ ایسے نہیں ہے۔

جوتا پہننے کا مسنون طریقہ

ابن الشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا لبس نعليه بدأ باليمنى واذا خلع خلع اليسرى۔	جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین پہنتے تو دائیں پاؤں سے شروع فرماتے اور جب اتارتے تو بائیں پاؤں سے اتارتے۔

ترمذی میں باب ماجاء بای رجل یبدأ اذا انتعل کے تحت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا انتعل احدكم فليبدأ باليمين واذا انتزع فليبدأ بالشمال فلتكن اليمنى اولهما تنعل وآخرها تنزع۔	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں سے شروع کرے اور جب کوئی اتارے تو بائیں پاؤں کا پہلے اتارے۔ پس دائیں پاؤں کو جوتا پہننے میں اول رکھو اور اتارنے میں آخر میں۔

امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شمائل ترمذی میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب بھی کوئی جوتا پہنے تو دائیں پاؤں سے شروع کرے اور اتارتے ہوئے بائیں پاؤں سے شروع کرے۔ پس جوتا پہننے میں دائیں کو پہلے اور اتارنے میں دائیں کو آخر میں رکھو۔ اور آپ کا یہ ارشاد " فلیبداء بالیمین " سے دائیں جانب اور " بالشمال " سے جانب یسار مراد ہے اور اس کی علت علماء نے یہ بیان کی ہے کہ پہننا آدمی کی عزت و تکریم سے ہے اور اتارنا تنقیص اور اہانت کے باب سے ہے تو جو کام بھی عزت و تکریم والا ہو اس کو دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

اور اسی سے ہے ہر وہ شے جس سے زیب و زینت مقصد ہو مگر اس میں گندگی کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو۔ اس کو تو دائیں طرف سے شروع کرنا چاہیئے اور آتارنے میں تنقیص اور اہانت ہے اور یہ کمال کی ضد ہے تو اس کے لیے بائیں طرف کو پہلے کرنا چاہیئے۔ مثلاً مسجد سے نکلنا اور بیت الخلاء میں داخل ہونا، بازار جانا اور استنجاء کے لیے پتھروں کا استعمال، شرمگاہ کا چھونا، ناک صاف کرنا اور اس طرح گندی کسی بھی چیز کو چھونا وغیرہ، کپڑا، موزہ، شلوار یہ سب جوتا پہننے کی طرح ہے۔

امام ابن حجر نے اس کا رد کیا ہے کہ یہ حکم ارشادی ہے۔ شرعی نہیں۔ یہ بات بالکل باطل ہے۔ اور سنت اور ائمہ کے کلام کے خلاف اور بعض نے اس کلام پر یوں تعاقب کیا ہے۔

اس بارے میں حکیم ترمذی کا یہ قول بہتر ہے کہ عام اشیاء کا دایاں اللہ کو محبوب ہے۔ اہل جنت قیامت کے دن عرش کی دائیں طرف ہوں گے اور سعادتمند دل کو دائیں ہاتھ میں ان کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ نیکیاں میزان کے دائیں پلڑے میں رکھی جائیں گی تو جب دائیں کو تقدیم کا حق ہے تو پھر اتارنے میں اس کو آخر میں رکھا جائے گا تاکہ اسے حق حاصل رہے۔ اور علامہ ابن حجر نے کہا ارشادِ نبوی "و آخرھا تنزع" میں مستقل فائدہ ہے۔ کیونکہ دونوں کو مقدم کرنے کے حکم میں یہ تقاضا نہیں کہ اتارنے میں ضرور اس کو مؤخر کرے کیونکہ دونوں کو اکٹھا جوتے سے نکالا جاسکتا ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ یہ کلمہ تاکید کے لیے ہے۔ اس میں اگرچہ فائدہ نہیں۔ لیکن یہ ان کا وہم ہے۔ اسی طرح مذکورہ معنی کے علاوہ ایسا معنی کرنا سوائے تکلف کے کچھ نہیں۔ اگرچہ جو اس کو تاکید سے خارج کرے اور یہ علامہ عصام پر تعریض ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تاکیدی حکم ہو سکتا ہے کیونکہ نفوس آسان کام کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یا پھر دائیں کو مقدم کرنا لوگوں کی عادت میں سے ہے۔ گویا کہ بائیں کی

Marfat.com

تقدیم کو چھوڑنا ضروری ہے اور علامہ ابنِ حجر نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طہارت میں دائیں کی تقدیم کو پسند کرتے اور جب بالوں میں کنگھی کرتے تو بھی دائیں طرف سے شروع فرماتے اور جب نعلین پہنتے تب بھی دائیں کو مقدم کرتے گویا کہ راوی کو باقی حدیث یاد نہیں رہی جیسا کہ مکمل طور پر یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔ کہ ہر معاملے میں دائیں کو مقدم فرماتے ۔

امام بخاری نے کتاب الوضو ، باب الصلوٰۃ ، باب أطعمہ اور باب اللباس میں، مسلم نے باب الطہارہ میں، امام ابو داؤد نے باب اللباس میں، اور ترمذی نے باب الصلوٰۃ کے آخر میں ذکر کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شمائل میں، نسائی نے باب الطہارۃ میں اور باب الزینۃ میں ابن ماجہ نے باب الطہارۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی جس کا معنی یہ ہے ۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعجبہ التیمن فی تنعلہ و ترجلہ و طہورہ و فی شانہ کلہ ۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں کو پسند فرماتے تھے۔ نعلین پہننے میں، طہارت میں، کنگھی کرنے میں اور اپنے ہر کام میں ۔

اسی طرح اسے امام احمد نے بھی روایت کیا اور بخاری نے اکثر و فی شانہ کلہ میں واؤ کو ساقط کر دیا ۔

لفظ "التیمن" مشترک ہے اس کے معنی دائیں سے شروع کرنا کسی شے کو دائیں سے استعمال کرنا تبرک اور دائیں کا قصد کرنے کے ہیں لیکن یہاں قرینہ موجود ہے کہ یہاں اس سے مراد پہلا معنی ہے

Marfat.com

ترمذی کی روایت میں ما استطاع (جو استطاعت رکھتا ہو) کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح بخاری کے باب الصلوٰۃ میں ہے" یعنی جب تک وہ دائیں کی تقدیم پر قادر رہے" کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ اگر دائیں کو کوئی عارضہ لاحق ہو تو پھر بائیں سے شروع کرنے میں کوئی کراہت نہیں اگرچہ وہ تکریم و عزت کا فعل ہی کیوں نہ ہو۔

امام ابن حجر نے فتح الباری میں اسے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث میں یہ فائدہ ہے کہ دائیں پر مداومت کرے جب تک کوئی مانع نہ ہو۔ گویا علامہ ابن حجر نے شیخ عصام پر تعرض کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ ما استطاع سے مراد دائیں کے اختیار کرنے میں تاکید ہے اور اس کے ترک نہ کرنے میں مبالغہ ہے جیسا کہ عرف عام ہے اور یہ وارد نہیں ہوا کہ آپ نے ضرورۃً یا عدم قدرت کی وجہ سے یا ارادۃً اس کو ترک کیا ہو اور یہ تمام کلام اس بات کو تقویت دیتا ہے کہ ما استطاع میں ما مصدریہ ظرفیہ ہے جیسا کہ ایسے مقامات پر شائع ہے اور بعض حضرات نے اس کو یہاں موصولہ ہونا بھی جائز رکھا ہے۔

الفاظِ حدیث "کان یعجبہ التیمن" سے مراد امور شرلفیہ ہیں جیسا کہ آ رہا ہے۔ فتح الباری میں کہا کہ اس کی حکمت یہ بیان ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیشہ دائیں کو اس لیے پسند فرماتے کہ اس میں نیک فال ہے کیونکہ اصحاب الیمین جنت والوں کو کہتے ہیں۔ اور حکیم ترمذی کا کلام اس سلسلہ میں گزر چکا ہے۔

وقولہ فی تنعلہ (نعل پہننے میں) ترجلہ (بالوں میں کنگھی کرنے میں اور بالوں میں تیل لگاتے میں اس کو صاحب فتح الباری نے بیان کیا اور علامہ عینی نے اس پر تعاقب کیا کہ یہ لفظ ترجل تیل لگانے پر دال نہیں کیونکہ کسی اہل لغت نے اس کا یہ معنی بیان نہیں کیا اور ترجل سے مراد بالوں کو سنوارنا ہے وہ چاہے سر

Marfat.com

کے ہوں یا داڑھی کے اور المرجل (بکسر المیم) ہے کنگھی اور اسی طرح المسرح (بکسر المیم) جیسا کہ غریبین میں بیان کیا گیا اور نہایہ (ابن الاثیر) کی عبارت ابن حجر کے کلام کو تقویت دیتی ہے کہ بالوں کے سنوارنے اور ان کو خوبصورت بنانے کو الترجل والترجیل کہتے ہیں۔ اور زمخشری نے کہا رجل الشعر کا معنی آدمی کا اپنے بالوں کو کنگھی کرنا ہے اور المصباح میں ہے کہ یہ لفظ بالوں کے کنگھی کرنے کے بارے میں آتا ہے خواہ بال آدمی کے اپنے ہوں اور یا کسی اور کے، اور لفظ ترجلت اس وقت آتا ہے جبکہ اپنے بالوں میں کنگھی کی جائے اور المشارق میں ہے کہ رجل الشعر سے مراد آدمی کا اپنے بالوں میں کنگھی کرنا اور انکو کھولنا ہے اور یہ تمام گفتگو علامہ عینی کی تائید کر رہی ہے۔ اور المشارق میں جوہری سے ہے کہ الترجیل سے مراد بالوں کا تر کرنا پھر کنگھی کرنا شاید ابن حجر نے یہ کلام دیکھا مگر دوسروں نے یہ کلام نہ دیکھا۔ صحاح اور مختار الصحاح میں ترجیل الشعر کا معنی گھنگریالے بال بنانا اور ان میں کنگھی کرنا اور ان کو کھول کر لٹکانا لکھا ہے۔

ابن حجر نے کہا کہ یہ کنگھی وغیرہ کرنا نظافت کے باب سے ہے اور حدیث ابو داؤد میں ہے:

من کان له شعر فلیکرمه۔ جب کسی کے بال ہوں پس وہ ان کا اکرام کرے۔

اور وہ حدیث جس میں اس سے نہی وارد ہے تو اس میں مبالغہ سے (ہر وقت کنگھی کرنا) نہی فرمائی گئی ہے۔

علاوہ ازیں کبھی یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ لفظ ترجیل کی تیل لگانے پر دلالت التزامًا ہے جو مسلمہ نہیں لیکن امام زین الدین العراقی نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور وہ شمائل ترمذی میں ہے۔

Marfat.com

بالوں کو ہر وقت کنگھی کرنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الترجيل الا غبا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر روز کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ چھوڑ کر کی جائے۔

یعنی کبھی کی جائے اور کبھی نہ کی جائے۔ اور غب غین مکسورہ ہے اور اس کا اصل اونٹ کا ایک دن پانی پر وارد ہونا اور ایک دن نہ ہونا ہے پھر یہ لفظ ہر اس کام کے لیے استعمال ہونے لگا جو کبھی کیا جائے اور کبھی چھوڑ دیا جائے۔ یا ایک دن کیا جائے اور ایک دن ترک کر دیا جائے۔ تو اس نہی سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت بالوں کو آدمی کنگھی ہی نہ کرتا رہے۔ کیونکہ یہ زیب و زیبائش میں مبالغہ ہے اور یہ عورتوں کا کام ہے۔

ابن العربی نے فرمایا:

موالاته تصنع وتركه تدنس واغبابه سنة۔

ہمہ وقت کنگھی کرنا تصنع ہے اور اسے بالکل ترک کر دینا گندگی اور کبھی کرنا کبھی ترک کرنا سنت ہے۔

ایک صحابی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقفہ کے ساتھ بالوں میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔ یعنی آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ کنگھی کرنے میں مبالغے سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ایک دن کنگھی کرتے اور کسی دن چھوڑ دیتے۔

اور یہ اعتراض نہیں کیا جائے گا کہ یہ حدیث معلول ہے کیونکہ اس میں ایک شخص مجہول ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ علامہ عصام نے اس کا جواب دیتے ہوئے

Marfat.com

فرمایا کہ یہ شخص مجہول نہیں بلکہ معروف ہے کیونکہ ہمیں یہ علم ہوگیا کہ یہ اصحابِ رسول میں سے ہے اور صحابی کا نام معلوم نہ ہونا صحتِ حدیث کے لیے مضر نہیں ہے۔

اور امام ترمذی نے الترجیل پر لفظ الترجل کو فوقیت دی ہے کیونکہ اس کا زیادہ استعمال ہے اور بعض حضرات کا یہ قول کہ الترجیل مشترک ہے یعنی کنگھی کرنا اور بالوں کو گھنگھریالے بنانے میں امام عصام نے اس کا رد کیا ہے کیونکہ ابوابِ حدیث سے ان کا مترادف ہونا معلوم ہوتا ہے اور لفظ الترجل خود بھی کنگھی کرنے اور آدمی کے پیدل چلنے میں مشترک ہے۔

فائدہ: بالوں کو لٹکانے اور ان میں کنگھی کرنے کو ترجیل اسی لیے کہتے ہیں کہ اس میں بالوں کا جڑوں سے انزال اور ارسال ہے اور یہ امام راغب کے اس قول سے اخذ کیا گیا ہے کہ "ترجل الوجل" اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ سواری سے نیچے اترے یا جب سورج دیواروں سے نیچے اترے تو کہا جاتا ہے کہ ترجل النہار اور رجل شعرہ گویا اس نے اپنے بال پاؤں کی طرف نیچے کیے۔

حافظ ابو زرعہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی شریف کی نظافت اور اس میں کنگھی کرنے میں کسی دوسرے شخص سے مدد نہیں لیتے تھے۔ بلکہ بذاتِ خود اپنے ہاتھ سے داڑھی شریف کی ستھرائی وغیرہ فرماتے تھے بخلاف سر بالخصوص اس کے پچھلے حصہ کے اس میں بعض اوقات ازواج مطہرات سے مدد لیتے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکثر الدھن رأسہ وتسریح لحیتہ ویکثر القناع کان ثوبہ ثوب زیات۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اقدس میں تیل کثرت سے لگایا کرتے تھے اور داڑھی میں کنگھی فرمایا کرتے اور اپنے سر اقدس پہ عمامہ وغیرہ کو تیل سے بچانے

Marfat.com

کے لیے کپڑا رکھا کرتے تھے۔ اور آپ کا
نیچے والا کپڑا خوب چکنا ہو جاتا تھا۔

الدھن: بالفتح (تیل کا استعمال کرنا) اور الدھن (بالضم) وہ تیل وغیرہ جو لگایا جاتا ہے اس کی جمع دھان ادھن بروزن افتحل تیل کی مالش کرنا (المصباح) اور تسریح لحیتہ کا عطف دھن پر ہے۔ (راس پر نہیں جیسا کہ بعض حضرات کو وہم ہوا۔

"یکثر القناع" یہاں مضاف خذف ہے اور رجال کی طرح ہے اور یہ وہ کپڑا ہے جو کہ آدمی تیل لگانے کے بعد سر پر رکھتا ہے تاکہ عمامہ وغیرہ تیل سے بچا رہے۔
"کان ثوبہ" میں یہی کپڑا مراد ہے۔
"ثوب زیات" "تیل بیچنے والا" یا تیل بنانے والا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے لیکن اکثر احادیث کے سیاق کی جس چیز پر دلالت ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر قمیص کا وہ حصہ مراد ہے جو کہ گردن سے بڑھا ہوا ہوتا ہے کیونکہ اس پر تیل کثرت کی وجہ سے لگ جاتا ہے اور اس روایت کو ابن سعد نے طبقات میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

یکثر القناع حتی یری حاشیۃ ثوبہ کانہ ثوب زیات۔	آپ اکثر طور پر عمامہ کے نیچے کپڑا رکھتے حتی کہ کپڑے کا کنارہ خوب چکنا دکھائی دیتا۔

علامہ ابن حجر نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے بالوں کو خوب تیل لگاتے پس جو حصہ کپڑوں کا آپ کے سر کے ساتھ لگتا تھا وہ تیل سے شرابور ہو جاتا تھا۔

امام زین العراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد ہیں۔

Marfat.com

۱۔ ان شواہد میں سے ایک روایت خلیعات میں مروی ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر
وآلہٖ وسلم یکثر دھن راسہ	اقدس میں تیل لگایا کرتے اور پانی کے
وتسریح لحیتہٖ بالماء۔	ساتھ اپنی داڑھی کو سنوارتے۔

۲۔ دوسری روایت میں امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید سے بیان فرمایا:

کان لا یفارق مصلاہ سواکہ	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی مسواک
ومشطہ وکان یکثر تسریح	اور کنگھی سے خالی نہیں ہوتا اور آپ
لحیتہٖ	اکثر لحیہ مبارک میں کنگھی فرمایا کرتے تھے

اس روایت کی اسناد ضعیف ہیں اور یہاں کثرت سے تیل لگانے سے مراد یہ ہے کہ کبھی لگاتے کبھی چھوڑ دیتے اس کی دلیل حدیث سابق ہے جس میں کنگھی کرنے میں مبالغہ سے نہی فرمائی گئی ہے۔ اس سے امام جزری کا یہ قول بھی واضح ہوگیا کہ ربیع بن صبیح کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب لوگوں سے زیادہ کپڑوں کو صاف رکھتے تھے اور ہیئت کے اعتبار سے حسین ترین تھے اور آپؐ نے فرمایا اپنے کپڑوں کو بہتر بناؤ تاکہ تم لوگوں میں محبوب بن جاؤ۔ اور کسی کے کپڑے آپ میلے دیکھتے تو فرماتے کیا تمہارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس سے ان کو دھولیں۔

یاد رہے کہ بعض اوقات آپ کے کپڑوں (قمیص) کے حاشیہ یعنی کالر وغیرہ پر تیل لگ جاتا تھا جسے آپ دھو ڈالتے اور پھر اس روایت میں ربیع بن صبیح منفرد بھی نہیں ہے بلکہ اس کے تابع اور بھی ہیں۔ ابن سعد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سر بند

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم یکثر التقنع بثوب حتی کان ثوبہ ثوب زیات او دھان۔

باندھتے تھے یہاں تک کہ آپ کا کپڑا تیل سے تر ہوتا تھا۔

راوئ حدیث ربیع بن صبیح

راوی حدیث ربیع بن صبیح عابد زاہد شخص تھے لیکن جیسا کہ امام نسائی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ دار قطنی اور امام احمد نے کہا کہ منکر الحدیث ہے لہٰذا مذکورہ حدیث معلول ہے۔ بلکہ امام جزری نے تو اسے تصحیح المصابیح وغیرہ میں منکر روایات میں شمار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ عراقی نے اس کے ضعف پر جزم کیا اور شرح العصام میں اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ وہ جو شیخ جزری نے تصحیح المصابیح میں ذکر کیا ہے کہ ربیع بن صبیح عابد آدمی تھا لیکن ضعیف الحدیث ہے اور اس کے لیے مناکیر ہیں اور انہی احادیث میں سے یہ حدیث ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دھن راسہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات اپنے سر اقدس میں تیل لگایا کرتے تھے۔

اگرچہ شارح نے اس پر تعاقب کیا کہ یہ حدیث ضعیف اور ناقابلِ قبول ہے کیونکہ یہ روایت منکر ہے۔ مگر امام بغوی نے اس کو المصابیح اور شرح السنۃ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس کو ضعیف نہیں کہا اور ترمذی نے نوادر الاصول میں اس کو بغیر تضعیف کے بیان کیا ہے۔

اس سند میں ابان جو یزید کا والد ہے اکثر نحویوں اور محدثین کے نزدیک سحاب کے وزن پر غیر منصرف ہے بعض نے اسے منصرف کہتے ہوئے مبالغہ کیا اور کہا کہ جس

Marfat.com

نے اس کو غیر منصرف مانا وہ گدھا ہے اور بعض نے اس کے الٹ کہا اور کہا کہ جو اسے منصرف کہتا ہے وہ گدھا ہے اور ابن خطیب الدھشہ نے اپنی کتاب "تحفۃ الادب فی مشکل الاسماء و النسب" میں کہا اہل لغت کے ہاں ابان کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کی دو وجہیں لکھی ہیں۔ جنھیں امام نووی نے نقل کیا ہے اور منصرف ماننے میں ابن مالک نے خطا کی۔ ابوہریرۃ کے قول "بعثت ابان" میں اور اس بارے میں ہم نے کچھ کلام تہذیب المطالع میں کیا ہے اور اس کے لیے شرح تنقیح القرانی کا مطالعہ کیجئے۔

انہوں نے دونوں وجہوں پر سیر حاصل کلام فرمانے کے بعد غیر منصرف کو راجح مانا ہے۔

"وطھورہ" کرمانی نے طا کو بالفتح پڑھنے سے منع کیا ہے جبکہ امام عینی، امام عصام، امام ابن حجر وغیرہ نے اس کو جائز رکھا اور یہی حق ہے۔ اور امام ابو داؤد نے مسلم بن ابراہیم عن شعبہ سے وسواکہ (مسواک) کا لفظ بھی اضافہ کیا ہے اور لفظ "فی شانہ کلہ" امام تقی الدین نے فرمایا کہ یہ عام مخصوص البعض ہے کیونکہ بیت الخلاء میں داخل ہونا یا مسجد سے باہر آنا وغیرہ میں آپ بائیں قدم پہلے رکھتے۔

امام ابن حجر نے فرمایا لفظ "کلہ" شان کی تاکید ہے جو تعمیم پر دال ہے کیونکہ تاکید مجاز کا تصور رفع کر دیتی ہے ممکن ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ حقیقت شان یہ ہے کہ وہ کام مقصود ہو اور جس میں بایاں مستحب ہے وہ افعال مقصودہ میں سے نہیں ہوتا۔ بلکہ یا تو وہ متروک ہوگا یا پھر غیر مقصود اور یہ تمام کلام تب ہے جبکہ واؤ کا اثبات کیا جائے۔ ——— اور اگر واؤ کو ساقط کر دیا جائے اور اس طرح پڑھا جائے (فی شانہ کلہ) تو پھر یہ "یعجبہ" کے متعلق ہوگا نہ کہ التیمن کے۔ ترجمہ یہ ہوگا کہ آپ پسند فرماتے تھے ہر کام میں کہ اسے دائیں سے شروع فرمائیں یعنی اس کو سفر و حضر فراغت و مشغولیت میں کبھی بھی ترک نہیں فرماتے۔

اور کرمانی نے اسے مانا مگر امام عینی نے اس پر اعتراض کیا کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ

Marfat.com

آپ ہر حال میں صرف مذکورہ بالا تین اشیاء میں ہی دائیں کی تقدیم کو پسند فرماتے تھے۔ حالانکہ آپ ہر حال میں تمام کاموں میں دائیں کو ہی پسند فرماتے تھے۔ اس حدیث میں شان کو مؤکد کیا گیا ہے اور یہاں لفظ شان حال کے معنی میں ہے یعنی ہر حالت میں آپ دائیں کو فضیلت دیتے تھے۔

صاحب فتح الباری نے کہا کہ "شانہ کلہ" سے مراد یہ ہے کہ آپ تمام کاموں کو دائیں سے شروع فرماتے۔ کپڑے پہنتے ہوئے، شلوار، موزہ پہنتے ہوئے، مسجد میں داخل ہوتے وقت اور امام کے دائیں طرف نماز ادا کرنا اور مسجد کی دائیں طرف نماز پڑھنا، کھانے پینے، حجامت کروانے، ناخن اتروانے، مونچھیں کاٹنے، بغل کے بال اکھاڑنے، سر منڈوانے، بیت الخلاء سے نکلنے۔ یعنی ہر کام دائیں سے شروع کرتے سوائے ان کاموں کے کہ جن میں بائیں کی تقدیم پہ دلیل ہے۔ مثلاً بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک صاف کرنا، استنجا کرنا، کپڑے اور شلوار اتارنا وغیرہ۔ ان تمام کاموں میں بایاں کی تقدیم مستحب ہے کیونکہ ان کا تعلق باب ازالہ سے ہے۔

امام نووی نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہے کہ وہ کام جو عزت و تکریم میں سے ہے وہ تو دائیں ہاتھ سے کرنا چاہیئے ورنہ بائیں ہاتھ سے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ سر منڈوانا ازالہ میں سے ہے پس اس کو بائیں ہاتھ سے شروع کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے زینت حاصل کی جاتی ہے اور اس میں دائیں سے شروع کرنا ثابت بھی ہے۔

امام طیبی نے فرمایا، "فی شانہ کلہ" یہ "فی تنعلہ" اعادہ عامل کے ساتھ بدل کے طور پہ ہے گویا کہ تنعل پاؤں کے متعلق ہے اور کنگھی کرنا سر سے متعلق ہے۔ رہی طہارت تو یہ تو تمام عبادات کے دروازے کی چابی ہے۔ گویا فی شانہ کلہ کے ذریعے تمام اعضاء کا ذکر کر دیا گیا تو بدل الکل من الکل ہے۔

Marfat.com

پھر امام ابن حجر نے کہا کہ مسلم کی روایت میں " فی شانہ کلہ " کے کلمات فی تنعلہ سے پہلے ہیں تو یہ بدل البعض من الکل ہوا۔ اسی طرح برماوی نے بھی کہا۔ لیکن علامہ عینی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ امام طیبی کا کلام بخاری کی روایت پر نہیں بلکہ مسلم کی روایت پر ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحب التیمن فی شانہ کلہ فی تنعلہ و ترجلہ۔

فتح الباری باب الوضوء میں کہا کہ یہ جو کچھ بھی گزرا یہ ظاہر سیاق و سباق کے مطابق تھا جو کہ یہاں وارد ہوا لیکن مصنف (امام بخاری) نے باب الاطعمہ میں عبد اللہ بن مبارک عن شعبہ سے بیان فرمایا کہ اشعث اپنے شیخ سے کبھی تو اس روایت کو اختصار سے بیان کرتا ہے اور فقط اتنا ہی کہتا ہے " فی شانہ کلہ " اور کبھی اس کے ساتھ " فی تنعلہ " بھی بیان کر دیتا۔

اور امام اسماعیلی نے غندر عن شعبہ عن عائشہ سے اسی طرح بیان کیا کہ کبھی تو اجمالاً بیان کیا اور کبھی تفصیلاً پس اصل حدیث یہ ہے جس میں تنعل کے الفاظ ہیں۔ اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو امام مسلم نے ابو الاحوص اور ابن ماجہ نے ابن علبید اور وہ دونوں اشعث سے " فی شانہ کلہ " کے بغیر بیان کرتے ہیں۔ اگر یہ روایت فی شانہ کلہ کے الفاظ پر ہی ختم ہو تو یہ روایت بالمعنی ہوگی۔

امام نووی نے فرمایا وضو میں دائیں کی تقدیم پر علماء کا اجماع ہے اور مخالف کے خلاف یہ مذکورہ حدیث سند ہے کہ اس نے فضیلت فوت کر دی۔ البتہ وضو ہو جائے گا۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا یہاں علماء سے مراد علماءِ اہلسنت ہیں کیونکہ شیعہ تو

Marfat.com

واجب کہتے ہیں اور علماء شیعہ میں سے شیخ مرتضیٰ نے یہ غلطی کی ہے کہ انہوں نے اس کی نسبت امام شافعی کی طرف کی یہ گمان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ترتیب مانتے ہیں جو تقدیم کو لازم ہے لیکن یہ بات وہ ہاتھوں کے بارے میں نہیں کہتے اور نہ ہی پاؤں کے بارے میں کیونکہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ایک ہی عضو ہیں کیونکہ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو قرآن میں ایک ہی لفظ میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ان پر پانی کے مستعمل ہونے میں مشکل اس وقت پیش آتی ہے جب پانی ایک سے دوسرے ہاتھ پر منتقل کر دیا جائے گا جبکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک پانی عضو کے ساتھ ہے مستعمل نہیں ہوگا۔

عمرانی نے "البیان" میں کہا کہ وجوب کا قول شیعہ فقہا کا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ شیعہ حضرات سے اس میں تصحیف واقع ہوئی ہے اور امام رافعی کے کلام سے گمان ہوتا ہے کہ امام احمد بھی وجوب کے قائل ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ امام موفق ابن قدامہ حنبلی نے "المغنی" میں فرمایا کہ اس کے عدم وجوب میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ اور مذکورہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ دائیں کو بائیں طرف پر شرف حاصل ہے۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا ہے کہ امام کے اور مسجد میں دائیں جانب نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اسی طرح کھانے پینے میں دایاں ہاتھ بہتر ہے۔ جبکہ بائیں سے کھانا منع کیا گیا ہے۔

دو اہم فوائد :

مسجد حرام میں سب سے افضل مقام ابراہیم ہے

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے:

Marfat.com

خیر المسجد الحرام المقام — مسجد حرام میں سب سے افضل جگہ مقام

ثم میامن المسجد — ابراہیم اور مسجد کا دایاں حصہ ہے۔

اور حضرت سعید بن مسیب مسجد کی دائیں جانب نماز پڑھتے تھے۔

امام حسن بصری اور امام ابن سیرین سے بھی اسی طرح مروی ہے امام ابوالشیخ نے "الثواب" میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا:

الرحمة تنزل علی الامام ثم علی من عن یمینہ الاول فالاول — اللہ کی رحمت پہلے امام پر نازل ہوتی ہے اور اس کے بعد اس پر جو امام کی دائیں طرف پہلا شخص ہوتا ہے پھر اس کے ساتھ والے پر۔

طواف کرنے والے کا کعبہ کو بائیں طرف رکھنے کی حکمت

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جب ہر مقام پر دائیں طرف سے شروع ہونا مطلوب و پسندیدہ ہے تو پھر کعبہ کا طواف کرنے والا کعبہ کو اپنی بائیں طرف کیوں کرتا ہے۔ لوگوں نے متعدد جوابات دیے ہیں

۱۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن رشید الفہری المغربی نے اپنے سفرنامہ "ملاء العیبہ بما جمع بطول الغیبہ فی الوجہ الوجیہہ الی الحرمین مکة وطیبة" میں بیان فرمایا کہ کعبہ معظمہ امام اور طواف کرنے والا مقتدی کی مثل ہے اور مقتدی اگر اکیلا ہو تو وہ امام کی دائیں طرف ہی کھڑا ہوتا ہے نہ کہ بائیں طرف تو اب امام مقتدی کی بائیں طرف ہوا۔

۲۔ امام قرافی نے فرمایا کہ کعبہ کی دونوں اطراف انسان کی دونوں طرفوں یعنی دائیں اور بائیں کی مثل ہیں۔ حجر اسود کعبہ کی دائیں طرف اور کعبہ کا دروازہ کعبہ کا چہرہ ہے۔

Marfat.com

اگر طواف کرنے والا کعبہ کو اپنی بائیں جانب کے بجائے دائیں طرف کرے تو کعبہ کے چہرے سے اعراض لازم آتا ہے اور جب اسے اپنی بائیں جانب رکھے گا تو کعبہ کے چہرے کی طرف توجہ ہوگی اور چہرے سے اعراض ادب کے خلاف ہوتا ہے۔ اور بیت اللہ کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔

۳۔ اور یہ تو زبان زد خاص و عام ہے کہ دل بائیں طرف ہوتا ہے تو اس مناسبت سے کعبہ کے ساتھ طواف کرنے والے کی اس جانب کا متصل ہونا مناسب ہے۔

۴۔ اس بارے میں میں نے نہایت ہی نفیس کلام امام شاطبی کی کتاب "الاشادات والافادات" میں دیکھا اور اسے انہوں نے قریب گزرے ہوئے شیخ الخطیب الاستاذ ابو عبداللہ محمد بن مرزوق التلمسانی کی طرف منسوب کیا ہے۔

شاطبی لکھتے ہیں کہ ہمیں خبر دی الاستاذ ابو عبداللہ البلنسی نے انہیں الاستاذ الخطیب ابو عبداللہ محمد بن مرزوق نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سوال کیا جبکہ ہم طوافِ کعبہ کر رہے تھے کہ طواف کے وقت کعبہ کو بائیں جانب کیوں کیا جاتا ہے؟ جبکہ دائیں جانب افضل ہے تو آپ نے فوراً جواب دیا دل انسان کی بائیں طرف ہی تو ہوتا ہے۔ پس اس جانب کو کعبہ کی طرف کر دیا تاکہ یہ توجہ میں زیادہ قریب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ۔ — پس لوگوں کے دل بنا جو اس کی طرف مائل ہوں۔

میں نے عرض کیا کہ اہل طب کے نزدیک دل کا حقیقی مقام سینہ کے درمیان ہے نہ کہ دائیں طرف اور نہ ہی بائیں طرف اور پھر اس کے سر کو دائیں طرف معمولی سا مائل کر دیا گیا ہے یا پھر بائیں طرف مائل کر دیا گیا ہے۔ اس پر خاموشی ہو گئی۔ پھر میں یہ مسئلہ طبیب عارف ابو عبداللہ الشقوری کے پاس لے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو

Marfat.com

کچھ تو نے استاذ سے کہا وہ حق ہے مگر میرے نزدیک اس کی دو حکمتیں ہیں۔

۱۔ دائیں جانب کا بائیں پر قوی ہونا مسلم ہے اور کعبہ کا طواف گول چکر کی صورت میں ہوتا ہے تو جانب قوی کو دور ہونا چاہیئے اور کمزور کو قریب لہٰذا دائیں کو قوی ہونے کی وجہ سے دور اور بائیں کو کمزور ہونے کی وجہ سے قریب رکھا گیا ہے۔

۲۔ قلب کی جانب محل روح سے متصل ہے جو کہ منبع ہے اور اسی سے بڑی شریان الابھر سارے جسم کی طرف جاری ہوتی ہے اور اسی طرح پر نبض کی حرکت بھی بائیں طرف شمار کی جاتی ہے اور جسم میں سب سے زیادہ مکرم چیز روح ہے پس اس کو کعبہ معظمہ کے سامنے رکھ دیا تاکہ جو مکرم اور اشرف ہے وہ کعبہ کے سامنے ہو جائے۔ اور یہ گفتگو نہایت ہی احسن ہے۔

امام شقوری کا پہلا جواب مولانا عصام الدین کی تعلیل کی تائید کرتا ہے کہ جوتا پہنتے ہوئے دائیں سے شروع کریں اور اتارتے ہوئے بائیں طرف سے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے تعاقب کیا تھا لیکن وہ امعان نظر اور تامل کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

بعض ائمہ مالکیہ کے طہارت میں دائیں کی بائیں پر تقدیم کے حکم میں کلام کو دیکھا کہ یہ ہاتھوں اور پاؤں میں ہے کیونکہ دائیں میں حسی قوت ہے لہٰذا اس کو شرعی فضیلت بنا دیا گیا اور تقدیم یہ ہے جس کے لیے فضیلت ہے بخلاف کانوں اور رخسار کے کہ ان میں اختصاص نہیں ہے اور میں نے مغرب میں ایک کتاب دیکھی جس کے مؤلف کو میں نہیں جانتا اس میں مذکورہ بات کے خلاف لکھتے ہوئے کہا کہ انسان کے ہر دو اعضاء جو کہ ایک جیسے ہیں ان میں دایاں فضیلت والا ہے مگر آنکھ کے سوا کیونکہ بائیں آنکھ دائیں سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ لیکن یہ مناسب بات نہیں۔

Marfat.com

صحیح مسلم میں حضرت شداد بن اوس اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
وآلہ وسلم خالفوا الیہود فانہم	یہود کی مخالفت کرو وہ جوتوں اور
لا یصلون فی نعالہم ولا خفافہم	موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

اسے امام بیہقی نے سنن میں اور امام حاکم نے شداد سے اسی طرح مرفوعاً روایت کیا اور ابن حبان نے صحیح میں ان الفاظ کے ساتھ "خالفوا الیہود والنصارٰی" روایت کیا۔ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد خذوا زینتکم عند کل مسجد کی تفسیر میں فرمایا:

صلوا فی نعالکم۔	جوتوں میں نماز پڑھو۔

امام طبرانی نے کبیر میں حضرت شداد بن اوس سے مرفوعاً بیان فرمایا:

صلوا فی نعالکم ولا تشبھوا	جوتوں میں نماز پڑھو اور یہود کی
بالیھود۔	مشابہت نہ کرو۔

علامہ ابن حجر وغیرہ نے اپنی بعض کتب میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے کچھ بزرگوں کے پاس سے گزرے جن کی داڑھیاں سفید تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے انصار ان کو سرخ یا زرد خضاب کر دو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو پاجامے پہنتے ہیں، تہبند نہیں باندھتے تو فرمایا کہ تم پاجامے بھی پہنو اور تہبند بھی ابن حجر نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس میں ایک ثقہ راوی ہے پر کلام کیا گیا ہے۔ لیکن یہ مضر نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں جس کی سند ضعیف ہے کہ مشرک پاجامے پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے تو آپ نے فرمایا کہ پاجامے پہنو اور تہبند بھی۔ عرض کی گئی کہ وہ ننگے

Marfat.com

رہتے ہیں جوتے نہیں پہنتے تو آپ نے فرمایا تم ننگے بھی رہو اور جوتے بھی پہنو اور شیطان کے دوستوں کی جہاں تک ہو سکے مخالفت کرو۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت مروی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

انتعلوا وتخففوا وخالفوا اهل الکتاب

جوتے اور موزے پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب اللباس میں امام مسلم، امام نسائی، ترمذی نے کتاب الصلوٰۃ میں ابومسلمہ سعید بن یزید الازدی سے روایت کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعلین سمیت نماز ادا فرمائی ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں۔ اور امام بخاری نے اس پر باب باندھا باب الصلوٰۃ فی النعال (جوتوں میں نماز ادا کرنا)۔ امام ابن بطال وغیرہ نے فرمایا یہ اس صورت پر محمول ہے جب ان کے ساتھ کسی قسم کی نجاست نہ ہو۔ امام ابن دقیق العید نے فرمایا کہ یہ صرف رخصت ہے مستحبات میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ نماز کے مطلوب میں داخل نہیں۔ اگرچہ جوتا پہننا زینت میں سے ہے مگر اس کا ہر وقت زمین کے ساتھ لگنا جس میں بہت ساری نجاستیں ہوتی ہیں۔ اس کی متعارض ہے اور جب تحسین کی مصلحت کی رعائت اور ازالہ نجاست کی رعایت میں تعارض پیدا ہو جائے تو پھر دوسری کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ یہ دفع المفاسد کے باب میں سے ہے اور دوسرا یہ کہ یہ تمام مصالح کا جمع کرنا ہے اور اس کو سوائے کسی واضح دلیل کے رد نہیں کیا جا سکتا[1]

---

[1] جوتوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں تحقیق حضرت علامہ زاہد الکوثری نے فرمائی لہٰذا آپ کا رسالہ "کشف الردوس ولبس النعال فی الصلوٰۃ" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

اور امام حجر نے فرمایا کہ یہ جو وارد ہوا ہے یہ استحباب کو چاہتا ہے۔ پھر ابوداؤد وحاکم کی سابقہ روایت ذکر کی ہے جس میں یہود کی مخالفت کا حکم ہے۔ تو آب یہود کی مخالفت کی وجہ سے مستحب ہوگا۔

اور جس نے جوتوں میں نماز پڑھنا زینت میں سے کہا ہے تو اس نے اس کو مذکورہ بالا آیت: خذوا زینتکم، (الآیہ) کی تفسیر سے اخذ کیا ہے تو یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے۔ اس کو امام ابن عدی نے کامل میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ابوہریرۃ سے اور امام عقیلی نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

اور ابوداؤد نے حضرت عمرو بن شعیب سے، انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے دادا سے روایت کی:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حافیاً و متنعلاً۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور جوتے سمیت نماز پڑھتے دیکھا۔

اور یہ بلا کراہت جواز پر دلالت کر رہی ہے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں بعض حضرات سے نقل فرمایا کہ جوتے سمیت نماز بہتر ہے۔

اور مسجد میں جوتے سمیت چلنے کا جواز حدیث سے مستنبط ہے اور اس کے متعلق پچھلے صفحات میں گفتگو گزر چکی ہے۔

ابن ابی خثیمہ نے حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

اقمت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نصف	میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نصف ماہ تک قیام کیا۔

Marfat.com

شہر فرأیتہ یصلی وعلیہ نعلان متقابلان۔ | میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاک وصاف جوتوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

کان لنعل رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم قبالان وابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما و اول من عقد عقدًا واحدًا عثمان رضی اللہ عنہ۔ | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے دو زمام تھے اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے نعلین کے بھی دو زمام تھے اور جس نے سب سے پہلے جوتے کو ایک زمام سے باندھا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

اسے امام طبرانی نے ثقہ راویوں سے اور بزار نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔

امام ابن حجر نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عمل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک زمام کے ساتھ جوتا پہننا جائز ہے۔ اگرچہ آپ سے پہلے دو زمام والے جوتے تھے اور ایک زمام والا جوتا مکروہ نہیں ہے۔

نعلین مقدس کے دو زمام

امام نسائی نے حضرت عمرو بن اوس سے روایت کیا:

کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبالان ونعل ابی بکر قبالان۔ | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کے نعلین کے دو زمام تھے۔

Marfat.com

اور ابن شاذان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

کانت نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزمامین واول من شسع عثمان۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین دو زمام تھے اور سب سے پہلے جس نے ایک زمام والا جوتا پہنا وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن عساکر اور ابوالحسن ضحاک نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کے دو زمام تھے۔ اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت ہے۔

حارث بن اسامہ نے زیاد سے روایت کیا کہ ہم ایک بزرگ کے پاس گئے جنھیں مہاجر کہا جاتا تھا اور میرے جوتے کے دو زمام تھے اور میں نے اس کو اس کی شہرت کی وجہ سے پہننا ترک کر دیا تھا۔ انھوں نے مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ میں نے اس کی شہرت کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔ تو انھوں نے کہا:

لا تترک فان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانتا ھکذا۔	ایسا مت کرو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین ایسے ہی (دو زمام والے) تھے۔

ابوالحسن بن الضحاک نے عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کی دو زمام تھیں اور اس کے دو تسمے تھے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے قوی سند کے ساتھ روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو زمام تھے۔

Marfat.com

ابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک دو زماموں والی تھیں۔

Marfat.com

تَتِمّاتُ

Marfat.com

تتمہ اوّل

زرد رنگ کی فضیلت : بعض حفّاظ حدیث نے صراحت کی ہے :

ان نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت صفراء — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین زرد رنگ کی تھیں۔

رہا معاملہ اس حدیث کا جس میں ہے :

من لبس نعلا اصفر قل ھمہ — جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا اس کے غم کم ہو جائیں گے۔

تو ابن ابی حاتم نے کہا یہ حدیث موضوع ہے۔ (واللہ اعلم)

تاہم صاحب المطامح اور دیگر حضرات نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس نے زرد رنگ کے جوتے پہن کر کوئی کام شروع کیا تو اس کا وہ کام پورا ہوگا۔ کیونکہ بنی اسرائیل کی حاجت زرد رنگ کے چمڑے کے ذریعے حل ہوئی تھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زرد رنگ کا جوتا استعمال کیا جائے۔

اور بعض حضرات نے کہا کہ زرد خضاب پسندیدہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رنگ کی تعریف " تسر الناظرین " الفاظ کے ساتھ فرمائی ہے۔

اور ابن حجر ہیثمی نے اسی معنی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی سند سے کہ جس میں مجہول راوی ہیں بیان کیا کہ

ان من لبس نعلاً صفراً لم یزل یری مسروراً مادام لابسھا۔ — جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا تو جب تک وہ اس جوتے کو پہنے رہے گا، مسرور و خوش رہے گا

Marfat.com

اور بعض ائمہ نے کامل طور پر اس قسم کے سوال جواب پر گفتگو کی ہے، میں اس میں سے کچھ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس میں فوائد ہیں اور اس سوال کی صورت یوں ہے کہ امام ابوبکر نقاش نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے تحت: بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ، کہا کہ اس میں مثال کیا ہے؟

حضرت عطا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا وہ خوش و خرم رہے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک سے ثابت ہے۔

امام ابوبکر نقاش نے کہا کہ میں نے اس سند کے راوی ابو عذرا کے بارے میں ابو عبدالرحمٰن کسائی سے مصر میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ غیر معروف ہے اور یہ حدیث اسی سے مروی ہے۔

ابوبکر نقاش نے اپنی تفسیر میں کہا کہ میرا گمان ہے کہ ابو العذرہ۔ فضل بن الربیع الاسدی ہے اور امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی نے

میزان الاعتدال میں کہا:

فضل بن ربیع عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال:

من لبس نعلاً صفراء لم یزل ینظر فی سرور ثم قراء بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ۔	جس نے زرد رنگ کا جوتا پہنا وہ ہمیشہ خوشی و مسرت دیکھے گا۔ پھر یہ آیت کریمہ پڑھی "بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ"۔

Marfat.com

امام عقیلی نے کہا کہ اس حدیث کا متابع کوئی نہیں۔
زبیر بن عوام و ابن بکار اور یحیٰی بن کثیر نے کہا کہ:
ایاکم و لبس النعال السود — کالے جوتے پہننے سے بچو کیونکہ
فانھا تورث الھم۔ — یہ غم پیدا کرتے ہیں۔
اور ابن زبیر نے کہا کہ ان سے نسیان کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔
عبدالعزیز بن خطاب نے حسین بن علی الفہری سے انہوں نے فضل بن
الربیع سے انہوں نے ابن جریج عن عطا عن ابن عباس سے روایت کی:
من لبس نعلا صفراء لم — جس نے زرد رنگ کے جوتے پہنے
یزل ینظر فی سرور ما دام — وہ جب تک ان کو پاؤں میں رکھے گا
لابسھا۔ — خوشی و مسرت دیکھے گا۔
اور پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: بقرۃ صفراء فاقع لونھا
تسر الناظرین۔
اور یہ جو امام عقیلی سے گزرا ہے کہ اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے۔
تو اس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ زرد جوتا پہننا جائز ہے اور بالخصوص جبکہ حضرت
زبیر اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور امام یحیٰی بن ابی کثیر اور مصر و شام کے
قضاۃ حضرات وغیرہم بلکہ تمام جہان والے ایسے پہنتے تھے۔
اور ابن جوزی کا تلبیس ابلیس میں یہ کہنا کہ ان کا پہننا مکروہ ہے تو یہ غیر فائدہ
کے لیے ہے۔ ابن جوزی کے کلام کی مراد اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے۔
ظاہر یہی ہے کہ زرد جوتے پہننے سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے
اس قول: بقرۃ صفراء فاقع لونھا تسر الناظرین۔ سے
دلیل صحیح نہیں کیونکہ اس آیت میں ضمیر گائے کی طرف ہے نہ کہ جوتوں کی طرف۔

Marfat.com

رہا اس دلیل کا بطلان تو مستدل نے زرد رنگت کو خوشی کی علت بنایا ہے ۔ کہ زرد رنگ سے دل خوشی حاصل کرتا ہے اور یہ زرد رنگ کے جوتے میں بھی ہے اور اس علت کا ایک اور طریقے سے رد کیا جا سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس گائے کو کسی اور رنگ میں پیدا کرتا تو وہ دیکھنے والوں کو ویسی ہی بھلی اور خوبصورت معلوم ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ دیکھنے والوں کو لذت کا حاصل ہونا اس رنگ سے نہیں بلکہ مطلقاً گائے کے دیکھنے سے ہے تو اس دلیل کے بطلان کے بعد اس پر حکم کرنا اچھا نہیں۔

اور امام سخاوی کی مقاصد الحسنہ میں ہے۔

من لبس نعلا صفراء قل همه ۔ — جس نے زرد جوتا پہنا اس کے غم کم ہوں گے۔

اس کو عقیلی، طبرانی اور خطیب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا لیکن قل همه کی جگہ یہ الفاظ ہیں:

لم یزل مسرورا ما دام لابسها — جب تک زرد رنگ کے جوتے پہنے گا خوش رہے گا۔

ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث موضوع ہے اور زمخشری نے کشاف میں اس کو حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

اور زرد رنگ کے خضاب کے بارے میں ہم پیچھے مفصل بیان کر آئے ہیں

تتمہ ثانیہ

نعلین مبارک کس چمڑے کی تھیں؟

ابوالشیخ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

Marfat.com

ان نعلہ علیہ السلام کانت	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین
من جلود البقر۔	مبارک گائے کے چمڑے کی تھیں۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے گائے کے چمڑے کی نعلین پہنی ہوئی تھیں۔

اور حارث بن اسامہ نے حمید سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں نے اعرابی سے سنا اس نے کہا:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ	میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
علیہ وسلم وعلیہ نعلان	دیکھا کہ آپ نے گائے کے چمڑے
من بقر۔	کی نعلین پہنی ہوئی تھیں۔

تتمہ ثالثہ

نعلین مبارکہ کی ہیئت:

امام حافظ عراقی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارکہ مخصرہ اور ملسنہ تھی۔ اس کو امام ابو الشیخ نے یزید بن ابی زیاد کی سند سے بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کی زیارت کی وہ ملسنہ اور مخصرہ تھی۔

اور ابن سعد نے طبقات میں ہشام بن عروہ سے روایت کیا کہ میں نے نعلین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ مخصرۃ، معقبہ اور ملسنہ تھی۔ اس کے دو زمام تھے۔

(المخصرۃ) وہ نعل جس کی کمر پتلی ہو یا وہ نعل جن کے پہلو کو اس طرح کاٹ دیا جائے کہ وہ باریک ہو جائیں۔

(الملسن) من النعال۔ صحاح وغیرہ میں ہے کہ ملسنہ وہ جوتا ہے جو زبان کی

Marfat.com

طرح لمبا اور نرم ہو اور نہایہ میں ہے کہ وہ جوتا جس کا اگلا حصہ زبان کی طرح نوکدار ہو۔

اور ابوالحسن بن ضحاک نے اسماعیل بن امیہ سے روایت کی:

كانت نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم مخصرة معقبة لها قبالان۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک مخصرہ تھی اور اس کے دو زمام تھے۔

ابوالشیخ نے ثابت بن یزید سے روایت کی کہ مجھے اس شخص نے خبر دی کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک دیکھے ہوئے تھے کہ

لها قبالان معقبين۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین میں دو زمام تھے۔ اور ایڑیاں چوڑی تھیں۔

ابن سعد نے حضرت جابر سے روایت کی کہ محمد بن علی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک میرے لیے نکالی:

فاراني معقبة مثل الحضرمية لها قبالان۔

میں نے دیکھا انکی ایڑیاں چوڑی، کمر تلی اور دو زمام تھے۔

مسدد نے معتمر سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا کہ مجھے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین دیکھیں جو

معقبة لها قبالان۔

جن کی ایڑی چوڑی اور دو زمام تھے۔

ابن عساکر نے روایت کی ہمام سے کہ ہشام بن عروہ نے صلت بن دینار کی نعلین دیکھیں۔ اس کے دو زمام تھے۔ تو ہشام نے کہا:

عندنا نعل رسول الله صلى الله عليه وسلم معقبة مخصرة ملسنة۔

ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین ہیں جن کی ایڑی چوڑی، کمر تلی اور اگلا حصہ نوک دار ہے۔

Marfat.com

حافظ عراقی نے فرمایا کہ یزید بن ابی زیادہ کی حدیث میں عقب کا ذکر نہیں ہے اور ہشام بن عروہ نے کہا کہ اس نعل کا عقب تھا تو ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ یزید بن ابی زیاد نے مطلق عقب نہیں کہا بلکہ انہوں نے کہا کہ اس کا علیحدہ عقب نہیں تھا لیکن ہشام نے کہا ہے کہ اس نعل کا عقب اس کے ساتھ تھا جس سے تسمے باندھے جاتے تھے۔ یا پھر اس کا پچھلا حصہ اس کے ساتھ ہی تھا۔

اس میں کوئی تعارض نہیں جیسا کہ آگے ساتویں تتمہ میں بیان ہوگا۔

تتمہ رابعہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین پہنا کرتے تھے اور بعض اوقات ننگے پاؤں بھی چلتے۔ بالخصوص جب عبادت کے لیے جاتے تھے تو اضعاً اور زیادتی ثواب کی نیت سے جیسا کہ حافظ عراقی نے الفیتہ السیرۃ میں بیان فرمایا ہے۔

یمشی مع المسلمین والارملۃ　　فی حالۃ من غیر ما نفہ

(آپ مسلمانوں اور بے سہارا لوگوں کے ساتھ ہر حال میں چلنا پسند کرتے تھے)

یردف خلفہ علی الحمار　　علی اکاف غیر ذی استکبار

(اپنے پیچھے سواری پر کسی کو سوار فرما لیتے اور بغیر کسی تکلف کے پلان پر ہی بیٹھ جاتے)

یمشی بلا نعل ولا خف الی　　عیادۃ المریض حولہ الملاء

(اپنے صحابہ کے ساتھ جب عیادت مریض کے لیے جاتے تو بعض اوقات ننگے پاؤں ہوتے)

اور ابن الاعرابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

Marfat.com

روایت کیا:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حافیا و متنعلا۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین سمیت اور بغیر نعلین کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

اور یہ روایت ابوداؤد کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کریں۔ اور اس کے یہی مذکورہ الفاظ تھے۔

اور پیچھے یہ حدیث بھی گزری کہ موزے اور جوتے پہنو اور جہاں تک ہو سکے شیطان کے دوستوں کی مخالفت کرو۔ اور یہ روایت ضعیف ہے جیسا ہم نے اس جگہ بیان کر دیا تھا۔

اور ایک ضعیف حدیث میں ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن ابی حدرد سے مرفوعاً روایت کیا ہے

تمعددوا واخشوشنوا و استقبلوا وامشوا حفاۃ۔	معد بن عدنان کی طرح سختیاں جھیلو قبلہ رخ رہا کرو اور ننگے پاؤں چلو۔

امام ابن حجر نے فرمایا۔ تمعددوا یعنی اپنی زندگی سختی و غربت، کھانے پینے اور پہننے میں معد بن عدنان کی طرح گذارو۔

واستقبلوا: اور قبلہ رخ رہو تو قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مستحب ہے۔ اگرچہ آدمی نماز میں نہ ہو۔

وامشوا حفاۃ: علامہ ابن حجر نے کہا یہ لفظ اور اس جیسے دیگر الفاظ جو کہ دوسری احادیث میں آتے ہیں جن میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں چلنا بہتر ہے تو یہ الفاظ علی الاطلاق نہیں ہیں۔ ہاں علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ صحابہ کرام وضو فرمانے اور اس کے بعد کبھی کبھی ننگے پاؤں مسجد کی طرف جاتے۔

Marfat.com

اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تو یہ تواضع کے لیے اور پاؤں کو گندگی سے محفوظ رہنے کا امکان ہو پھر تو یہ سنت ہے ورنہ نہیں۔

اور اس کی تائید ہمارے علماء کا یہ قول ہے کہ کعبہ شریف کی حدود میں ننگے پاؤں داخل ہونا سنت ہے اگر پاؤں گندگی سے آلودہ نہ ہوں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہوتے اور بعض اوقات اس کے اوپر کپڑا (کاٹھی) ڈال کر۔ اونٹ اور خچر پر بھی اسی طرح اور بعض اوقات نعلین سمیت چلتے اور کبھی بغیر نعلین کے اور کبھی بغیر چادر کے اور کبھی چادر سمیت چلتے۔

اور ایک ضعیف حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: البذاذۃ من الایمان شکستہ حال ہونا ایمان میں سے ہے اور اس کی شاہد ایک صحیح حدیث ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

من ترک اللباس تواضعًا لله وھو یقدر علیه دعاہ الله یوم القیامة علی رؤس الاشھاد حتی یخیرہ من ای حلل الجنة شاء یلبسھا۔	جس نے اللہ کے سامنے عاجزی اور تواضع کرتے ہوئے لباس ترک کر دیا حالانکہ وہ اس پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اعلانیہ اختیار دیگا کہ جنت کے جس حلے کو تو چاہے زیب تن کر لے۔

اور یہ حدیث حسن ہے۔

اور ایک اور حدیث حسن میں وارد ہے:

ان الله تعالیٰ یحب ان یری اثر نعمته علی عبدہ۔	اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھنا پسند کرتا ہے۔

Marfat.com

اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں اظہار تواضع ہے جبکہ دوسرے میں اظہار نعمت ہے ۔

افضل عمل کون سا ہے ؟

اور اگر کہا جائے کہ ان دونوں میں افضل عمل کونسا ہے ؟
تو میں کہوں گا کہ بعض اوقات ایک افضل ہوتا ہے اور بعض اوقات دوسرا ۔
کہ کہیں تواضع کا اظہار پسندیدہ ہوتا ہے اور کبھی اظہار نعمت و شکر ۔

اور شرح شمائل ترمذی میں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا جیسا کہ گذرا کپڑوں کی سادگی اور ہیئت میں سادگی ہونی چاہیئے ۔ یہ عمل اس چیز کے منافی نہیں کہ کہ اظہار نعمت کے طور پر لباس اچھا پہنے جب کہ متاخرین صوفیاء اور سلف صالحین نے اس پر عمل بھی کیا ہے کیونکہ جب ائمہ اسلاف نے لوگوں کو زینت اور اچھے کپڑے پہن کر فخر و غرور کرتے دیکھا تو انہوں نے ان کپڑوں کو حقارت سے دیکھا جن کو حق تعالےٰ بھی حقیر جانتا ہے جس کو غافل لوگوں نے عظمت دی ہے ۔ اور اب ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ اس کے اصل معانی بھول گئے اور اب انہوں نے اس لباس کو دنیا کمانے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے ۔ اس لیے اب حکم الٹ ہو گیا ۔
لہٰذا اب ان کی مخالفت اسلاف کی اتباع ہو گی ۔ یہی وجہ ہے عارف باللہ سیدی ابوالحسن شاذلی قدس اللہ سرہ العزیز نے اس بوسیدہ کپڑے پہننے والے کو جس نے آپ کے اچھے کپڑوں پر اعتراض کیا تھا فرمایا الحمد للہ لیکن تیری یہ کیا حالت ہے کہ تو دنیا مانگتا پھرتا ہے ۔

اس کی مؤید یہ صحیح حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ان اللہ جمیل یحب الجمال و	بیشک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو
فی روایۃ نظیف یحب النظافۃ	پسند کرتا ہے ۔ اور دوسری روایت

Marfat.com

ہے کہ نظیف ہے اور نظافت کو پسند کرتا ہے۔

حضرت مالک بن عوف سے اصحاب سنن نے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا۔ نسائی کی روایت کے مطابق مجھ پر پرانا کپڑا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا کونسا مال؟ عرض کیا ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے بصورت اولاد اور بکریاں دی ہیں۔ فرمایا۔ پس اس کی نعمت کو استعمال کر کے اضافہ کرو اور سنن میں ہے:

ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ۔ — اللہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے۔

اور وہ اس کی نعمت پر جمال باطن کی صورت میں شکریہ ادا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے لباس تقویٰ کو خیر فرمایا اور جس طرح اللہ تعالیٰ قول و فعل اور صورت میں جمال کو پسند کرتا ہے۔ اسیطرح ان میں قباحت کو ناپسند کرتا ہے اور اس مقام پہ دو طرح کے لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔

ایک وہ قوم جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا خالق ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس نے ہر چیز کو خوبصورت اور اچھا تخلیق فرمایا انہوں نے بے شمار احکام خداوندی کو معطل کرتے ہوئے حدود وغیرہ کو ختم کر دیا اور دوسرا گروہ جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صورت کی خوبصورتی اور حسن کی مذمت فرمائی ہے۔ منافقین کے بارے میں فرمایا:

واذا رأیتھم تعجبک اجسامھم — اور جب تو انکی طرف دیکھے تو تجھ کو ان کے اجسام اچھے لگیں۔

اور مسلم میں روایت ہے:

Marfat.com

ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اقوالکم و انما ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور باتوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ریشم اور سونا دونوں کا پہننا حرام فرمایا ہے جبکہ وہ زینت اور خوبصورتی میں سے ہیں اور حدیث شریف فرمایا کہ

البذاذۃ من الایمان — شکستہ حال ہونا ایمان میں سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے لباس اور کھانے میں اسراف کی مذمت فرمائی۔ حالانکہ یہ بھی جمال میں سے ہے۔

اعتدال کی راہ

جمال اس صورت میں محمود و پسندیدہ ہوگا جبکہ وہ شریعت کی اطاعت و فرمانبرداری پہ معاون ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف وفود کے لیے قیمتی لباس پہنتے اسی طرح جہاد کے لیے جنگ کے ہتھیار پہنا کرتے۔ ریشم اور گھوڑا استعمال کرتے کیونکہ یہ سب دین کی نصرت کے لیے تھے اور یہ محمود ہیں لیکن وہ جمال مذموم ہوگا جو دنیا اور تکبر کے لیے کیا جائے اور جو ان دونوں سے خالی ہو وہ ان دونوں مقصدوں سے خالی ہوگا اور حدیث البذاذۃ من الایمان کو امام احمد نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

تکبر کب ہوگا؟

مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و

Marfat.com

آلہٖ وسلم نے فرمایا:

لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال حبة من کبر فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبه حسنة ونعله حسنة فقال ان الله تعالیٰ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس

جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کا جوتا اچھا ہو تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کے مقابل ہونا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ لفظ جمیل حدیث صحیح میں وارد ہے اور اسی طرح الاسماء الحسنیٰ کی حدیث میں بھی آیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں کلام ہے اور مختار مذہب یہ ہے کہ جمیل کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور بعض علماء نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔

وقولہ غمط الناس: مسلم کے نسخوں میں ط کے ساتھ آیا ہے جیسا کہ ابوداؤد میں بھی اور بعض نے صاد کے ساتھ غمص الناس نقل کیا ہے جیسا کہ امام ترمذی وغیرہ نے لیکن دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے (کسی کو حقیر جاننا) اور وہ روایت کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو پسند فرماتا ہے، سخی ہے اور سخاوت کو پسند فرماتا ہے، نظیف ہے نظافت کو پسند فرماتا ہے تو اسے امام ابن عدی نے اپنی کتاب الکامل میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعًا بیان کیا ہے اور حدیث کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور بندہ پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند فرماتا ہے اور شدت اور سختی کو ناپسند فرماتا ہے تو اس کو بیہقی نے ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور حدیث میں یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کو پسند فرماتا ہے، نظیف ہے اور نظافت کو پسند فرماتا ہے، کریم ہے کرم کو پسند فرماتا ہے، جواد ہے اور جود کو پسند فرماتا ہے۔ پس اپنے ارد گرد کو صاف رکھو اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ خطیب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بیان کیا ہے:

ان الاسلام نظیف تنظفوا فانہ لا یدخل الجنۃ الا نظیف۔	اسلام نظیف ہے پس اپنے آپ کو پاکیزہ رکھو۔ کیونکہ پاکیزہ کے علاوہ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

۵۔ بیٹھ کر بات کرتے ہوئے جوتا اتارنا

امام بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا جلس یتحدث یخلع نعلیہ۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیٹھ کر بات فرمانے لگتے تو نعلین اتار لیتے۔

اور امام بزار نے حضرت انس سے مرفوع روایت بیان فرمائی:

اذا جلستم فاخلعوا نعالکم فتستریح اقدامکم۔	جب تم بیٹھنے لگو تو جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے پاؤں کی راحت کا سبب ہے۔

(بزار ص ۳۶۷ ج ۳ کشف الاستار)

Marfat.com

۶۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود صاحب النعلین ہیں

اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین، بستر اور مسواک اٹھانے والے تھے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نعلین پہناتے تھے جب آپ کھڑے ہوتے اور جب آپ بیٹھتے تو آپ کی نعلین مبارکہ کو اپنی آستینوں میں محفوظ کر لیتے۔

محمد بن یحییٰ حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں:

کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یقوم اذا جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و	جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود کھڑے ہو جاتے اور آپ کے نعلین
آلہ وسلم ینزع نعلیہ من رجلیہ ویدخلھا فی ذراعیہ فاذا قام البسہ ایاھما ویمشی بالعصا امامہ حتی یدخل الحجرۃ۔	مبارک پاؤں سے اتارتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تو نعلین پہناتے اور آپ کے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے یہاں تک کہ آپ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔

اور ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں نے روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفش بردار اور دیگر اشیاء سنبھالنے اور اٹھانے والے تھے اور ابن حجر نے اس حدیث "الیس منکم صاحب النعلین"

Marfat.com

کلام کرتے ہوئے کہا، یہاں صاحب النعلین سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود ہی ہیں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ وقت خدمت میں لگے رہتے تھے۔ حقیقتاً صاحب النعلین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں چونکہ انہیں اٹھانے کا شرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ملتا تھا اس لیے مجازاً ان کو صاحب النعلین کہا جاتا ہے۔

۷۔ امام احمد نے زھد اور امام ابوالقاسم بن عساکر نے زیاد بن سعد سے روایت کیا۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکرہ ان یطلع من نعلیہ شیء عن قدمیہ	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند فرماتے کہ پاؤں کا کوئی حصہ جوتے سے باہر رہے۔

۸۔ حدیث ضعیف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

امرت بالنعلین والخاتم۔	حکم دیا گیا ہے کہ میں نعلین اور انگوٹھی پہنوں۔

اسے شیرازی نے "القاب" میں ابن عدی نے کامل میں خطیب نے تاریخ بغداد اور ضیاء المقدسی نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

۹۔ الوفا میں حضرت عائشہ کی سند سے روایت ہے:

قالت مارفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قط غدالعشاء والعشاء لغداء ولا اتخذ من شیءٍ زوجین ولا قمیصین ولا رداثین	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی صبح کا کھانا وغیرہ رات کے لیے اور رات کا کھانا صبح کے لیے نہیں رکھا اور نہ ہی کسی چیز کا جوڑا رکھا۔ نہ تو دو چادریں نہ دو تہبند

Marfat.com

ولا ازارین ولا زوجین من النعال۔ اور نہ ہی دو جوڑے نعلین کے ایک وقت میں رکھے۔

اور بعض ائمہ نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ابن حجر الھیثمی کا کلام بھی اسی کا مؤید ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی موزے اور نعلین کے جوڑے تھے اور متعدد لوگوں سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمعہ کے لیے دو کپڑے تھے اور دوسرے جمعہ تک ان کو لپیٹ کر رکھتے تھے۔

اور یہ روایت اس کے معارض اور مخالف ہے کہ آپ کے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا ہوتا تھا۔ اور اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ اکثر اوقات کا معاملہ ہے یا پھر نفی کرنے والے نے اپنے علم کے مطابق نفی کی ہے تو پھر یہ کسی دوسرے کی روایت جس میں زیادہ کپڑے ہونے کا اثبات ہے منافی نہیں اور طبرانی کی حدیث کپڑا لپیٹنے کے مندوب ہونے پر صریح ہے۔

اطووا ثیابکم ترجع الیھا اروا حھا۔ اپنے کپڑے لپیٹو تاکہ ان کی جان میں جان آئے۔

اور بعض شوافع نے تصریح کی ہے کہ کپڑے کو لپیٹ کر رکھنا مندوب ہے۔

اور حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی نے روایت طبرانی ان الفاظ میں ذکر کی ہے۔

اطووا ثیابکم ترجع الیھا اروا حھا فان الشیطان اذا وجد ثوبًا مطویا لم یلبسه و اذا وجد ثوبًا منشورًا لبسه

اپنے کپڑوں کو لپیٹ کر رکھو اتارنے کے بعد اور پہننے سے پہلے تاکہ ان کی جان میں جان آئے۔ بیشک شیطان لپیٹے ہوئے کپڑے دیکھتا ہے تو ان کو نہیں پہنتا جب کھلے ہوئے کپڑے دیکھتا ہے تو ان کو پہنتا ہے۔

Marfat.com

اور الھیثمی نے کہا کہ اس میں فلاں راوی وضاع ہے تو یہ حدیث موضوع ہے یا پھر سخت ضعیف ہے اور ایسی احادیث سے سنت ثابت نہیں ہوتی۔

۱۰۔ امام طبرانی نے حضرت ضباعہ بنت زبیر سے روایت کی:

کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نعل یقال لھا مخصرۃ۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک نعل مبارک تھی جس کا نام مخصرہ تھا۔

۱۱۔ امام طبرانی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

قال حمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعلہ بالسبابۃ من یدہ الیسری۔	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی نعلین کو بائیں ہاتھ کی سبابہ سے اٹھاتے تھے۔

۱۲۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اسماء میں سے صاحب النعلین بھی ہے۔ اور آپ کا یہ وصف انجیل میں ہے اور اسی میں صاحب المدرعہ والعمامہ کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ مدرعہ کا مطلب صاحب تاج و تلوار ہے اور دوسروں نے کہا کہ اس کا معنی صاحب نعلین ہی ہے۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

۱۳ کھڑے ہو کر جوتا پہننا

جوتا پہننے کے بارے میں جو وارد ہے لوگ اس کے خلاف کرتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان ینعل الرجل قائماً۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کھڑے کھڑے جوتا پہننے سے منع فرمایا۔

Marfat.com

میرا خیال تھا کہ یہ روایت سنن ابی داؤد میں ہے پھر میں نے سنن ابو داؤد کی طرف مراجعت کی تو اس میں تھی۔

امام ترمذی نے باب باندھا ہے باب ماجاء فی کراھۃ ان ینتعل الرجل وھو قائم (باب اس بارے میں کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننا منع ہے) اور اس کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینتعل الرجل قائما۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔

اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس روایت کو عبداللہ بن عمرو الرقی نے معمر عن قتادہ عن انس سے روایت کیا اور یہ دونوں احادیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں اور حارث بن نبہان محدثین کے نزدیک ثقہ حافظ نہیں ہے اور قتادہ کی روایت حضرت انس سے کی اصل ہم نہیں جانتے۔ حضرت انس سے روایت ہے:

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ینتعل الرجل وھو قائم۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر جوتا پہنے۔

امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ امام محمد بن اسمٰعیل (بخاری) نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور نہ ہی معمر عن عمار بن ابی عمار عن ابی ہریرۃ والی حدیث صحیح ہے۔ اور اسی حدیث کو ضیاء المقدسی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

امام ابو سلیمانی الخطابی نے معالم السنن میں فرمایا شاید کھڑے ہو کر منع اس لیے کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر جوتے پہننا آسان ہے۔ بہت دفعہ کھڑے ہو کر پہننے کی صورت میں جوتا الٹا ہو جاتا ہے۔ اس لیے بیٹھنے کی تلقین کی اور اس میں ہاتھ سے مدد لینا بھی آسان ہے۔ (واللہ اعلم)

Marfat.com

اور ابن سعد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یتنعل قاعدًا و قائمًا۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے اور بیٹھ کر دونوں طریقوں سے نعلین پہنتے۔

احادیث میں تعارض نہیں کیونکہ یہ بیان جواز کے لیے ہو گا یا بمطابق شرح السنۃ کے اس لیے ہو گا کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے نہی ایسے جوتے کے لیے ہو گی جس میں ہاتھ کی مدد درکار ہو اور جو جوتا ہاتھ کی مدد کے بغیر پہنا جا سکے اس میں کھڑے ہو کر پہننے سے ممانعت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

۱۴۔ کھانا کھاتے وقت جوتا اتارنا

ارشادِ نبوی ہے:

اخلعوا نعالکم عند الطعام فانھا سنة جمیلة۔	کھانا کھاتے وقت جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔

اسے امام حاکم نے مستدرک میں مرفوعًا روایت کیا اور مستدرک اور طبرانی نے اوسط میں اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا بیان فرمایا:

اذا اکلتم الطعام فاخلعوا نعالکم فانہ اروح لاقدامکم	جب تم کھانا کھانے لگو تو اپنے جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے قدموں کے لیے راحت کا سبب ہے۔

اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ جب کھانا رکھا جائے تو جوتے اتار لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے قدموں کے لیے آرام دہ ہے۔ اور دارمی نے بھی حضرت انس سے روایت کیا۔

Marfat.com

اذا قرب احدکم الی طعامه وفی رجله نعلان فلینزع نعلیه فانه اروح للقدمین.

تم میں سے جب کوئی کھانے کے قریب آئے اور اس کے پاؤں میں جوتے ہوں تو چاہیئے کہ وہ انہیں اتارے کیونکہ یہ قدموں کے لیے آرام دہ ہے۔

یہ الفاظ بزار کے ہیں۔

۱۵۔ چیز خریدتے وقت عمدہ اور نئی خریدنا

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذا اشتریت نعلاً فاستجدها واذا اشتریت ثوبًا فاستجدها.

کہ جب تم جوتا خرید و تو نیا اور معیاری جوتا خریدو اور جب کپڑا خریدو تو نیا اور اچھا کپڑا خریدو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

واذا اشتریت دابة فاستفرهها واذا کانت عندک کریمة قومٍ فاکرمها.

جب تم جانور خریدو تو عمدہ جانور چھانٹ کر خریدو اور جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔

۱۶۔ کارِ خیر کی طرف ننگے پاؤں چلنا

امام طبرانی نے المعجم الاوسط اور خطیب بغدادی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ

Marfat.com

عنہما سے تاریخ بغداد میں روایت کیا :

اذا تسارعتم الی الخیر فامشوا حفاۃ فان اللہ یضاعف اجرہ من المتنعل ۔

جب کار خیر کی طرف جلدی ہو تو ننگے پاؤں چل پڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب جوتے پہننے والوں سے زیادہ عطا فرمائے گا ۔

تلی کے بڑھنے کا علاج

حافظ ابن جوزی نے فرمایا کہ جو شخص جوتا پہننے میں دائیں پاؤں کو اوّل اور اتارنے میں بائیں کو اول رکھے گا اس سے وہ تلی بڑھنے کے مرض سے امن میں رہے گا اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے کہا کہ سورۃ الممتحنۃ لکھ کر اگر تلی بڑھنے والا مریض دھو کر پی لے تو اسے اس مرض سے شفا ہو جائے گی ۔

موزوں پر مسح

الخف (موزہ) اس کی جمع کتاب کے وزن پر خفاف ہے اور خف البعیر کی جمع اخفاف ہے جیسا کہ قفل کی جمع اقفال ۔ صحیح روایت کے مطابق حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ثابت ہے اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے ۔ امام ترمذی شمائل میں باب ماجاء فی خف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحت دو حدیثیں لائے ہیں ۔

۱۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ۔

ان النجاشی اھدی للنبی صلی

کہ نجاشی نے اللہ کے محبوب صلی اللہ

Marfat.com

الله علیه وآله وسلم خفین اسودین ساذجین فلبسهما ثم توضا ومسح علیهما۔

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں تحفۃً دو سیاہ رنگ کے موزے بھیجے تو انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہن کر وضو فرمایا اور ان پر مسح کیا۔

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اهدی دحیه للنبی صلی الله علیه وآله وسلم خفین فلبسهما وقال اسرائیل عن جابر عن عامر وجبة فلبسهما حتی تخرقا لا یدری النبی صلی الله علیه وآله وسلم اذكاهما ام لا۔

حضرت دحیہ کلبی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو موزے تحفۃ پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنا اور اسرائیل جابر سے اور جابر عامر سے روایت کرتے ہیں کہ موزوں کے ساتھ جبہ بھی تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہنا یہاں تک کہ وہ دونوں بوسیدہ ہو کر پھٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ یہ دونوں مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح جانور کی کھال کے۔

طبرانی نے حضرت دحیہ سے روایت کیا کہ

اهدیت لرسول الله صلی الله علیه وسلم جبة صوف وخفین

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر اونی جبہ اور دو موزے

Marfat.com

نلبسهما حتی تخرقا ولم یسأل اذکیان ام لا۔	پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کو پہنا حتیٰ کہ وہ دونوں پھٹ گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں پوچھا کہ یہ مذبوح جانور کی کھال کے ہیں یا غیر مذبوح کی کھال کے

اس کی سند کے تمام راوی ماسوائے طلبہ بن سعید کے ثقہ ہیں۔ ابن ابی شیبہ وحارث بن ابی اسامہ و دارقطنی نے الافراد میں اور امام احمد و ابوداؤد و ترمذی نے سنن میں حسن کہا اور ابن سعد و ابوالشیخ نے عبداللہ بن الخطیب عن ابیہ سے روایت کی کہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں دو سیاہ رنگ کے سادہ موزے تحفۃً بھیجے۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان دونوں کو پہنا اور ان پر بوقت وضو مسح کیا۔

اب ہم روایت شمائلِ ترمذی کے متعلق کچھ گفتگو کرتے ہیں:

تحقیقِ نجاشی

نجاشی نون کے نیچے زیر — اور یہی زیادہ فصیح ہے۔ (القاموس) لیکن نون پر فتحہ پڑھنا — فصیح ہے اور یہی زبان زدِ خاص وعام ہے۔ اور اس کے آخر میں (ی) مخففہ اور مشددہ دونوں طریقوں سے ہے لیکن مخففہ زیادہ فصیح ہے جیساکہ المغرب نے ثقہ علماء سے بیان کیا اور اسی کو امام فارابی نے اختیار کیا۔ اور صاحب التکملہ نے تشدید کے ساتھ لکھا ہے۔ امام ھروی سے دونوں طریقے مروی ہیں۔ العصام نے کہا کہ نجاشی بکسر نون بمعنی نافذ کرنے کے ہیں۔ گویا کہ ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ ان کا حکم نافذ ہوا۔ اس کی آخری (ی) مخففہ یا ی نسبتی

Marfat.com

نہیں بلکہ اصلی ہے اور جیم پر شد پڑھنا غلط ہے۔ جیسا کہ امام عینی اور دیگر کئی علماء نے لکھا اور نجاشی کا نام " اصحمۃ " صاد کے ساتھ ہے اور سین کے ساتھ تحریف ہے۔ جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا۔ اس کے بعد (حا) اور اس کے بعد میم ہے۔ بعض نے "حا" سے پہلے "میم" کو لکھا ہے۔ یعنی اصمحہ ـــ اور یہ حبشہ کے بادشاہ تھے۔ بعض نے ان کا نام مکحول بن صیصعہ لکھا ہے۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ان کو صحابہ میں شمار کیا گیا۔ لیکن بعض حضرات ان کو صحابہ میں شمار نہیں کرتے اور یہ اختلاف صحابی کی تعریف پر مبنی ہے۔ اور مذہب محققین یہ ہے کہ یہ صحابی نہیں کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں لیکن اس مسئلہ کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ یہ نبوت کے ساتویں سال ایمان لائے جیسا کہ امام مغلطائی نے بیان فرمایا اور نویں سال ان کی وفات ہوگئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی وفات کی خبر دی اور نماز جنازہ پڑھی اور صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز میں شرکت کی۔

اور امام عینی نے کہا اصحمہ کے الف پر فتحہ اور صاد ساکن ہے۔ عربی میں اس کا معنیٰ عطیہ ہے اور پھر کہا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یزید سے صحمہ یعنی بغیر الف کے اور اسمٰعیلی نے کہا کہ عبد الصمد کی روایت میں اصخمہ ہے۔ الف اور خا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اور کرمانی نے نقل کیا کہ بعض نسخوں میں محمد بن سنان کی روایت میں یہ نام اصحبہ ہے۔ یعنی میم کے بدلے با ہے۔ اور المحب الطبری نے اپنی کتاب الاحکام میں کہا کہ نجاشی کا تشدید الیا اور تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور تخفیف صحیح ہے۔ اور لغات کی صحیح ترین کتب جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، میں یا مخففہ ہی ہے۔ امام نووی نے اسماء مبہمہ بحرف الجیم کے تحت یہ نام اصحمہ لکھ کر بیان کیا کہ امام بخاری نے اس کا نام سلیمہ (بضم السین) نقل فرمایا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام حازم ہے۔

Marfat.com

وقولہ اھدیٰ الاھداء سے ہے اور یہ لام اور الیٰ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور یہاں اس کا معنی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہدیہ ارسال کیا۔

ساذجین ، ذال پر فتحہ یا کسرہ اور ان دونوں کے امام عصام نے تین معانی ذکر کیے ہیں۔

اوّل بغیر نقش ونگار کے یعنی سادہ دوم بالوں سے خالی جیسا کہ نعلین کی صفت میں پیچھے گزر چکا ہے اور یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ دونوں معانی مختلف دیگر حضرات سے بھی مروی ہے سوم کہ جو کسی دوسرے رنگ سے نہ رنگا گیا ہو۔ اور امام ابن حجر نے بھی انہی تینوں احتمالات کا اتباع کیا ہے۔ بقول ان کے یہ معنی ان کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا۔ حافظ ابو زرعہ نے کہا کہ ان دونوں کی سیاہی کو کسی اور رنگ کے ساتھ اختلاط نہیں کیا گیا تھا اور کہا کہ یہ لفظ عرف عام میں اکثر ایسے ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور میں نے کتب لغت میں اس کو اسی معنی میں نہیں پایا اور نہ ہی مصنفین غریب الحدیث نے اس لفظ کو اپنی تصنیفات میں لکھا ہے اور یہ جو امام عصام نے کہا کہ تیسرا معنیٰ میرا ہی بیان کردہ اور کسی کا نہیں حالانکہ یہ وہی معنی ہے جیسے ان سے پہلے حافظ ابو زرعہ نے بیان کیا شاید عصام اس کے کلام پر مطلع نہ ہوئے ہوں۔ ورنہ اس معنی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے۔

فلبسھما: اس میں فا تفریعیہ ہے یا تعقیب کے لیے یعنی ملنے کے بعد فوراً انکو پہن لیا جیسا کہ فاضل العصام نے اشارہ کیا ہے اور ابن حجر نے یہ کہتے ہوئے انکی اتباع کی ہے کہ ہدیہ وصول کرنے والے کو چاہیئے کہ ہدیہ وصول ہونے کے بعد اس میں تصرف کرے ، اسے استعمال میں لائے کیونکہ اس میں ہدیہ بھیجنے والے کے لیے تالیف قلب ہے اور یہ تب ہے جب اس میں ہدیہ بھیجنے والے کی تالیفِ قلب وغیرہ ہو ورنہ نہیں اور بعض علماء نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے اس کو صرف

Marfat.com

تالیف قلب کے ساتھ مقید کرنے پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے پہنچنے کے فوراً بعد ہدیہ میں ایسا تصرف چاہیئے جس سے قبولیت کا اظہار ہو اور اگر اس کے استعمال کا موقع ہو تو تب استعمال میں لانا جائز ہے۔ اور یہ ہدیہ بھیجنے والے اور جس کو بھیجا جا رہا ہے ان دونوں کے درمیان پیار و محبت کی دلیل ہے۔

اس میں تالیف کے علاوہ بھی فوائد ہو سکتے ہیں۔ مثلاً دینے والے کی اصلاح اس کے دل کی شکستگی کو دور کرنا۔ اس کے شر کا دفع کرنا۔ اس لیے قبول کرنا کہ لوگوں کی مشکلات میں اس سے سفارش کی جا سکے یا اس کے علاوہ کئی مقاصد ہو سکتے ہیں۔

غور و فکر کے بعد اب معلوم ہو چکا کہ ابن حجر کا سابقہ اعتراض ساقط ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ معلوم ہوا ہدیہ قبول کر لینا چاہیئے اگرچہ وہ اہل کتاب کی جانب سے ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نجاشی نے موزوں کا ہدیہ جب بھیجا تھا تو وہ اس وقت کافر تھا۔ جیسا کہ ابن العربی نے بیان کیا اور زین الدین العراقی نے نقل کرنے کے بعد اسے قائم رکھا۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ کفار سے ہدیہ قبول کرنا عدم قبول کا ناسخ ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا جیسا کہ عصام اور ابن حجر نے بیان فرمایا کہ قبولِ ہدیہ میں یہ لفظ کہ "میں نے قبول کیا" کہنا ضروری نہیں بلکہ بھیجنا اور رکھ لینا کافی ہے۔

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ اشیاء مجہولہ میں طہارت ہوتی ہے اور اس سے موزوں پر مسح کا جواز بھی ثابت ہو رہا ہے۔ بخاری و مسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ   رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا

Marfat.com

وسلم توضا ومسح علی خفیہ۔ اور موزوں پر مسح فرمایا
اور یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت جریر آخر میں ایمان لانے والے صحابہ میں سے ہیں۔

اور اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح ثابت و معمول بہا ہے۔ اور اس پر ہر شخص کا اجماع ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور جو بعض ائمہ سے اس کے خلاف مروی ہے جیسا کہ امام مالک سے تو یہ مؤول ہے اور موزوں پہ مسح، اسی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور احادیث مسح متواتر ہیں اور بعض علماء احناف نے کہا کہ موزوں پہ مسح کے انکار پر کفر کا خوف ہے۔ اور حدیث شریف میں لفظ "فلبسھما" سے مراد موزے اور جبہ ہیں۔ ابن حجر نے اسے کذا قیل (جیسا کہ کہا گیا) کہا اور (اذکھما ام لا) سے معلوم ہوتا ہے کہ فلبسھما سے مراد صرف دونوں موزے ہیں مگر یہ کہ جبہ کو بھی شامل نقوش کی وجہ سے کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ گمان کہ پھٹنا صرف موزوں کے ساتھ خاص ہے جبہ کے لیے نہیں۔ عجیب ہے شاید اسی عارضہ کی وجہ سے عصام نے کہا کہ جس نے فلبسھما کا مرجع موزے اور جبہ دونوں کو قرار دیا اس نے نہایت ہی بعید قول کیا۔

(اذکاھما) علامہ ابن حجر نے کہا کہ شرعی ذبح مراد ہے اور یہ ترکیب عام استعمال ہوتی ہے جیسا کہ اقائم الزیدان یعنی ھل ھما من مذبوح ام لا۔ (کیا وہ دونوں موزے مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا کہ نہیں) اور صحابی کا درایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار آپ کی تصریح کی وجہ سے ہے یا صحابی نے اس قرینہ سے اخذ کیا ہے کہ آپ نے ان موزوں کے بارے میں یہ سوال نہیں فرمایا۔
بہر حال اس حدیث سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ اشیاء مجہولہ میں اصلاً طہارت ہے اور یہی اصل مذہب ہے۔ اور جس نے اسے رد کیا ہم نے اس کا رد شرح اللباب میں

Marfat.com

کردیا ہے۔ اور جس کا یہ گمان ہے کہ اس حدیث سے یہ واضح دلیل ملتی ہے کہ رنگی ہوئی کھال طاہر ہے تو یہ بات تب ثابت ہوگی جب رنگا ہوا ہونا ثابت ہو جائے حالانکہ حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ حافظ عراقی نے کہا کہ اس میں ثبوت ہے کہ نہایت پرانا کپڑا اور پرانا جوتا پہننا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں تو واضح ہے۔ اور

فان المصطفیٰ لم یزل یلبس الخفین حتی تخرقا۔	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ موزے اس وقت تک استعمال فرماتے کہ وہ پھٹ جاتے۔

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعائشہ رضی اللہ عنہا لا تستخلقی ثوبا حتی ترقعیہ	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کپڑے کو پیوند لگانے سے پہلے پرانا نہ سمجھو۔

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں بسند جید اور حافظ الدمیری نے حیاۃ الحیوان میں حرف حا کے تحت سانپ کا ذکر کرتے ہوئے اس کو صحیح کہا۔ اور اس کی سند میں حسام بن عمرو ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا اور کہا کہ ان شاء اللہ یہ صحیح حدیث ہے۔

ایک عظیم معجزہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخفیہ لیلبسھما	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزے منگوائے تاکہ ان کو

Marfat.com

نلبس احدهما ثم جاء غراب فاحتمل الاخری فرمی به فخرجت منه حیة فقال من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یلبس خفیہ حتی ینفضہما وھذا من علامات نبوتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پہنے۔ ابھی آپ نے ایک موزہ ہی پہنا تھا کہ ایک کوا آیا اس نے دوسرے موزے کو اٹھا کر پھینک دیا۔ اس میں سے ایک سانپ نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس وقت تک موزے نہ پہنے جب تک انکو جھاڑ نہ لے۔ یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔

بغیر جھاڑے موزہ پہننا منع ہے

امام طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اراد الحاجۃ ابعد فی المشی فانطلق ذات یوم لحاجتہ ثم توضاء ولبس احد خفیہ فجاء طائر اخضر فاخذ الخف الاخر فارتفع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے جاتے تو دور تشریف لے جاتے ایکدن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے پھر وضو فرمایا ابھی ایک موزہ پہنا تھا کہ ایک سبز پرندہ آیا اور دوسرا موزہ

Marfat.com

به ثم القاه فخرج منه اسود سالخ فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم هذا اکرامة اکرمنی الله بها — اللهم انی اعوذ بك من شر من یمشی علی بطنه ومن شر من یمشی علی رجلین ومن یمشی علی اربع۔

اٹھا کر لے گیا اور اس کو الٹا پھینک دیا اور اس میں سے سیاہ کینچلی والا سانپ نکلا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ وہ فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ پھر آپ نے یہ دعا پڑھی۔ اے اللہ مجھے پیٹ کے بل رینگنے والے جانور کے شر سے پناہ دے اور دو پائے اور چار پایوں کے شر سے پناہ دے۔

امام بیہقی نے "الدعوات الکبیر" میں بسند عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو دور جاتے۔ ایک دن آپ تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھے اور اپنے موزے اتار دیے۔ اور پھر جب موزے پہننے لگے تو آپ نے ایک موزہ پہنا تو ایک پرندہ دوسرے موزے کو لے کر اڑ گیا۔ اور فضا میں جا کر اس کو الٹ دیا۔ اس میں سے ایک سیاہ سانپ گر پڑا۔ تو اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ میری فضیلت ہے مجھے اللہ نے اس کے ساتھ مکرم فرمایا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا پڑھی۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں دو پائے اور چوپائے کے شر سے اور پیٹ پر رینگنے والے موذی جانور سے۔

اسی لیے امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ کوئی بھی شخص سفر و حضر میں

Marfat.com

موزے پہننے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ ان کو جھاڑ کر صاف کرے اور جو کچھ ان میں ہے اس کو باہر نکال دے تاکہ سانپ بچھو یا کانٹے وغیرہ کی تکلیف سے بچ جائے اور اس پر اسی حدیث ابو امامہ سے استدلال کیا۔

فائدہ

بعض اہل سیر نے بیان فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی موزے تھے اور ان میں سے چار جوڑے وہ تھے جو کہ آپ کو خیبر سے دستیاب ہوئے۔ ابن فہد مکی ہاشمی کی تصنیف النور الزاھر الساطع فی سیرۃ ذی البرھان القاطع میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جوڑے نعلین کے اور آٹھ جوڑے موزوں کے تھے۔ واضح رہے کہ نعلین کے بارے میں صحاح اور دیگر کتب احادیث میں ان کے علاوہ بھی بہت ساری روایات ہیں لیکن ہم نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بطور تبرک کچھ بیان کیں اور بقدر کفایت محدثین کے طریقہ کے مطابق ان کی تشریح بھی کر دی اور صرف اپنے مذہب مالکی کے مطابق ہی کلام نہیں کیا اور اللہ ہی کے لیے تمام حمد ہے۔ اور وہ ہدایت اور رشد کی توفیق عطا فرمائے۔

Marfat.com

باب ثانی

نعلین مبارکہ کی مختلف تصاویر
اور
ان کے ناقلین کا تفصیلی تذکرہ

Marfat.com

Marfat.com

اس باب میں افضل ترین شافع و مشفع صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نقشِ نعلین کی صفات و برکات اور فوائد و منافع بیان ہوں گے ۔ ائمہ اسلام، خادمینِ سنّت نے اس کی شکل و صورت کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا تذکرہ ہو گا۔ اللہ مجھے اور تم کو ہدایت دے ۔ مشارق و مغارب کے مقتدر علماء نے اس مثال (نقش) مبارک کے ظاہر و باہر حسن کو بیان فرمایا ہے اور اپنے اپنے مشاہدات کو نقل فرمایا ہے ۔

نقشِ نعلین اور ائمہ مغرب

اہل مغرب میں سے ائمہ کی ایک ایسی جماعت (جو لوگوں کے لیے مقتداء کا درجہ رکھتی ہے) نے نقشِ نعلین کی صورت اور اس کے حسن پر لکھا اور اس کی زیارت کرنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا ۔ ان علماء میں سے امام ابوبکر ابن العربی حافظ ابو الربیع بن سالم الکلاعی ، الکاتب الحافظ ابو عبداللہ بن الابار ، ابو عبداللہ بن رشید الفھری ، ابو عبداللہ محمد بن جابر الوادی آشی ، خطیب الخطباء ابو عبداللہ بن مرزوق التلمسانی ، ابن البراء التوسی ، الشیخ الولی الصالح الشہیر ابو اسحاق ابراہیم بن الحاج اسلمی الاندلسی المغربی اور ان سے یہ نقش (مثال) ابن عساکر اور دیگر ائمہ نے حاصل کی جن کی فہرست بہت طویل ہے ۔ مثلاً ابو الحکم مالک بن المرحل ابن ابی الخصال ابن عبدالمالک المراکشی جو ہمارے پیشوا و رہنما ہیں ۔

Marfat.com

نقش نعلین اور ائمہ مشرق

اسی طرح مشرق میں سے ایک ائمہ کی جماعت نے اس پر کام کیا۔ مثلاً ابن عساکر اور ان کے شاگرد بدر فارقی، حافظ عراقی اور ان کے صاحبزادے، حافظ امام سخاوی اور امام سیوطی وغیرھم اور متاخرین میں سے امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں بھی اس کا تذکرہ کیا۔ اگرچہ اس کا نقش نہیں بنایا جیسا کہ ابھی آئے گا۔ یاد رہے اہل مغرب نے اہل مشرق سے زیادہ اس کا اہتمام کیا ہے۔

س: یہ تو فقط دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟

ج: ہاں میرے مطالعہ کے مطابق علماء مغرب میں سے جن لوگوں نے اس نقش کو بنایا وہ اہل مشرق سے زیادہ ہیں۔ امام ابن عساکر جو اہل مشرق کے لیے اس معاملہ میں معتمد ہیں۔ انہوں نے اس مثال مبارکہ کو صرف شیخ ابن الحاج المغربی سے اخذ کیا اور اس کے بعد تمام لوگ ابن عساکر کے عیال ہیں۔

اس کا کوئی سبب ہے؟

اس کا سبب یہ ہے کہ اہل مشرق کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین موجود تھے۔ کیونکہ یہ بنی ابن الحدید کے پاس اور پھر شام کے جامعہ اشرفیہ میں موجود تھیں۔ اور مغرب والوں کا یہ مسئلہ تھا کہ ان کے لیے سوائے نقش کے اور کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ ان میں سے جس نے بھی مشرق کا سفر کیا اور نعل شریف کو دیکھا جیسا کہ ابن رشید وغیرہ تو اس نے اس کی مثال بنالی۔ اہل مغرب کا معاملہ اغلب ہے۔ ورنہ اہل مشرق نے بھی اس کی مثالیں بنوائیں اور بہت سے مشرقی علماء اس نعل نبویہ سے (جو کہ بنی ابن الحدید کے پاس اور جامع

Marfat.com

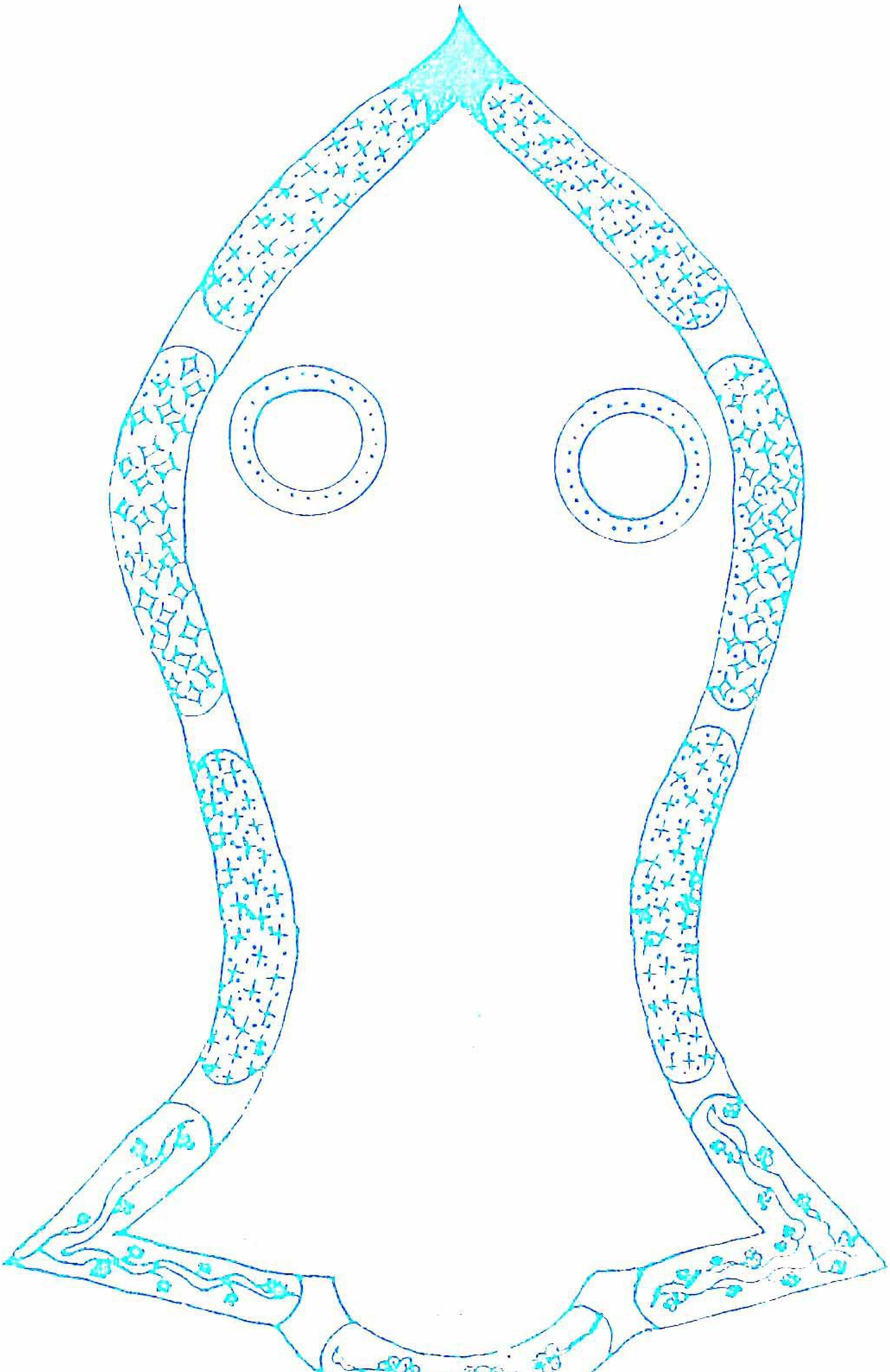

Marfat.com

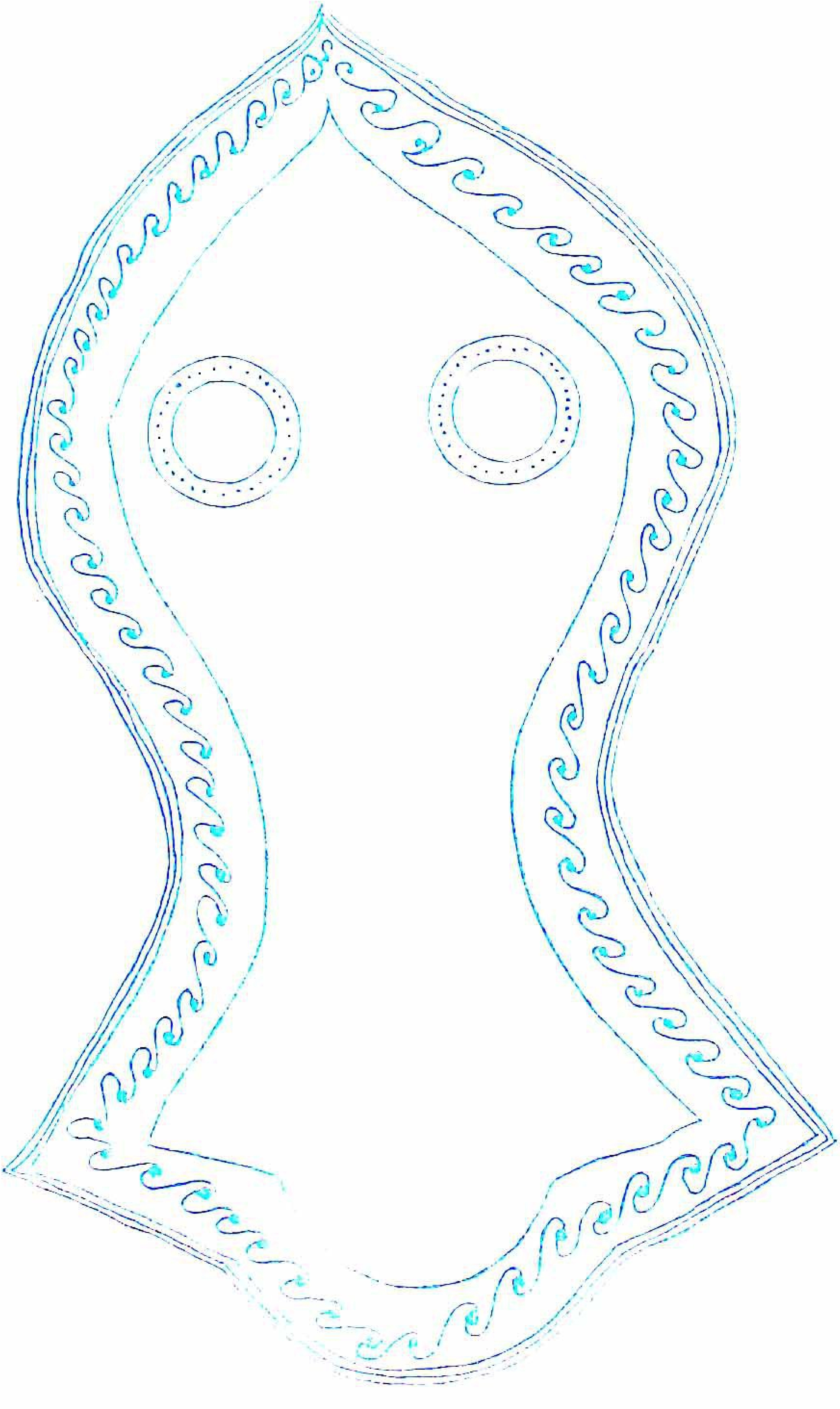

Marfat.com

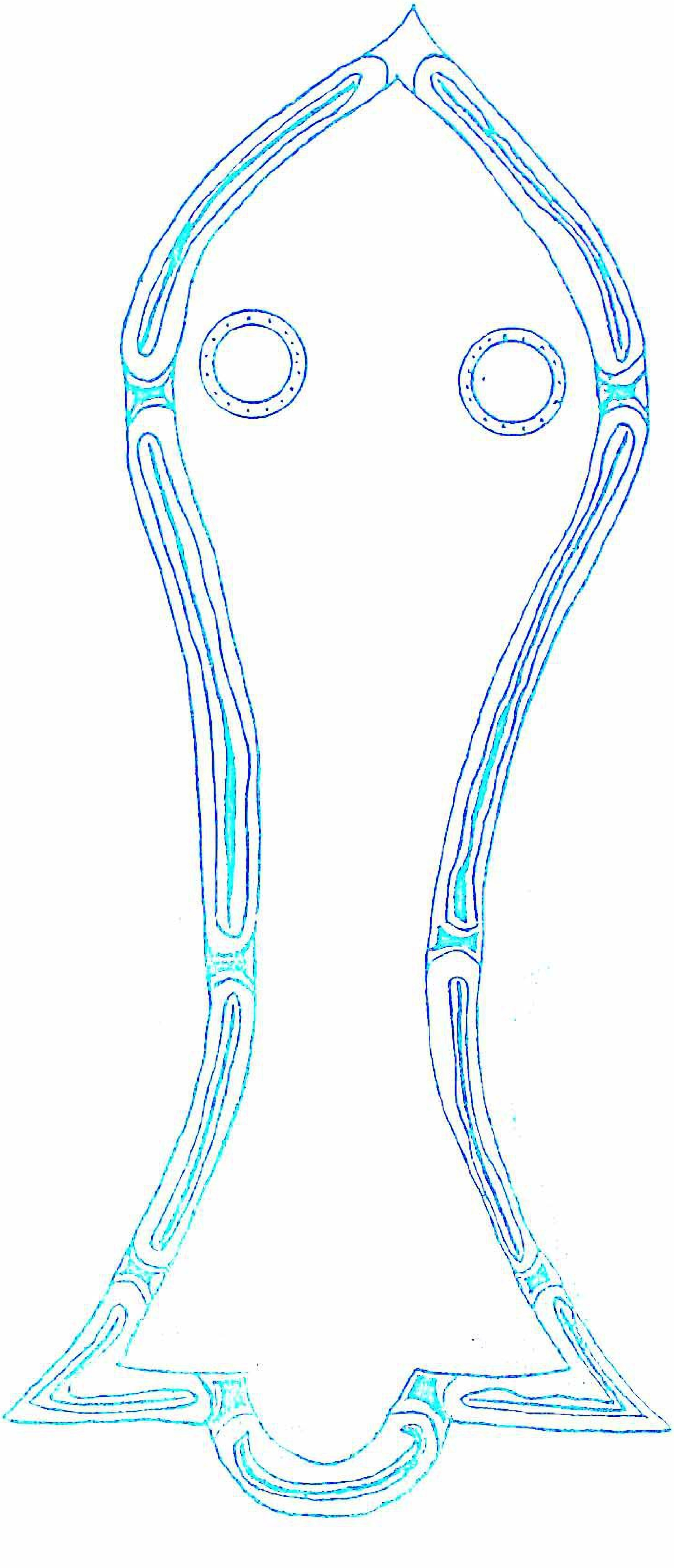

Marfat.com

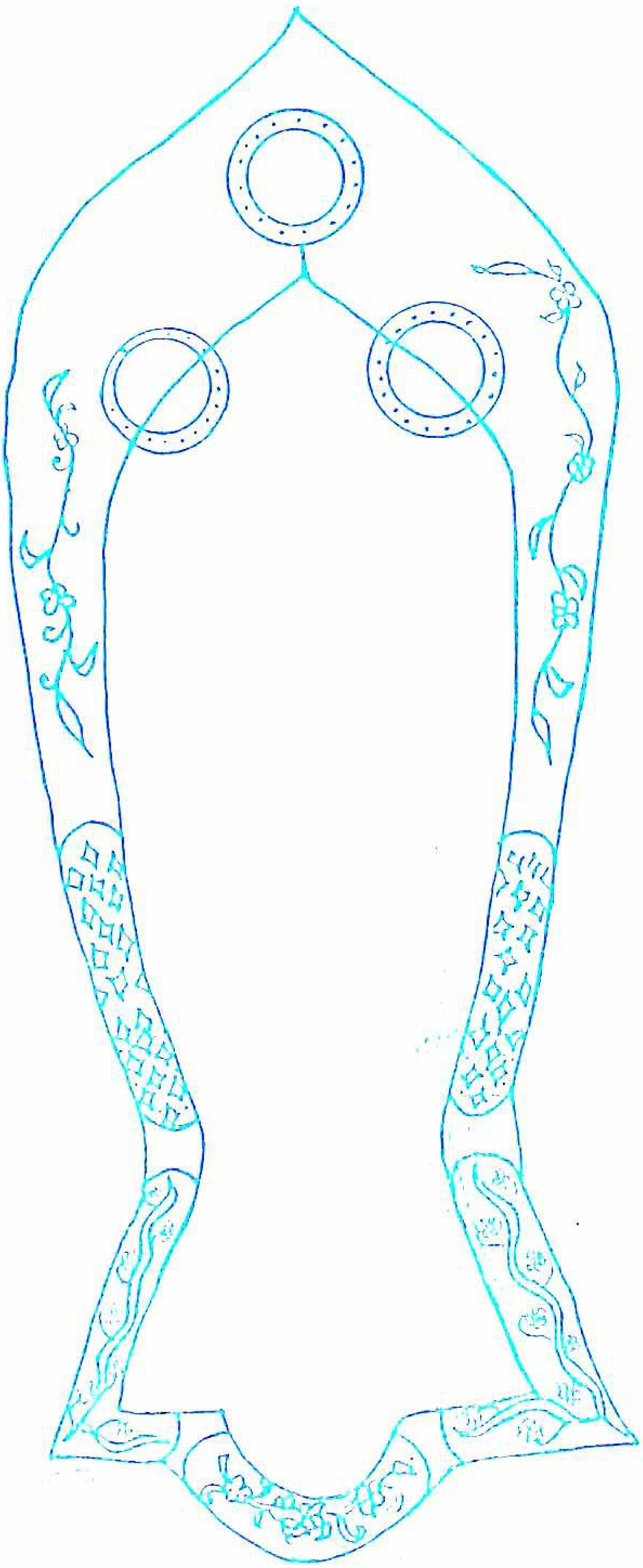

Marfat.com

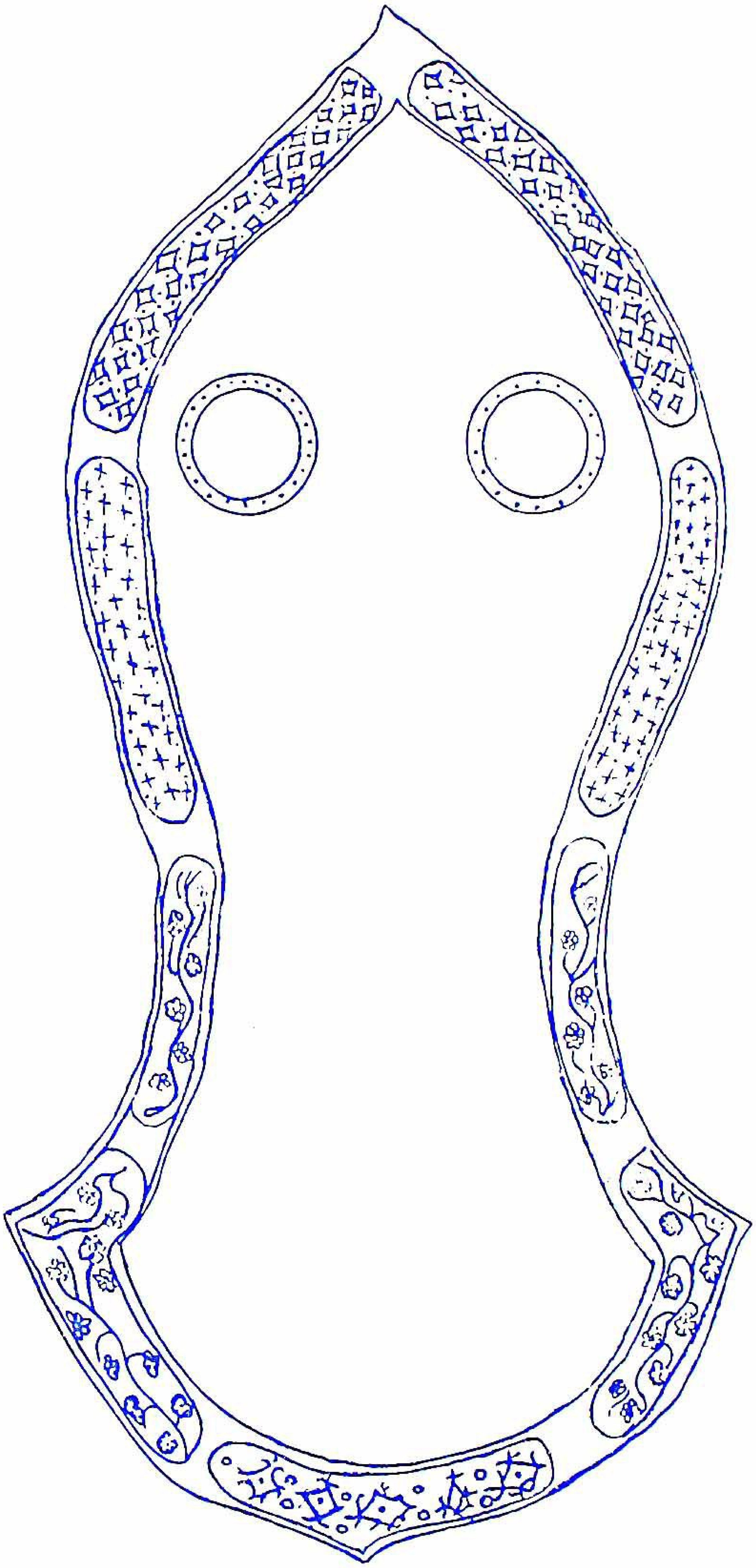

Marfat.com

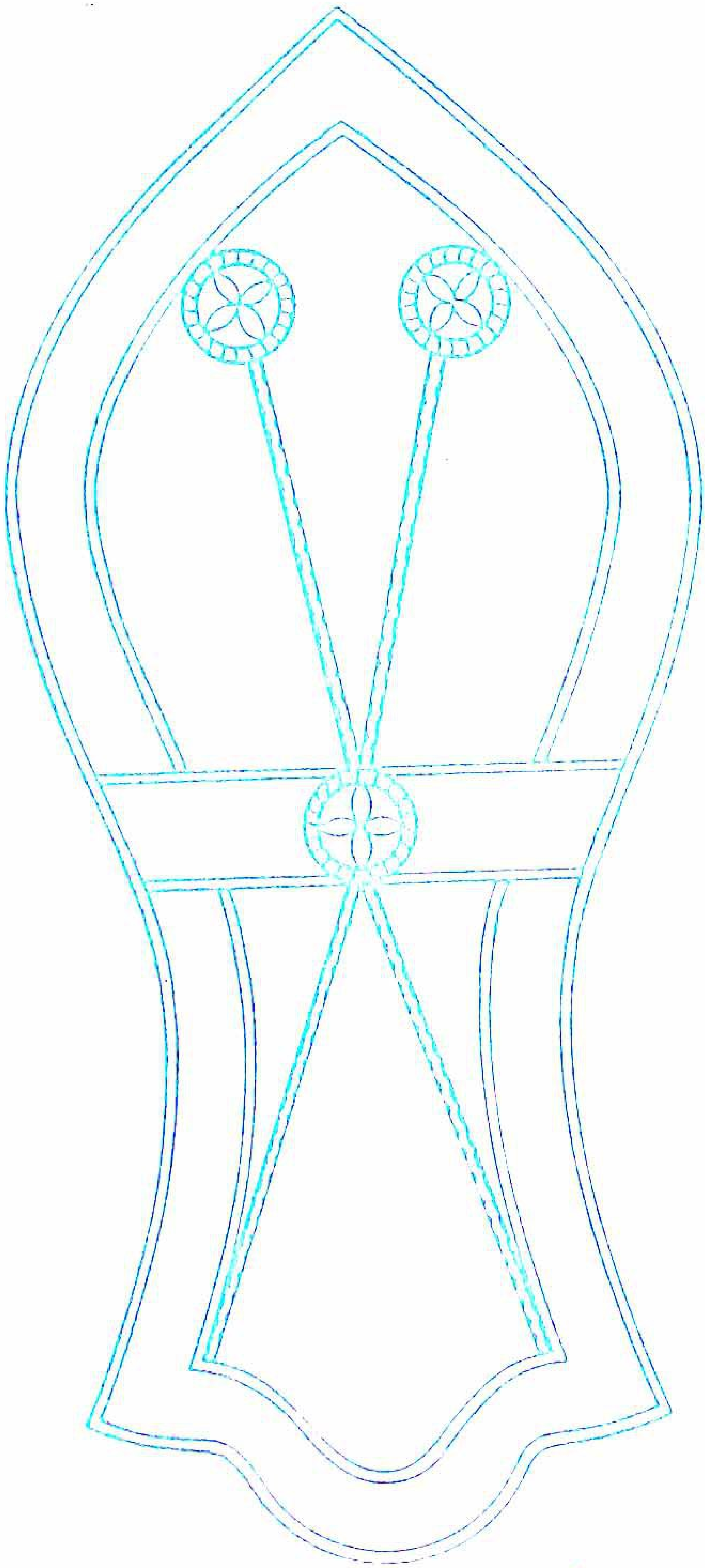

نوٹ: چھٹا نقش از مصنّف تو نہ مل سکا۔ اکثر کتب
میں یہ نقش دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم نے اسے شامل کر دیا ہے۔

Marfat.com

اشرفیہ شام ہیں بھیس) سے تبرک حاصل کرتے۔

ابوالحسین عبدالرحمٰن المعروف بابن ابی الحدید کا تعارف

تاریخ دمشق میں ابوالحسن بن ابی الحدید کے حالات میں نسب یوں لکھا ہے:
ابوالحسین عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن القاسم بن الحسن بن عبداللہ بن ابی الحسن احمد بن ابی النقل عبدالواحد بن ابی بکر محمد بن احمد بن عثمان بن الولید بن الحکیم بن سلیمان المعروف ابن ابی الحدید السلمی الخطیب اور اس نے ان کا یہ نسب ابوالقاسم الدمشقی جو کہ اہل دمشق میں سے حافظ الحدیث اور امام ہیں کی معجم میں پڑھا ہے۔ ابن ابی الحدید کے صالح شیخ، اعلیٰ کردار کے مالک محدثین و خطباء کے خاندان سے ہیں۔ ان کے جد اعلیٰ ابوالحسن ابن ابی الحدید مشہور محدّث تھے۔ ان سے ہمارے مشائخ نے حدیث لی ہے۔ اور اس ابوالحسین نے اپنے دادا ابو عبداللہ الحسن سے حدیث پڑھی اور ان سے کئی ایک اجزاء کی سماعت کی اور دارالملیحہ میں داخل ہو کر ان سے پڑھا، بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارکہ کو دیکھا اور ان کی ولادت جمادی الاول ۴۶۲ھ میں دمشق میں اور ان کی وفات ہفتہ کی صبح جمادی الاخریٰ ۵۴۶ھ کو ہوئی اور رباب الصغیر کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ خاتمۃ الکتاب میں ان شاء اللہ اس کا مزید بیان آئے گا۔

نقش پاک کے منکرین

اور بعض عقل کے اندھے نقشِ نعلین کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک طرف تم تصاویر سے منع کرتے ہو اور دوسری طرف نعلین کی تصویر بناتے ہو؟
تو ہم اس شخص کے لیے جس نے یہ نازیبا کلام کیا ہے کہتے ہیں کہ جن امور کا تمہیں علم

Marfat.com

نہیں اس کے بارے میں کیوں گفتگو کرتے ہو کیونکہ یہ نقش مبارک ان [illegible] کے ضمن میں نہیں آتا جن کو حرام کیا گیا ہے۔ اور مجھے اطلاع دینے والے نے کہا معترض اہل انصاف میں سے نہیں ہے بلکہ وہ ایسے بدبختوں میں سے ہے جن کے دل پر اللہ نے حق کا انکار مسلط کر دیا ہے۔ پس ایسے شخص کے لیے یہی سزا کافی ہے ہم اللہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اس امر سے کہ کسی سے انصاف کی توفیق چھن جائے اور اس معترض کے پاس (جس نے ساری زندگی لوگوں پر طعن کیا ہے) حافظ عراقی کے اس قول کا کیا جواب ہے جو انہوں نے الفیہ سیرۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کا طول و عرض بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

وھذہ تمثال تلک النعل ودودھا اکرم بھا من نعل

(یہ اس مقدس نعل کا نقش ہے جس کی ساخت ہر نعل سے نہایت ہی خوبصورت ہے)

اور اس کے بعد انہوں نے نعل شریف کا نقش بنایا۔ اس شعر کے بعد معترض کو چاہیئے کہ اپنا منہ بند رکھے کیونکہ یہ ایسی گفتگو ہے جس پر کفر کا خوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اور اسے بھی توبہ کی توفیق دیدے۔

س : یہ جو کچھ تم نے کہا اگر صحیح ہے تو پھر صاحب مواہب اللدنیہ نے یہ نقش کیوں نہیں بنایا اور ان کی اہل علم میں بہت بڑی قدر و منزلت ہے؟

ج : صاحب مواہب اللدنیہ نے نعل شریف کا نقش اس لیے ترک نہیں کیا کہ اس کو وہ جائز نہیں سمجھتے تھے بلکہ انہوں نے نقش صرف اس لیے نہیں بنایا کہ اس کا کامل طور پر بنانا ایک مشکل کام ہے۔ اس پر انہوں نے تصریح بھی فرما دی ہے۔ لہٰذا ان کے کلام کا مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ اور اگر انہوں نے مثال نہیں بنائی تو کوئی بات نہیں۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے یہ مثال بنائی اور اس کے خواص ذکر کیے اور مجرب شدہ منافع بیان فرمائے ہیں اور یہ بڑے بڑے ائمہ اور اکابر علماء ہیں۔

Marfat.com

نعل کا نقش بنانے والے علماء محدثین

اور ان علماء میں سے جنہوں نے اس مثال کی حکایت کی علامہ ابن الحاج اور ابن عساکر ہیں۔ ان دونوں نے مثال بنائی اور کسی دوسرے عالم نے ان پر انکار نہیں کیا اور میں نے ابن عساکر کی اس کتاب کا نسخہ دیکھا جس میں نعل شریف کی مثال بنی ہوئی تھی اور اس پر امام سخاوی اور دیگر بہت سارے علماء کی تحریر۔ جنہوں نے اسے روایت کیا ہے، ان میں سے نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور راوی نے ذکر کیا کہ اس نے کتاب مذکور پڑھی ہے اس میں نعل شریف کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی مشکور کو قبول فرمائے اور اسی طرح میں نے امام سراج الدین البلقینی کی تالیف انہی کے خط میں لکھی ہوئی دیکھی۔ اس میں نعلین کی مثال بنی ہوئی تھی۔ اگر ہم مثال بنانے والے علماء کا نام لیں تو مقالہ بہت طویل ہو جائے گا

اگر یہ کہا جائے کہ اگر امام قسطلانی پر اس کی مثال بنانی مشکل تھی جبکہ وہ مستند امام ہیں تو تمہارے لیے یہ مثال کیسے آسان ہو گئی حالانکہ تم امام قسطلانی کے علم کے سمندر کے سامنے قطرہ کی طرح ہو اور وہ تمہارے استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ ہیں اور تمام شیوخ ان کی مواہب کے عیال و محتاج ہیں تو میں کہوں گا کہ میرے بارے میں جو چاہو کہو میں امام قسطلانی کے مقابلہ میں واقعۃً ایک قطرہ بھی نہیں ہوں۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا البتہ جن علماء کو میں نے بطور دلیل پیش کیا ہے ان کا مقابلہ علامہ قسطلانی سے کرو۔ ان میں سے ہر ایک علم کا پہاڑ ہے مثلاً ابن عساکر، ابن الحاج، ابن المرحل، امام عراقی، حافظ زین الدین، سراج الدین بلقینی، امام سخاوی، حافظ سیوطی وغیرہم —— جن کی تعریف کرنے سے الفاظ عاجز ہیں۔ عنقریب اسی

Marfat.com

باب میں ہم ان کی عبارات ذکر کریں گے۔ کسی شخص کو یہ جرأت نہیں کہ ان کا تعاقب یا رد کرے۔ اس عبد ضعیف نے بھی انہی سے نقل کیا ـــــــ تو کس کو جرأت ہے جو ان کے اقوال کو ٹھکرائے یا ان کے غلط ہونے کا دعویٰ کرے اور علامہ قسطلانی نے بھی تو انہی علماء سے استفادہ کیا ہے تو اے معترض ذرا غور و فکر کر، انصاف کا لباس زیب تن کر اور اس حق کے میدان جنگ میں آگے بڑھ تا کہ تجھ پر ملامت نہ کیجائے۔ ورنہ اس میدان سے نکل جا۔ اور اپنے گھر میں بیٹھ جا تیرے جیسے لوگوں کے لیے کسی رہنما کی اشد ضرورت ہے۔

خلق اللّٰہ للحروب رجالاً ، ورجالاً لقصعة و ثرید

استغفر اللّٰہ واعوذ بہٖ من کل شیطان مرید

(اللّٰہ نے جنگوں کے لیے آدمی پیدا کیے ہیں اور کھانے پینے کے لیے بھی میں اللّٰہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں اس کے ساتھ ہر راندے ہوئے شیطان سے)۔

اب میں سائل بن کر اللّٰہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقصود شروع کر رہا ہوں۔ وہ اسے قبول فرمائے۔ یہاں میں نعلین پاک کے دو ایسے نقشے پیش کرتا ہوں جن پر کامل اعتماد ہے۔ پھر چار کا ذکر کروں گا۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ

ھو الطیب ما کررتہ یتضوع

(ہمارے لیے نعمان کا ذکر بار بار کر کیونکہ وہ کستوری ہے اور اس کے تکرار سے خوب مہک دیتی ہے۔

ایا ساکنی اکناف دجلۃ کلکم

الی القلب من اجل الحبیب حبیب

Marfat.com

(اے دجلہ کے کناروں پر رہنے والو تم سب کے سب دل کے محبوب ہو کیونکہ محبوب کے واسطے سے ہر چیز محبوب ہوتی ہے)

اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ یہ مثال مبارک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مضاف ہے اور اسی لیے اس کی شان و قدر بلند ہوئی اور یہ چاندی پر سبقت لے گئی اور ہم نبوت و رسالت کے اعلیٰ قدم کے اس زیور سے کچھ بیان کرتے ہیں۔

یا من یذکرنی حدیث احبتی. طاب الزمان بذکرھم ولیطیب

اعد الحدیث علی من جنباته . ان الحدیث عن الحبیب حبیب

(اے میرے اس محبوب کی بات کا ذکر کرنے والے کہ زمانہ ان کے ذکر سے مبارک اور پاکیزہ ہے اور اس کا ذکر بار بار کر کیونکہ محبوب کی بات محبوب ہوتی ہے)۔

مجھے میرے چچا امام (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو سیراب فرمائے) نے اس مقام کے مناسب یہ حکایت بیان کی کہ تلمسان کے حاکم نے شیخ ولی ربانی سیدی ابراہیم القاری سے کہا کہ کچھ اشعار عطا کیجئے جو بیت القرآن پہ لکھے جائیں تو انہوں نے ایک قصیدہ لکھا اس میں سے مجھے دو اشعار یاد رہے:

(یہ سعادت ہے، بہت سے مقام بلند ہیں۔ سعادت کے ساتھ لڑ ورنہ جہاد چھوڑ دے۔ میرے نام کی نسبت مصحف کی طرف کی گئی ہے۔ بلند کا منسوب بھی بلند ہو جاتا ہے)

مجھے کسی اندلسی شاعر کے یہ اشعار یاد آرہے ہیں:

ما کل من کانت علی راسه عمامة یحظی بسمت الوقار

ما قیمة المرء باثوابه، السرفی السکان لا فی الدیار

(ہر وہ چیز جو بندے کو وقار عطا کرے وہ عمامہ کہلاتی ہے اور آدمی

Marfat.com

کی قیمت کپڑوں کی وجہ سے نہیں۔ عزت باشندوں کی ہوتی ہے نہ کہ علاقے کی)۔

یہ نقش نعلین استعمال فرمانے والی اس ذات اقدس کے قدم شریف تک پہنچانے والے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اعلیٰ اکمل اوصاف عطا فرمائے ہیں۔

وما حب النعال امال قلبی
ولکن حب من لبس النعالا

(میرا دل نعل کی محبت میں گرفتار نہیں البتہ اس کے پہننے والے کی محبت کا نتیجہ ہے)

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے اس کی نعلین کو کرامت ملی اور آپ کے اچھے افعال کے سبب اس کو طہارت ملی۔ نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نعلین کو شرف ملا اور اس سلسلہ میں میں نے وہی راستہ اختیار کیا ہے جو اختیار کرنا چاہیے تھا اور میں اس مثال کے محاسن حکایت کرتا ہوں جیسے کہ مجھ سے پہلے محدثین نے کیے اور زبان حال سے مثال مبارک کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں۔

(تیری اصل کو بدر الدجیٰ نے پہنا ہے۔ اس لیے تیرا مقام کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ پہننے والے اور حکایت کرنے والے کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے)

کیا اتنا کچھ کم ہے کہ اس کے ذریعے اس ذات اقدس کی یاد آتی ہے جس کے مرتبہ اور شرف کی کوئی حد و طرف نہیں وہ اولاد آدم کے سردار، اگلوں اور پچھلوں سب سے بہتر ہیں۔ ہمارے دلوں کے سکون کے لیے یہی کافی و وافی ہے اس کے خواص، اس کے منافع روشن اور اس کی فضیلتیں واضح اور اس کا آنکھوں پر رکھنا متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے شیخ علامہ ابوحفص عمر الفاکھانی الاسکندری

Marfat.com

المالکی پر جب انہوں نے اس مثال کو دیکھا تو اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور کہا:

ولو قیل للمجنون لیلیٰ و وصلها تریدام الدنیا و فی زوایاها
لقال غبار من تراب نعالها أحب الی نفسی و اشفی لبلواها

(مجنوں سے یہ پوچھا جائے کہ تجھے لیلیٰ کا وصل چاہیئے یا دنیا و مافیہا چاہیئے تو وہ کہے گا کہ مجھے اس کے جوتوں کی گرد کافی ہے۔ مجھے میری ذات سے بھی زیادہ عزیز ہے اور میرے غموں کا ازالہ ہے)۔

نقش نعلین کی پہلی تصویر

نقش کی یہ صورت ابن العربی، ابن عساکر، ابن المرزوق، فارقی، امام بلقینی، حافظ سیوطی، امام سخاوی، امام تناوی، ابن فہد اور ان کے علاوہ دیگر محدثین کے نزدیک معتمد ہے۔ نقش نعلین کو شیخ ابو الفضل بن ابراء التونسی سے روایت کیا انہوں نے اپنے شیخ ابن الحیبہ انہوں نے فقیہ ابن زید عبدالرحمن بن العربی انہوں نے اپنے والد — حافظ القاضی ابوبکر ابن العربی الاشبیلی الاندلسی المغافری جو کہ فاس شہر میں مدفون ہیں اور قاضی شیخ عیاض اور دیگر محدثین نے کہا کہ کہ حافظ ابو القاسم مکی بن عبدالسلام بن الحسن بن الرمیلی نے ان الفاظ سے بیان کیا۔ کہا کہ ہم سے بیان فرمایا ابو بکر ذکریا عبدالرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری حافظ انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسین فارسی نے کہا کہ یہ نعل اس نعل کے مطابق بنائی گئی ہے جو محمد بن جعفر التیمی کے پاس تھی اور انہوں نے ذکر کیا کہ اس نعل کو میں نے اس نعل کے مطابق بنایا جو کہ ابو سعید عبدالرحمن بن محمد بن عبداللہ کے پاس رکھی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو محمد ابراہیم بن سہیل الشیبی نے کہا کہ ہم سے بیان فرمایا ابو یحییٰ بن ابو مرۃ ان سے ابن ابی ادریس بن مالک بن ابی عامر الاصبحی نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی مثل نعل اسماعیل بن ابراہیم بن عبدالرحمن

Marfat.com

بن ابی ربیعہ المخزومی کے پاس ہے۔ اسمٰعیل بن ابی اویس نے کہا کہ میرے والد نے موچی سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعل مبارک کی طرح نعل بناؤ تو اس نے بنائی۔ اس کے دونوں نقطوں کی جگہ دو زمام تھے۔

نعل مبارک اسمٰعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے پہنچی؟

یہ نعل مبارک اسماعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے آئی تو ہمیں بادثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہ نعل حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔ پھر آپ کی بہن حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق کے پاس پہنچی۔ اس وقت حضرت ام کلثوم حضرت طلحہ بن عبداللہ کے عقد میں تھیں جب وہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے تو حضرت ام کلثوم کے ساتھ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ المخزومی نے نکاح کر لیا۔ اور یہ اس اسمٰعیل بن ابراہیم کے دادا ہیں جس کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعل مبارک ہے۔ پس اس طریقے سے ان کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعل مبارک پہنچی ہے۔

حضرت ام کلثوم کا عقد عبداللہ سے ہوا

میں نے ابن فہد کی یہ تحریر دیکھی ہے کہ حضرت طلحہ کے بعد جس نے حضرت ام کلثوم سے شادی کی وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے لیکن ابن عساکر کا وہ نسخہ جس کو علامہ سیوطی نے پڑھا اور اس پر علامہ سخاوی اور دیمی وغیرہ کی تحریر ہے کہ حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی عبدالرحمٰن کی ہوئی تھی نہ کہ ان کے بیٹے عبداللہ کی۔ اور کافی مدت کے بعد میں نے امام سراج الدین بلقینی کی یہ تحریر دیکھی جس میں تھا کہ طلحہ کے بعد ام کلثوم سے نکاح عبداللہ نے ہی کیا تھا۔ تو اس سے ابن فہد کی بات ترجیح پا گئی۔

Marfat.com

اور اس کے بعد میں نے کئی نسخے ابن عساکر کی لائبریری کے دیکھے جو کہ تصحیح شدہ تھے۔ ان میں یہی تھا کہ ان کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اس کے علاوہ جس نے کہا اس سے سہو ہوا۔ (واللہ اعلم)

نقشِ نعلین کی سند

امام ابن عساکر نے اپنی تالیف میں اس کی یہ سند بیان کی۔ مجھ سے امام حافظ صالح ابو اسحاق ابراہیم بن الحاج المغربی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن محمد بن ابراہیم المری نے ان سے ابوالقاسم قاسم بن محمد نے اور کہا کہ میں نے ان سے پڑھا اور میں نے یہ مثال جو کہ میرے پاس ہے اسی کے مطابق بنائی ہے جو ان کے پاس تھی اور ان سے ہمیں پہنچی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالقاسم خلف بن بشکوال اور کہا کہ ہم نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ اور ان سے ہمیں عطا ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں امام ابوبکر العربی نے کہا کہ ہم نے یہ مثال اس کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوالقاسم مکی بن عبدالسلام بن الحسن الرمیلی نے بیان کیا کہ میں نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی جو کہ ان کے پاس تھی۔ اور بیان کیا شیخ ابوذکریا عبدالرحیم بن احمد بن نصر بن اسحاق بخاری حافظ نے پھر ہم نے یہ مثال بنائی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسین الفارسی نے کہا تو ہم نے یہ نعلین اس نعلین کے مطابق بنائی جو کہ محمد بن جعفر التمیمی کے پاس تھی۔ اور انہوں نے ذکر کیا کہ یہ مثال اس نعل کے مطابق ہے جو کہ ابوسعید عبدالرحمٰن بن محمد ابن عبداللہ (جو کہ مکہ کے مقیم تھے) کے پاس تھی انہوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو ابو محمد ابراہیم بن سہیل نے ان سے ابویحییٰ بن ابومرۃ نے انہوں نے ابن ابی اویس بن مالک بن

Marfat.com

ابی عامر اصبحی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ یہ نعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نعل کے مطابق ہے جو اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی ربیعہ کے پاس تھی اسماعیل بن ابی ادیس نے کہا کہ میرے والد نے موچی کو حکم فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل کی طرح نعل بنائیے۔ اس میں دو نقطوں کی جگہ دو زمام تھے۔ پھر علامہ ابن عساکر نے بیان فرمایا کہ یہ نعل مبارک اسماعیل بن ابراہیم کے پاس کیسے پہنچی؟ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

دوسری سند

حافظ ابن عساکر نے ابواسحاق بن الحاج اندلسی کے حوالے سے بیان کیا شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم السلمی نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ السبتی وغیرہ نے انہوں نے ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن التجیبی سے میں نے اس کی فرع نقل کی اور اس کی تجیبی کی مثال کے ساتھ ملایا اور اس سے مثال بنائی انہوں نے کہا کہ حافظ ابوطاہر احمد بن محمد نے دمشق میں دکھائی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مثال مجھے ابو محمد عبدالعزیز بن احمد نے دکھائی۔ انہوں نے کہا کہ یہ مثال ابوطالب عبداللہ بن الحسن بن احمد العنبری نے عطا فرمائی اور بیان فرمایا کہ ابوبکر محمد بن عدی بن علی بن زحر المنقری نے اس مثال کا اخراج فرمایا اور بیان کیا کہ ابوعثمان سعید بن الحسن التستری نے اس مثال کا اخراج فرمایا اور ذکر کیا کہ یہ مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین شریفین کی مثال (نقش) ہے۔

اور محمد بن احمد الفزاری نے اس کا اخراج اصبہان میں کیا اور اس کو روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس کو محمد بن عدی المنقری نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی سعید بن حسن تستری نے تستر میں ہمیں خبر دی احمد بن محمد الفزاری انہوں

Marfat.com

نے کہا کہ ابو اسحاق ابراہیم بن الحسین نے کہا انہوں نے ابو عبداللہ اسماعیل بن ابی اویس عبداللہ بن عبداللہ بن ابی اویس بن مالک بن ابو عامر اصبحی القرشی التمیمی مالک کے بھانجے ابن انس نے کہا کہ یہ نعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی طرح ہے اور میں نے یہ اس نعل کے مطابق بنائی ہے جو کہ اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی ربیعہ المخزومی کے پاس ہے۔ اسماعیل نے کہا کہ میرے والد ابواویس نے موچی کو حکم فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین کی طرح نعلین تیار کر دو تو وہ تیار کر دی گئی اور اس کے دو زمام تھے۔

تیسری سند

ابن البراء نے ابن العربی تک سند سابق کے ساتھ بیان کیا۔ ابن العربی نے کہا کہ ہمیں ابوالمطہر نے خبر دی ان کو حافظ ابونعیم نے ان کو ابن ابی جلد قؔ نے ان کو حارث بن ابی اسامہ نے ان کو ابن عون نے بتایا:

اتیت حذا بالمدینۃ فقلت	میں مدینہ طیبہ موچی کے پاس گیا اور
احذ نعلی فقال لی ان شئت	کہا کہ مجھے جوتا بنا دو وہ کہنے لگا اگر
حذوتہا ھکذا و ان شئت	آپ چاہیں تو میں اس طرح کا جوتا بنا
حذوتہا کما رأیت نعل رسول	دیتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میں
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اس طرح کا جوتا بنا دیتا ہوں جس طرح
فقلت و این رأیت نعل رسول	کا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ	کا دیکھا ہے۔ میں نے کہا تو نے
وسلم فقال رأیتھا فی بیت	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فاطمۃ بنت عبداللہ بن	کا جوتا کہاں دیکھا ہے۔ کہنے لگا

Marfat.com

العباس نقلت احزها کما رأیت نعل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال فخذاها فنبالان قال فقدمت وقد اتخذها محمد ابن سیرین۔	میں نے حضرت فاطمہ بنت عبداللہ بن عباس کے گھر اس کی زیارت کی ہے۔ میں نے کہا تو نے جس طرح دیکھا اسی طرح کا میرا جوتا بنا دے تو جب بنایا تو اس کے دو زمام تھے میں جب واپس آیا تو مجھ سے یہ جوتا امام محمد ابن سیرین نے لے لیا۔

چوتھی سند

ابن البراء نے ایسے ہی کہا کہ ابن العربی نے ہم کو خبر دی ابو القاسم مکی بن عبد السلام نے مسجد اقصیٰ میں ان کو ابو ذکریا بخاری نے انہیں محمد بن الحسین فارسی سے انہوں نے محمد بن جعفر تمیمی سے انہوں نے ابو سعید عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سے روایت کی ان سے بیان کیا ابو محمد ابراہیم بن سھل السبتی نے ان سے بیان کیا ابو یحییٰ ابن ابی مسرۃ انہوں نے ابن ابی اویس اسماعیل بن عبد اللہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے مالک بن انس سے انہوں نے اسماعیل بن ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی ربیعہ مخزومی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل پاک کی مقدار (مثال) روایت کی اور اس کی صفت اور شکل وصورت بیان کی جو کہ ان کو اپنے جد عبد الرحمٰن سے پہنچی تھی اور عبد الرحمٰن کو حضرت ام کلثوم سے پہنچی تھی جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور حضرت طلحہ کے بعد عبد الرحمٰن نے ام کلثوم سے شادی کی تھی۔
ابن عربی نے کہا کہ یہ حدیث غرائب مالک میں سے ہے اور سوائے اس واسطہ کے کسی اور سند سے مروی نہیں ہے۔ اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ام کلثوم

Marfat.com

سے عبدالرحمن نے نہیں بلکہ ان کے بیٹے عبداللہ نے شادی کی تھی اور مذکورہ بالا روایات میں عبداللہ کی بجائے عبدالرحمن کا نام آیا۔ شاید یہ سہو ہے جیسا کہ پیچھے گزرا۔ چونکہ اس نقش پر کثیر اور اکابر ائمہ نے اعتماد کیا ہے اسی لیے میں نے اسے دوسروں پر مقدم کیا۔ ان ائمہ کے مشاہدہ و مناولہ کی وجہ سے اس کے طول و عرض کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔ کیونکہ انہوں نے اس نقش کو باقاعدہ اجازت سے حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ثقہ علماء کے نزدیک اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ کیونکہ ہر طبقہ میں ایک امین نے دوسرے امین سے لیا اور تمام کا اصل نعل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے اور یہ عادل کی عادل سے روایت سے ثابت ہوا ہے۔

س: اگر کہا جائے کہ جب اس کو مشاہدہ سے نہ لیا گیا ہو اس میں اختلاف واقع ہوگا کیونکہ طول و عرض میں کوئی تعین نہ ہوگا تو پھر تم نے اس صفت (صورت) کے لیے جزم کر لیا کہ یہ ان اسانید میں بیان کردہ صورت کے مطابق ہے۔ حالانکہ اس سے کوئی مانع نہیں کہ یہ صورت (اصل) کے خلاف ہو اور ناقل غیر معتمد نے یا نقش بنانے والے کی عدم مہارت کی وجہ سے تبدیلی ہوگئی ہو۔

ج: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کو بن دیکھے بنایا گیا بلکہ یہ مشاہدہ اور مناولہ کے ذریعے سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات پر گزرا کیونکہ ہمارا اعتماد اس میں ثقہ اور ثبت لوگوں پر ہے۔ کیونکہ ہم نے اس مثال مبارک کی اس صورت کو ثقہ لوگوں کے تحریر سے مشاہدہ کیا ہے کہ جن لوگوں کی روایت ہمارے نزدیک معتبر طریقہ سے ثابت ہوئی ہے۔

پس ہم نے یہ مثال اس مثال کے مطابق بنائی ہے جو کہ ان ثقہ ائمہ دین کے ہاتھوں سے بنی ہوئی تھی پھر انہوں نے اپنے تلامذہ اور خلفاء کو اس کی نقل کی اجازت دی۔ جب معاملہ اتنا پختہ ہے تو اب اس میں احتمال کہاں؟

Marfat.com

ہمیں الحمدللہ متعدد اکابر علماء سے اسی طریقہ معروفہ کے ساتھ پہنچی اور ان میں سے حافظ الدیمی اور امام سخاوی بھی ہیں۔ کیونکہ ہم نے ان دونوں کی تحریر ابن عساکر کی مثال والے نسخہ میں دیکھی ہے۔ یہ نسخہ اس جزء معتمدہ میں ہے جس کی قرأت بہت سارے اکابر علماء نے کی۔ ہم اسے اپنے مقصود کے اتمام اور معترض کے کامل رد کے لیے نقل کر دیتے ہیں۔

ابن عساکر کے تصویر والے نسخہ کی سند

میں نے امام سخاوی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی وہ تحریر دیکھی ہے جو انہوں نے ابن عساکر پر اس مثال کے بارے میں لکھی۔ اس کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی کہتا ہے کہ مجھے خبر دی علماء کی ایک جماعت نے ان میں سے ابو عباس احمد بن شرف الازہری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں جمال ابو معال عبداللہ بن عمر بن علی الحلادی الازھری نے خبر دی اور اس عبارت کے بعد کاتب کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے کہ الحادی نے اپنے شیخ بدر الفارقی سے اور انہوں نے الوالیمن ابن عساکر سے حاصل کی اور خود میری (مصنف) سند فارقی تک متصل ہے جیسا کہ پہلے باب میں خطیب مرزدق اذوری کے واسطہ سے بیان ہو چکی جیسا کہ ان کے سفر نامہ جزء المثال فارقی سے مولف ابن عساکر تک ہے۔

امام سخاوی تک مؤلف کی سند

مجھے خبر دی شیخ المقری نے انہوں نے مفتی ابوحسین علی ابن ہارون سے انہوں نے امام شہیر ابوعبداللہ محمد بن غازی سے انہوں نے حافظ سخاوی سے اجازت لی

Marfat.com

روایت کی اور میں نے اس تالیف کے آخر میں جس پر ان دونوں جلیل القدر بزرگوں حافظ سخاوی اور امام دیلمی کے دستخط ہیں۔ بخط ناسخ خط دیکھا کہ یہ لکھا ہوا تھا کہ اللہ کی حمد ــــ اس کی توفیق و مدد اور حسن توفیق سے یہ تالیف (اپنے لیے اور ہر اس شخص کے لیے جسے اللہ چاہے) مکمل ہوئی اس بندہ ضعیف فتح اللہ بن عبدالرحیم بن ابوبکر بن احمد بن حسن المنفلوطی المعروف بابن القرجوطی الحنفی کہ اللہ اپنے لطف و کرم سے اس کو نوازے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور اس کے عیب دنیا و آخرت میں چھپائے اور اس کے والدین اور تمام مسلمان جو کہ اللہ کی حمد میں مشغول ہیں اور اس کے پیارے محبوب پر صلوٰۃ و سلام میں مصروف ہوتے ہیں، اس نسخہ کو جمعرات کے آخری حصہ رجب کے مبارک مہینہ آٹھ سو اکانوے ۸۹۱ھ میں مکمل کیا اور اس کے بعد حافظ سخاوی کی یہ تحریر ہے۔ الحمد للہ علی نوالہ کہ مصنف اور کاتب شیخ فاضل المجد المفید زین الدین ابوالفتح فتح اللہ نے مجھ سے پڑھا میری سند کے ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ نفع عطا فرمائے اسی سند کے شروع میں ہے۔ اس کو سنا الشیخ الفاضل البارع الاوحد مفید الطالبین برکۃ المستفیدین ــــ صلاح الدین محمد بن سیدنا جینا العالم شیخ المحدثین مفتی المسلمین برکۃ الطالبین الفخر ابو عمرو عثمان الدیلمی شافعی نے اور شیخ مفتی محی الدین عبدالقادر القرشی نے اور یہ ہفتہ کے دن چھ رجب میرے گھر کا واقعہ ہے اور میں نے اپنی تمام مرویات مؤلفات کی روایت کی ان کو اجازت دیتا ہوں ــــ الراقم محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی۔ (اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور درود ہو ہمارے آقا حضرت محمد پر اور بہت بہت سلام ہو)۔ اور اس کتاب کے مصنف نے اس کے بعد یہ عبارت لکھی:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔ (اما بعد) بندہ ضعیف فتح اللہ بن عبدالرحیم بن

Marfat.com

ابی بکر بن احمد بن حسن المنفلوطی المعروف بابن القرجوطی حنفی (اللہ اس پر اپنا لطف و کرم عام فرمائے اور اس کے گناہ معاف فرمائے اور دنیا و آخرت میں اس کے اور تمام مسلمانوں کے عیب چھپائے۔ آمین!) سے امام مولانا شیخ عالم عامل علامہ فہامہ حافظ العصر ابو عمرو عثمان الدیمی شافعی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کے ان نقوش کی اجازت لی جنہیں امام الدین ابوالیمن عبدالصمد بن ابوالحسن عبدالوہاب بن حسن بن عساکر نے جمع فرمایا۔

ایک اور سند

ہم کو خبر دی مشائخ کی ایک جماعت نے ان میں سے شیخ السند الرئیس شہاب الدین ابو عباس احمد بن یعقوب الاطفیحی انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی شیخ زاہد ابوالمعالی عبداللہ بن عمر بن علی المسعودی نے ان کو خبر دی البدر ابو عبداللہ محمد بن شمس الدین احمد بن خالد بن محمد بن ابی بکر الفارقی نے اس کے مؤلف ابوالیمن ابن عساکر سے کہ میں نے اس کی ان پر قرأت کی اور انہوں نے مجھے تمام کتاب کی اجازت دی اور ہر اس شی کی جس کی ان کو اجازت تھی۔ اس کی قرأت ایک مرتبہ الشیخ الفاضل البارع الاوحد مفید الطالبین برکۃ المستفدین صلاح الدین محمد بن سیدنا شیخ الامام العالم العامل العلامہ شیخ المحدثین مفتی المسلمین برکۃ الطالبین الفخری ابی عمرو عثمان الدیمی الشافعی (اللہ تعالیٰ انکی عمر میں اضافہ فرمائے اور ان کی برکات سے مسلمانوں کو نفع فرمائے دنیا و آخرت میں) اور ایک مرتبہ ان کے والد سے اس کی قرأت کی (یعنی عثمان الدیمی پر) اور ایک مرتبہ شیخ امام عالم عامل علامہ مفید الطالبین لقبیۃ المحدثین شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی پر قرأت کی کہ (اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دراز کرے اور ان کی ذات کی برکات سے مسلمانوں کو دنیا و آخرت میں متمتع فرمائے۔ (آمین) اور

Marfat.com

اس کو میں نے سنایا شیخ الاول شیخ نورالدین علی بن ناصر الدمیاطی کو اور شیخ شمس الدین محمد بن علیتی الشوبری شیخ محمد بن احمد بن الطنبغا حنفی منظفری، شیخ جمال الدین بحیری المدنی اور ان کے دونوں بیٹے جمیل اور محمد، شیخ نورالدین بن عبدالخالق الثنائی، شیخ ابوبکر علی بن محمد الانباری، شیخ فیاض بن احمد بن علی بن محمد الانباری اور شیخ احمد بن صلاح الدین التشبیلی اور شیخ محمد بن عمر بن محمد البلالی، شیخ فیاض بن احمد السملاوی، شیخ ابراہیم بن ابراہیم بحیری السقطی المالکی اور شیخ مذکور نے مجھے اس کی اجازت عطا فرمائی۔ اور تمام حاضرین مذکورین کو اجازت فرمائی کہ یہ تمام ان سے یہ پوری کتاب روایت کر سکتے ہیں اور ہر وہ چیز جس کی ان کو اجازت تھی اس کی بھی اجازت فرمائی اور یہ روایت ان سے لفظی طور پر کئی مرتبہ میرے سوال کرنے کے بعد عطا ہوئی۔ اور پہلی قرأت جس کو سب حاضرین کی جماعت نے سنا وہ جامع ازہر میں جمعہ کیدن نماز مغرب و عشاء کے درمیان رجب کے مبارک مہینہ میں آٹھ سو اکانوے ہجری میں وقوع پذیر ہوئی اور دوسری قرأت جمعہ کے دن آٹھ ذی القعد اس سال کو واقع ہوئی اور اب ہم حافظ الدیمی کی تحریر کا ذکر کرتے ہیں:

الحمد للہ رب العالمین اللھم صلی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم والتابعین لھم باحسان الی یوم الدین صحیح ذلك نفعھم اللہ بالعلم ونفع بھم۔

الراقم عثمان بن محمد الدیمی الشافعی عفی اللہ تعالیٰ عنھما اور صاحب اجازت کاتب الاصل کے ہاتھ سے کتاب کے پہلے صفحہ کے اوپر یہ تحریر ہے:

الحمد للہ رب العالمین۔ اصل کتاب پر یہ منقول پایا:

میں نے اس تمام جز (یعنی نقش نعلین) کو مسندہ: صلیبہ ہا جرد خنز اشرف محمد بن محمد بن ابی بکر المقدسی سے ان کی سند کے ساتھ پڑھا۔ پس اس کو سنا میری

اولاد محمد محب الدین ابوالبرکات اور فاطمہ ام الحسن اور زینب ام کلثوم لیلیٰ ، مریم ، ام ہانی سلمی (اور یہ حاضر تھیں پہلی قرأت میں) اور ان کی والدہ خدیجہ بنت ناصر الدین الزفتاوی اور اس کی ماں کی طرف سے دونوں بہنیں آمنہ اور عائشہ اور ان کے بیٹے محمد برکات بن احمد الزفتاوی ۔ یہ مکمل طور پہ حاضر تھے اور میرے والد کی زوجہ حنیفہ بنت احمد الحمصانی ، ایک خاتون جوہرہ حبشیہ اور میرے بھائی کی زوجہ خدیجہ بنت محمد رقیق اور اس کی اولاد محمد اور احمد ابوالسعود اور ابوالفضل عمر حاضر باش تھے ۔ اور فاطمہ بنت احمد صعیدیہ اور اس کی لکھنے والی خاتون جوہرہ اور اس کا نام لقاء المحبوب ہے اور اس نے ان تمام کو یہ اجازت میرے سوال کے بعد دی۔ اور یہ مثال معظم عطا فرمائی اور یہ تحریر ربیع الثانی آٹھ سو تہتر (۸۷۳ھ) کو قاہرہ میں مقام مقسم پر لکھی گئی۔ الراقم عبدالقادر بن عمر بن حسین الزفتاوی وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم وحسبنا اللہ نعم الوکیل اور اس عبارت کے نیچے یہ تحریر ہے : اور اس کی اصل منقول کے ظاہر پہ یہ بھی لکھا تھا۔ الحمد اللہ میں نے اس تمام جز کو یعنی نقش نعلین کو جو ابوالیمن ابن عساکر کی ہے ، دو بہت اعلیٰ وافضل شیوخ کی سند سے سنا ہے ان میں سے پہلی سند امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر حصین المنتوتی الوفائی ۔ جبکہ دوسری ام الفضل عزیزہ بنت محمد بن محمد المقدسی ہمیں اللہ ان دونوں سے سماعت کا لطف عطا فرمائے ۔ ان دونوں نے اس کو ابوالعباس احمد بن حسن بن محمد السویداوی اور ام الفضل نے جمال عبداللہ بن عمر بن علی سے سنا اور ان دونوں نے کہا کہ ہم کو بدر فارقی نے خبر دی انہیں ابوالیمن ابن عساکر نے خبر دی۔

انہوں نے اس کی قرأت کا سند درجہ ذیل علماء سے ذکر کیا : شیخ العالم جلال الدین عبدالرحمن بن علامہ کمال الدین ، ابوبکر بن محمد السیوطی ، شیخ مجدالدین اسماعیل بن ابراہیم

القلعی اور ان کے صاحبزادے ابو النور محمد امین الدین، فاضل محی الدین عبد القادر بن عمر بن حسین الزفتاوی اور ان کے بیٹے محمد محب الدین، امام عبد العزیز بن عمر بن محمد بن فہد الھاشمی المکی الشافعی اور ان کے لیے انہوں نے اس (مثال) کو لکھا اور ابو العباس احمد تقی الدین ابن القاضی، محمد محب الدین بن احمد الخاق حنبلی قرشی اور یہ دوسری محفل قرأت سماعت مثال میں حاضر تھے۔ اور نافع الذنجی نے بھی تصدیق ثبت فرمائی بروز بدھ ۶ جمادی الاول ۸۷۰ھ قاہرہ میں صالحیہ نجمیہ دیوان حنفیہ میں اور ان دونوں نے ہمیں اس چیز کی اجازت دی جس کی اجازت ان کے مشائخ نے ان کو دی تھی۔ الراقم عبد العزیز بن عمر بن محمد بن فہد ہاشمی مکی شافعی وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً

ابن عساکر کی اس تالیف منیف کی روایت شیخ عبد العزیز بن فہد وغیرہ سے ان کے بیٹے شیخ محمد المعروف جار اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو جن چار مشائخ نے اس کی خبر دی ان میں سے تین حافظ الحدیث ہیں۔ ایک تو میرے والد شیخ المحدثین ابو فارس عز الدین عبد العزیز بن عمر بن فہد الھاشمی المکی، دوسرے شیخ السنہ مؤرخ العمدہ شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد اللہ الرحمٰن السخاوی نزیل الحرمین شریفین اور تیسرے شیخ امام جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابوبکر السیوطی اور چوتھے شیخ علامہ معمر خاتمۃ المحدثین والمحققین المسندین شیخ المقربین شرف الدین ابو الفضائل عبد الحق بن محمد سنباطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ پہلے دونوں سے زبانی سنا، تیسرے (علامہ سیوطی) سے لکھا اور چوتھے شیخ علامہ عبد الحق کو سنایا۔ جمعہ کے دن بوقت نماز ۱۴ جمادی الاولیٰ ۹۱۵ھ مسجد حرام کے پاس رواق شامی کے مدرسہ قطیفیہ کے سامنے۔ ان چاروں مذکورہ بالا مشائخ نے فرمایا کہ ہم کو اس کی شیخہ مکرمہ اصیلہ ام الفضل ہاجرہ نے خبر دی اور آگے سند ذکر کی جو کہ اوپر

Marfat.com

مذکور ہو چکی اور دوسرے مقام پر بیان فرمایا کہ میرے ساتھ شیخ عبدالحق سنباطی سے دیگر کئی حضرات نے اس کی سماعت کی ان میں سے جو شیخ عبدالحق کے دونوں صاحبزادے کمال الدین محمد اور شہاب الدین احمد اور ان کے ساتھ معروف عالم محب الدین اور ان کے چچا شیخ شہاب الدین احمد اور ان میں سے شیخ کمال الدین برکات طرفوشی اور محی الدین ابو صالح عبدالقادر بن شیخ عبدالعزیز بن فہد اور بہت سارے دیگر حضرات کو جن کی تعداد بہت طویل ہے۔

الحمدللہ اس طریق سے میری اسناد متصل ہے اور شیخ عبدالعزیز بن فہد کے طریق سے مجھے خبر ملی کہ شیخ علامہ مؤلف قاضی الحاج احمد بن ابی العالیہ مکناسی شہیر بابن القاضی نے شیخ عبدالرحمٰن بن اخی شیخ عبدالعزیز بن فہد کو اس کی اجازت دی اور بہت عالی سند ہے۔ اور میرے لیے یہ سند انہوں نے لکھ کر دی اور وہ ثقہ ہیں لیکن مجھے بعض اہل مکۃ المشرفۃ نے بتایا کہ شیخ عبدالرحمٰن بن فہد نے اس کی روایت اپنے چچا عبدالعزیز سے نہیں کی بلکہ ان کے بیٹے شیخ جاراللہ سے کی ہے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ سند ایک درجہ نیچے آ گئی۔ لیکن مجھے بعض ایسے اشخاص کو جو متہم نہیں ہیں اور اہل مکہ میں سے اکابر کے رتبہ پر ہیں اور جنہوں نے شیخ عبدالرحمٰن مذکور کو دیکھا ہے نے خبر دی کہ شیخ عبدالرحمٰن نے یہ روایت اپنے چچا سے ہی لی ہے۔ اور ان سے آگے بہت سارے لوگوں نے یہ روایت اخذ کی ہے اور اگر یہ صحیح نہ بھی ہو تو باقی سند تو بہر حال اپنے حال پر قائم ہے۔
اور ایسے ہی مجھے ابن القاضی مذکور نے امام حلیمی سے خبر دی۔ انہوں نے شیخ عبدالحق سنباطی سے جیسا کہ اوپر گزرا کہ جس کی ان کو اجازت ہے بشرط صحت معتبرہ اس کی روایت کرنے کی اجازت دی۔

Marfat.com

کاغذ پر نقشِ نعل پر اعتراضات کا تجزیہ

س: جو کچھ شیوخ مثل ابن العربی وغیرہ سے تم نے پچھلے صفحات پر نقل کیا۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے نعل کا نقش کاغذ یا ورق وغیرہ پر بنایا جیسا کہ تم بناتے ہو۔ عین ممکن ہے کہ انہوں نے نعل مبارک کے مطابق نعل بنائی ہو اور اس سے تمہارا مدعا حاصل نہیں ہوتا۔

ج: جب نعل کے مطابق نعل بنائی جائے اور پھر اس کو ورق پر اسی ہیئت کے ساتھ منتقل کیا جائے تو یہی ہمارا مدعا ہے۔ ہمارے لیے وہ دلیل کافی ہے جو عنقریب امام عراقی کے کلام سے مثالِ ثانی کے ضمن میں آرہی ہے جیسا کہ ابن رشید وغیرہ نے کیا ہے اور اس کا بیان خاتمہ میں آئے گا۔

ورق یا چمڑے پر نقشِ نعل

اور پھر چمڑے کے ساتھ اور ورق پر نقشِ نعل بنانے میں کیا فرق ہے۔ اور بہت سارے نعل ہم نے اوراق پر بنے ہوئے دیکھے ہیں۔ جو اسی طرح نعلین کی حکایت کرتے ہیں جس طرح چمڑے کی بنی ہوئی مثال حکایت کرتی ہے۔ اور انہیں میں سے وہ نقش ہے جس پر علماء امت نے اعتماد کیا ہے جیسا کہ پچھلے صفحات پر اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ہم نے تو ایسی مثالیں بنی ہوئی دیکھی بھی ہیں۔ اور اطلاع مشاہدہ کی طرح نہیں ہوتی۔ اور اگر آپ کا اعتراض مان لیا جائے تو پھر بھی ہمارے لیے ابن عساکر، ابن مرزوق، سخاوی، سیوطی اور الدیلمی وغیرہم کا عمل حجت ہے کہ ان تمام نے ابن عساکر سے نقش کی روایت کی ہے۔ علاوہ ازیں جب ابن عساکر نے ابن العربی وغیرہ کی اسانید کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس

Marfat.com

کا نقش مسلسل بنتا چلا آ رہا ہے۔ اور یہ ہمارے مدعا پر واضح دلیل ہے۔

س: ہم نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ چمڑے اور ورق پر نقش بنانا ایک جیسا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ مطلوب تو یہ ہے کہ ورق پر نعل کا نقش نعل کے مطابق اور برابر ہو جیسا کہ نعل نعل کے مطابق ہوتی ہے لیکن تم ایسا نہیں کرتے بلکہ تم جب ورق پر خطوط اور لکیروں سے بناتے ہو اور یہ نعل مقدس سے جسامت میں بڑا ہوتا ہے کیونکہ جو جگہ خطوط سے خارج ہوتی ہے وہ زائد ہو جاتی ہے۔

ج: ہم کہتے ہیں اس میں ہمارے لیے ابن عساکر اور دیگر بہت سارے محدثین عظام متقدمین اور متاخرین کا عمل کافی ہے اور انہوں نے وہی کیا جو ہم کر رہے ہیں اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نقش کو لفظاً بنایا جائے یا خطاً اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

س: تم ابن عساکر اور دیگر حضرات کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے صرف ایک عکس پر اکتفاء و اعتماد کیا جب کہ تم متعدد مثالیں بناتے ہو اور ساتھ ساتھ ان کی اتباع کا دعویٰ بھی کرتے ہو حالانکہ ان سے عدول غیر محبوب ہے۔

ج: ہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے حافظ الاسلام زین الملت والدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو انہوں نے اپنی کتاب " الفیۃ السیرۃ " میں نقش بنایا اور اس پر اعتماد کیا حالانکہ اس مثال اور اس مثال کے درمیان کچھ فرق ہے تو ہم نے ان پر اعتماد کیا کیونکہ وہ فن حدیث کے مسلمہ امام ہیں حتیٰ کہ ان کو آٹھویں صدی سے ہجری کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے بیان کیا۔

س: آپ صرف ان دو (ابن عساکر اور حافظ عراقی) کے نقوش پر ہی اکتفا کر لیتے آپ نے چھ بنا کر ان اکابر کی مخالفت کیوں کی؟

ج: ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ دو کے بعد جن چار کا ذکر ہے وہ ان دو کو قوت

Marfat.com

دینے والی نہیں۔ اگرچہ بعض ائمہ سے منقول ہیں اور ہم نے انہیں احتیاطاً ذکر کیا ہے۔
اور ایسی بات کے نقصان دہ نہیں ہوا کرتی۔

س: اگر بات اسی طرح ہے تو پھر تم نے اس مثال کو کیوں ترک کر دیا جو کہ جامعہ عثمانیہ خاقانیہ مرادیہ لائبریری میں خاص خدام کے پاس ہے؟

ج: اس مثال کے بارے میں کوئی ایسی سند میرے نزدیک ثابت نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے بخلاف ان امثلہ کے کہ ان کی سند ہم جانتے ہیں۔ اگرچہ ان کی قوت میں اختلاف ہے۔ تو اگر اس پہ کوئی صحیح سند ہوتی تو میں اسے بھی ذکر کر دیتا۔ اور اگر کسی کے پاس اس کی قابل اعتماد سند ہے تو وہ اسے پیش کرے۔

نقوش میں اختلافات کی وجوہات

اور اگر کوئی کہے کہ ان مثالوں کی نقل اور صور میں اختلاف کیوں ہے تو اس کی میرے نزدیک کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد نعال تھیں جن کی مثالیں بنائی گئی ہیں: جیسا کہ پیچھے ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ اور انہوں نے اس نعل مبارک کے مطابق نعل بنائی جو فاطمہ بنت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس تھی۔

اور ابن العربی کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ ان ـــــ والی نعل اس نعل سے ماخوذ ہے جو مخزومی کے پاس تھی۔ اور اصل میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی۔ پھر ان سے ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچی اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے اور ممکن ہے کہ یہ نعل مبارک اس نعل مبارک کے علاوہ ہو جو حضرت فاطمہ بنت عبداللہ کے پاس تھی اور ابن عساکر کا اپنی مثال سے پہلے دونوں کو اکٹھا ذکر کرنا دونوں کے عدم اختلاف کی نشاندہی کرتا ہے۔

Marfat.com

تو اس میں غور و فکر ہونا چاہیئے۔

۲۔ جس نعل مبارکہ سے تماثیل بنائی گئی ہیں وہ تو ایک ہی ہے جو کہ جامعہ اشرفیہ دمشق میں ہے لیکن پہلے اس پر کوئی چیز نہ تھی۔ بعد میں اس پہ آبنوس وغیرہ لگا دیا گیا۔ جیسا کہ خاتمہ میں علامہ ابن رشید وغیرہ سے اس کا بیان ہوگا۔ آبنوس وغیرہ چڑھانے کے بعد والی تصویر پہلی کی طرح نہیں ہوسکتی۔ ہم عنقریب خاتمہ میں اس کا مشاہدہ کرنے والوں کے حوالے سے تفصیلاً ذکر کریں گے۔ لیکن یہ احتمال اس مثال کے بارے میں ہے جو ابن العربی کی مثال کے علاوہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ اس نعل مبارک سے بنی ہو۔ لیکن ابن العربی والی وہ مثال جس پہ علامہ ابن عساکر اور دیگر کئی محدثین نے اعتماد کیا ہے اس میں یہ احتمال نہیں کیونکہ یہ مثال اشرفیہ میں موجود نہیں اور یہ نہایت واضح ہے۔

۳۔ مختلف تماثیل میں جو صورتاً اختلاف پایا جاتا ہے یہ اختلاف بہت کم اور معمولی ہے اور ایسا بناتے وقت ہو جاتا ہے۔ واللّٰہ اعلم بحقیقۃ ذٰلک کلہ۔

مقصود بالذّات آپ کی ذات اقدس ہے

س: کیا منافع اور اس کے خواص تمام نقوش کے ہیں یا صرف پہلی دو بیان کردہ مثالوں سے ہی حاصل ہوسکتے ہیں؟

ج: ہم نے ان مذکورہ چھ تصاویر میں سے ہر ایک میں بہت ساری خیر و برکات کا مشاہدہ کیا اور ان کی برکات کی بہت سارے ثقہ ائمہ نے خبر دی ہے۔ اور یہ تمام منافع اور برکتیں فقط صاحب نعل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب اور وسیلہ سے ہیں کیونکہ مقصود بالذات آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ علاوہ ازیں ہر اس شخص کے لیے فضیلت ہے جس نے بھی نقش نعلین کی حکایت کی ہے اور ہم نے اس سلسلہ میں صرف

Marfat.com

وہی چیز لکھی ہے جو ہمارے نزدیک ثابت ہو چکی یا جس کا علم ہمیں معروف علماء سے پہنچا۔ اس سلسلہ میں ہم نے ائمہ اسلاف کی اقتدا کی ہے۔ اور ہم نے اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ ہماری نیات اور سب پوشیدہ و ظاہر کو جانتا ہے۔ اور ہمارا اس سے مقصد سوائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار سے تبرّک حاصل کرنے کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور اس سلسلہ میں ہم نے متفرق اشیاء کو اس طریقہ سے جمع کر دیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی اس طرح جمع نہیں کیا۔ تو اس توفیق انیق پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثناء ہے کیونکہ مجھ جیسے کم علم کا کام نہیں تھا۔ اسے اکٹھا کرنے پر اپنی بہت ساری محنت و کوشش صرف کی اور اس موضوع پر اتنا مواد جمع کیا ہے جو کافی ہے۔ اس فن میں ہم سے پہلے بھی علماء نے کام کیا ہے۔ مگر ان کی کتب نہ مل سکیں ورنہ ہم ان سے استفادہ کرتے ماسوائے السبتی اور علامہ ابن عساکر کی تصنیف کے لیکن وہ چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں اور امام بلقینی کی کتاب جو سب سے چھوٹی اور مختصر ہے کہ اللہ اپنے پیارے محبوب کے صدقے ان علماء کرام کے قصدِ جمیل سے نفع مند فرماتے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

دوسری مثال مبارک

یہ مثال (نقش نعل مبارک) حافظ الاسلام خادم لسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب معارف واحوال کاملہ حضرت علامہ مجدد دین شیخ امام زین الدین عبدالرحیم عراقی اثری شافعی (بہت ساری مفید کتب کے مصنّف) کی معتمد مثال ہے۔ اور ہماری سند بہت سارے طرق سے ان تک پہنچتی ہے جس کا بیان سابقہ صفحات میں ابن مرزوق رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے ہو چکا ہے اور یہ سب کچھ علامہ عراقی کی کتاب الفیۃ السیرۃ (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منظوم سیرت) میں موجود

Marfat.com

ہے۔ اور اس میں نعل شریف کی تعریف و توصیف میں جو بیان کیا گیا ہے اس میں اس کے طول و عرض کے ساتھ اس شرف کو بھی بیان کیا ہے جو اس نعل کو زمین و آسمان کے سردار اور روز جزا کے شفیع صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حاصل ہوا۔

محمد المصطفیٰ الهادی الی سبل
ذوالمعجزات امام الخلق والرسل

(محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اچھے اور سیدھے راستوں کے ہادی ہیں۔ معجزات کے مالک خلق اور تمام رسولوں کے امام ہیں۔)

خیر البریه من بدو و من حضر
واکرم الناس من حاف و متنعل

(ساری مخلوقِ خدا چاہے وہ دیہاتی ہو یا شہری سے افضل۔ سب لوگوں سے چاہے وہ ننگے پاؤں ہوں یا جوتے پہنے ہوئے (امیر و غریب) سے زیادہ مکرم و معزز ہیں)

نعلین شریف کا طول و عرض

شیخ امام حافظ علقمی نے "الجامع الصغیر فی احادیث البشیر و النذیر" کے حاشیہ میں امام عراقی سے نقل کیا کہ:

ان طول نعله صلی الله علیه	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
وآله وسلم شبر واصبعان	نعلین مبارک کا طول ایک بالشت
وعرضها مما یلی الکعبین	اور دو انگلیاں اور ایڑی کی جانب
سبع اصابع وبطن القدم	چوڑائی سات انگلیاں اندرونی

Marfat.com

خمس وفوقها ست وأسها	حصہ پانچ انگلیاں اور اس سے
محدد عرض ما بین	اوپر والا حصہ سات انگلیاں تھی۔
القبالین اصبعان۔	سرگول اور دونوں تسموں کے درمیان
	فاصلہ دو انگلیاں تھا۔

اور یہ بالکل وہی چیز ہے جسے الفیہ میں علامہ عراقی نے بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ بعض حفاظ حدیث نے کہا کہ نعلین شریف کی اس طرح تحدید سوائے امام عراقی کے کسی نے نہیں کی مگر ہمارے لیے تو امام عراقی کا قول حجت ہے کیونکہ وہ ثقہ لوگوں کے امام ہیں اور ان کی تعریف میں حافظ مصر وشام جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

اذا قالت حذام تصدقوها
فان القول ماقالت حذام

(جب حذام نے کہا تو ہم نے اس کی تصدیق کی کیونکہ بے شک بات وہی ہے جو کہ حذام نے کی ہے۔)

اور اس کے ساتھ ساتھ صاحب سبل الہدیٰ والرشاد نے اسی طرح نعلین پاک کی تحدید بغیر اعتراض کے ذکر کی ہے۔ بلکہ اس کو قائم رکھا ہے اور اس بحر بے کنار کی اطلاع ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ حافظ عراقی نے نعلین مبارک کے طول وعرض کو ان اشعار میں بیان کیا ہے۔

لها قبالان بسير وهما	سبتيان سبتوا شعرهما
وطولها شبر واصبعان	وعرضها مما يلى الكعبان
سبع اصابع وبطن القدم	خمس وفوق ذا فست فاعلم
ورأسها محدد وعرضما	بين القبالين اصبعان ضبطها
وهذه تمثال تلك النعل!	ودورها اكرم بها من نعل

Marfat.com

(اس کے دو زمام چمڑے کے تھے اور دونوں نعلین ایسے چمڑے کے تھے جو بالوں سے خالی تھے۔)

(اس کا طول ایک بالشت اور دو انگلیاں اور اس کا عرض دونوں ٹخنوں کی طرف سات انگلیاں اور اس کا پیٹ، پانچ انگلیاں اور اوپر والا حصہ چھ انگلیاں تھا۔)

اور اس کا سر گول اور دونوں زماموں کے درمیان فاصلہ دو انگلیاں تھا۔

(اور یہ اس نعل کا نقش ہے کہ جس کی ساخت و گولائی ہر اعلیٰ سے اعلیٰ نعل سے نہایت خوبصورت اور خوش نما ہے)

قولہ، لھا قبالان بسیر۔ یعنی چمڑے سے بنے ہوئے زمام اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں با ظرفیہ ہو۔ ھما سبتیتان۔ یعنی ایسے چمڑے سے بنا ہوا نعل جس کے بال اتار دیے گئے تھے۔ اصبعان میں مصنف نے ہمزہ کو ضرورت وزن کے تحت وصلیہ بنایا حالانکہ یہ ہمزہ قطعی ہے۔ ممایلی الکعبان۔ یہاں کعبان مرفوع اور فاعل ہے اور اس کا مفعول محذوف ہے یعنی پاؤں کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے ملا ہوا ہو اور میں نے یہ بات اس لیے کی ہے کہ بعض حضرات نے اس کو یہاں منصوب پڑھا اور اس کو مفعول بنایا ہے اور کہا ہے کہ یہ لغۃ کے اس طریقہ پر ہے کہ اس میں الف تثنیہ ہر حالت میں باقی رہتا ہے جیسا کہ اس شعر میں واقع ہے۔

اعرف منھا الجید والعینانا ومنخرین اشبھا ظبیانا۔

(ان کی آنکھیں گلا اور ناک ہرنی کی مانند ہیں۔)

قرآن کریم کے یہ الفاظ " ان ھذان لساحران " اسی لغت پر ہیں۔

ھذا تمثال تلک النعل۔ تمثال کے مذکر ہونے کے باوجود اسے مؤنث

Marfat.com

باعتبار تاویل صفۃ اور ہیئۃ کے لحاظ سے کہا ہے۔ یا یہاں مضاف حذف ہے یعنی
ای وھذہ صفۃ تمثال۔ یہاں ایک مصرعہ میں النعل معرفہ استعمال ہوا ہے۔
جبکہ دوسرے میں نکرہ لہٰذا مطابقت نہیں اور یہ فن شاعری کے خلاف ہے لیکن
یہ نظم ایک فقیہ کی ہے، شاعر کی نہیں ہے اور مقصد افادہ ہے۔ اور وہ ہر طرح حاصل
ہو جاتا ہے اور علماء، صلحاء میں یہ عام طریقہ ہے یعنی وہ بات سامع تک پہنچانے کے
لیے الفاظ کے حسن و قبح میں وقت ضائع نہیں کرتے جس طرح کہ ادباء کا کام ہے۔
جیسے ابن الوردی وغیرہ (اللہ تعالیٰ ان تمام کو بہتر جزاء عطا فرمائے)

ہمارے شیخ مفتی فاس علامہ شیخ محمد القصار قیمی غرناطی نے الفیہ فی علوم الحدیث
عراقی کے بہت سارے اشعار کی اصلاح کی ہے اگرچہ میں اس کو پسند نہیں کرتا۔
لیکن ان کا مقصد نیک ہے۔ اور اس کو تسلیم کر لینا ہی بہتر ہے۔

یہ دونوں مبارک مثالیں نہایت ہی معتمد ہیں جیسا کہ پچھلے صفحات پر دلائل کے ساتھ
گزرا۔ جو قانع کے لیے کافی ہے۔ باقی میں نے چار کو اس کے بعد تبرک اور احتیاط
کی خاطر ذکر کر دیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب "النفحات العنبریۃ فی نعال خیر البریۃ"
(جو زیر نظر کتاب سے چھوٹی اور مختصر ہے) میں ساتویں مثال بھی ذکر کر دی تھی۔
پھر میں نے غور و فکر اور سوچ و بچار کے بعد اس مثال کو حذف کر دیا اور نعل معتبرہ
پر ہی اختصار کیا۔ کیونکہ وہ بعینہ عراقی والی مثال ہی تھی۔ اور ہم نے اس کو اس جگہ
سے ساقط کر دیا تاکہ کوئی وہمی شخص وہم میں نہ پڑے اور اس طرح ان وہمی لوگوں

کا جواب بھی ہو گیا جو اس مثال پہ حذف سے قبل کرتے تھے۔ (اللہ تعالیٰ ہماری غلطیاں
اور جہالت کو معاف فرمائے۔ اس کا فضل بہت زیادہ ہے)۔

Marfat.com

چار میں سے پہلی مثال

ہماری ترتیب کے مطابق یہ تیسری مثال ہے اور میں نے بعض متقدمین اکابر اور علماء مغرب کی تحریر سے نقل کیا ہے۔ اس مثال کے وسط میں لکھا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی مثال ہے اور اس پر فقیہ ابوعبداللہ بن سلمہ کی سند سے الکلاعی کے یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

یا ناظر التمثال نعل نبیہ ٭ قبل مثال النعل لا متکبرا
واعکف علیہ فطال ما عکفت بہ ٭ قدم النبی مرلوحا ومبکرا

(اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین کا نقش دیکھنے والے! آپ کی نعلین کے نقش کو بوسہ دے اور تکبر نہ کر اور یہ کام ہمیشگی کے ساتھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک قدم (نعل) راحت والا اور موسم بہار کی پہلی خوش گوار بارش کی مانند ہے)

دیگر اشعار اس نظم کے اگلے باب میں مذکور ہوں گے۔ انشاء اللہ المولیٰ

شیخ الکلاعی کا تعارف

امام الکلاعی جن کے یہ شعر ہیں وہ اندلس کے حافظ اور عظیم محدث ہیں۔ بہت بڑے مؤلف اور مشہور شہید ـــــ ان کا نام نامی ابوالربیع سلیمان بن مسلم الکلاعی، صاحب کتاب "الاکتفاء فی مغازی المصطفیٰ والثلاثۃ الخلفاء" اور یہ اپنے موضوع پر

بہترین اور معتمد ہے۔ یہ چار اجزاء پر مشتمل ہے اور علماء مغرب نے اس پر بہت اعتماد کیا ہے اور یہ امام نہایت ہی معروف علمی شخصیت ہیں۔ مثال شریف کی تعریف میں ان کی عمدہ نظم حرف لام کے تحت آئندہ باب میں مذکور ہوگی۔ اور یہ جو اوپر ابیات رائیہ گزرے

Marfat.com

ہیں یہ شاید اس امام کے نہیں بلکہ یہ اشعار ابن سعد الخیر کے ہیں اور امام الکلاعی کا تذکرہ ان کے شاگرد ابن الابار مذکور نے اپنی کتاب الذیل تتکلمہ للوصول والصلہ میں کیا ہے۔ اور صاحب نور المنبر اس نے بھی شیخ کلاعی کا مختصر تعارف لکھا ہے۔

چاروں تماثیل میں دوسری مثال مبارک

اور ہماری ترتیب کے مطابق یہ مثال مبارک چوتھی ہے میں نے اس کو بعض اخبار مغرب سے اخذ کیا ہے اور میں نے اس کو لوگوں کے ہاتھوں میں متداول پایا ہے۔ اور یہ تلقی بالقبول کا درجہ اختیار کیے ہوئے ہے اور وہاں کے رہنے والوں کے نزدیک اس کے بے شمار فوائد اور مجرب الاجابہ ہے اور میں نے سوچا کہ میری یہ کتاب اس کے ذکر وصورت سے خالی نہ رہ جائے۔ اگرچہ میں اس کا اصل نہیں جانتا کہ یہ سب سے پہلے کس سے منقول ہوئی۔

تیسری مثال مبارک

اور یہ درحقیقت ہماری ترتیب کے مطابق پانچویں مثال ہے۔ اور اس کو میں نے مغرب کے حکمرانوں کی لائبریری سے نقل کیا ہے۔ اور یہ بہت بڑی نفیس لائبریری ہے اور اللہ تعالیٰ ان حکمرانوں کی کفار کے مقابلہ میں مدد فرمائے اور ان کی دین و دنیا میں اعانت فرمائے اور اس مثال مبارک کی برکات کا ہم نے سمندری سفر میں مشاہدہ کیا جبکہ ہم غرق ہونے والے تھے کہ اللہ نے اس کے سبب ہمیں نجات دی اور

اس کا ذکر ہم نظم میں آئندہ خاتمہ میں کریں گے۔ اور اصحاب نے مجھے خبر دی کہ یہ مثال مبارک بعض فاضل علماء سے مروی ہے لیکن کسی عالم کا نام نہیں لیا۔

Marfat.com

چوتھی مثال مبارک

ہمارے انتخاب کے مطابق یہ چھٹی مثال مبارک ہے اور میں نے اس کو بعض ثقہ حضرات سے نقل کیا ہے ۔ اور اس کی روایت پر اہل صلاح اور صراط مستقیم کے مسافروں نے اعتماد کیا ہے اور اس کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس کو بعض صلحاء جو اہل مکۃ المکرمہ کے (اللہ تعالیٰ اس کے شرف وعظمت وتوقیر کو زیادہ فرمائے) مقتداء ہیں۔ سے نقل کیا ہے اور یہ مثال مبارک اپنی برکات کے سبب ان کے درمیان متداول ہے اور اس مثال اور جو پہلے ذکر کی گئیں ان میں اگرچہ معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن ممکن ہے کہ یہ تمام ایک ہی ہوں لیکن ان میں کچھ تغیر ہو گیا ہو اور جس نے یہ تحریر پڑھی ہے اس سے یہ چیز مخفی نہیں ہے ۔

اور ان تمام مثالوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ہر اس شخص کے لیے جو انکار اور ہٹ دھرمی نہیں کرتا کہ ان کا مقصد ومطلب واضح اور لازم ہو جائے اور آنیوالے خواص ومنافع تجربے سے ثابت ہیں اور ہم نے اس میں یہ خیر وبرکات خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیے ہیں۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی چیز کے برابر نہیں ہو سکتی اور ہم نے ابھی پچھلے صفحات میں ساتویں مثال (نقش) کے تحت بیان کیا کہ اس کو ہم نے علامہ زرقانی کی الفیہ سے اخذ کیا پھر ہم نے اس کو صرف اس لیے اپنی کتاب سے حذف کر دیا تاکہ کوئی اختلاف نہ رہے اور امام عراقی کا یہ فرمانا کہ یہ مثال اس نعل سے اخذ ہے یہ قول مختلف دو مثالوں کے لیے نہیں ہو سکتا جبکہ شیخ نے اس کو بیان بھی فرما دیا ہے ۔ اور ہم نے مقدور بھر اس کتاب میں وہی مثالیں درج کی ہیں کہ جن میں اختلاف نہیں ہے اور اللہ ہمارے چھپے کھلے اعمال اور نیتیات پر مطلع ہے اور ہم پر اپنی رحمت کا سایہ قائم رکھے اور ہمارے قول وفعل میں موافقت

Marfat.com

فرمائے اور ہماری دونوں جہانوں کی امید کو بر لائے ۔ خاتم الانبیاء ورسل صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو کہ سب سے زیادہ سیدھے راستے کے ہادی ہیں چمکتے ہوئے سورج عرب و عجم کے آقا اور جن کے لیے سب سے پہلے زمین شق ہوگئی ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وزینۃ الطیبین والطاہرین وسلم تسلیماً کثیراً ۔ اور یہ باقی چاروں مثالیں ترتیب کے مطابق ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع مند فرمائے ۔

Marfat.com

Marfat.com

باب ثالث

قصائد

در مدحِ نعلینِ مبارکہ

Marfat.com

Marfat.com

دلچسپ بلند ترین قطعیات میں سے کچھ اشعار ہم یہاں نعلین کے نقش کی فضیلت میں درج کرتے ہیں۔ گویا کہ یہ ایک لڑی میں پروئے ہوئے قیمتی موتی و جواہر پارے ہیں۔ ان کو ہم حروف تہجی کے تحت متقدمین اور اپنے ہم عصر اہل فاس و اہل مصر جن کو میں مل چکا ہوں ان کے کلام سے درج کریں گے اور ہمیں اللہ تعالیٰ اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور مجھے۔۔ اولوالالباب کے گروہ میں شامل فرمائے اور ہمارے لیے تمام عمل صالح کے اسباب آسان فرمائے۔ وہ قطعات و قصائد جو کہ اس مثال طاہرہ کی فضیلت میں مختلف صلحاء سے مروی ہیں ان میں سے جو اس وقت میرے ذہن میں حاضر ہیں۔ ان کو میں ذکر کرتا ہوں۔

خصوصاً اس موضوع پر ہمارے ہاں مغرب میں متقدمین و متاخرین نے کام کیا ہے۔ واقعتہً انہوں نے ثواب کے ذخائر جمع کر لیے۔ عنقریب اس سے تمہیں آگاہی ہو جائے گی۔

اہل مشرق نے اہل مغرب کی نسبت بہت کم اس موضوع پر کام کیا ہے لیکن معاصرین کے علاوہ کیونکہ معاصرین میں سے مصر میں ایک ایک آدمی نے اس موضوع پر بہت زیادہ کام کیا ہے۔

ان میں سے شیخ علامہ فہامہ صدر العلماء عظام، امام نظم و نثر سیدنا و مولانا الشیخ فتح اللہ بن سیدنا و مولانا الولی العارف، الذاھد الورع العابد الشیخ

Marfat.com

محمود البیلونی ہیں۔

یہ نہایت ہی فصیح و بلیغ ادیب ہیں۔ ان کے اس موضوع پر سو سے زائد قصائد ہیں۔ میں نے اس کتاب میں موصوف اور اہل مغرب کے دو سو تیس سے زائد قصائد کو جمع کیا ہے۔ میرے معلومات میں پہلے آج تک ایسا مجموعہ تیار نہیں ہوا۔ و باللہ اعفصحت فانبست بفضل اللہ وسلمت۔ آئیے ان قصائد کو شروع کرتے ہیں:۔

حرف الھمزہ

شیخ محمد بن فرج السبتی نے تمام حروف پر قصیدہ لکھا مگر ان کے نسخہ میں صرف واؤ ساقط پایا۔

التمثال نعل کان یلبسھا الذی　　اذا عدت الارسال لیس لہ کفو

(یہ نقش اس نعل کا ہے جسے اس ذات رسالت مآب نے پہنا جس کا کوئی مثیل نہیں)

(ابو القاسم ان کی کنیت ہے، ان کی قدم کی برکت سے زمین آسمان بن گئی)۔

(مجھے آپ کے آثار سے محبت ہے اور مجھے انہی سے سکون نصیب ہوتا ہے)

فقیر احمد بن محمد المقری نے اسی بحر میں یوں کہتا ہے:

لک اللہ من تمثال نعل کریمۃ　　بخیر الورٰی فاقت سنا وسنا

(تیرے لیے اللہ کے ہاں وسیلہ خیر الورٰی کی نعل مقدس ہے جو سربلندی سے بلند ہے)

ومن ذا الذی یحصی فضائل احمد　　وقد جود القرآن فیہ ثناہ

(حضور علیہ السلام کے فضائل کو کون شمار کرسکتا ہے۔ حالانکہ قرآن نے انکی عمدہ تعریف کی ہے)

شیخ فتح اللہ البیلونی نے لکھا:

فی مثل نعال صاحب الاسراء　　بالیمن شفاء لکل من داء

فالثمہ مصلیا علیہ مائۃ　　وامسحہ علی المحل باستسقاء

Marfat.com

(صاحب معراج کی نعل مقدس میں ہر بیماری کی شفا ہے۔ اسے سو سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر چوما کر اور شفاء کے لیے اسے تکلیف والی جگہ پہ لگا۔

بعض اکابر کے یہ شعر ہیں:

یا ناظر التمثال لنعل نبیه — قبل مثال نعله متذللا
واذکر به قدما علت فی لیلة الا — سرا به فوق السموات العلی
واخضع له واسح جبینك ولتکن — تبرکا لما ابدا به متوسلا

(اے نبی کے نقش نعلین کی زیارت کرنے والے عاجزی کے ساتھ انہیں بوسہ دے اور اس بات کو ذہن نشین کر لے کہ یہ نعلین حضور کے ساتھ آسمانوں کے اوپر بلند ہوئے۔ ان پہ پیشانی رکھ دے۔ تبرک حاصل کرتے ہوئے انہیں اپنا وسیلہ بنا۔)

اہم نوٹ

مذکورہ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو معراج نعلین سمیت ہوا۔ اس کی تصریح شیخ السبتی وغیرہ نے بھی کسی جگہ کی ہے اور یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے نعلین اتارنے کا ارادہ کیا تو آواز آئی کہ انہیں نہ اتارو۔ شیخ ابوالحسن علی بن احمد الخزرجی نے بھی اس کی اتباع کی ہے۔ شیخ عبدالرحیم البرعی اور متعدد مداحینِ نبوی نے بھی ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود مجھے کتب حدیث میں اس کی تائید نہیں ملی تو درست یہی ہے کہ یہ بات ذکر نہ کی جائے ہاں اگر ثابت ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ یہاں نقل ضروری ہے۔ بعض حفاظ حدیث نے اس کا سخت انکار بھی کیا اور ایسی بات نقل کرنے والوں پہ یہ طعن کیا۔ ایسے مقام پہ محدثین کی اتباع بھی متعین ہے کیونکہ وہ زیادہ آگاہ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ و سبحانہ اعلم۔

Marfat.com

(اے وہ ذاتِ اقدس جس کا در تمام قاصدین مشرق و مغرب کے لیے وسیع پناہ گاہ ہے)۔

(اللہ تعالیٰ آپ کی چوکھٹ کے صدقہ میں ہر پریشانی کا ازالہ کر دیتا ہے اور آپ سے بھی زیادہ پریشانی سے آگاہ ہوتے ہیں)۔

فادرکہ فی الدارین بالغوث عاجلاً وفرج لہ کربا وفرح لہ قلبا

(اے آقا دونوں جہانوں میں اس غلام کی مدد فرمانا اور اس کی تکالیف کا مداوا کر کے دلی سکون عطا کرنا)۔

(آپ پر بزرگ و برتر اللہ کا سلام ہو۔ آپ کے آل و اصحاب پر بھی)۔

حرف تائیہ میں شیخ محمد بن فرج البستی کہتے ہیں:

(میں نے یہ قصیدہ اس وقت پڑھا جب میں نے اس ذات کے نقشِ نعلین کی کی زیارت کی جو اوصاف و کمالات میں تمام مخلوق سے ممتاز ہے)۔

(جسے حضور کے تلوؤں سے رفعت نصیب ہوئی اور آپ کی ٹھوکر سے طاغوت نیست و نابود ہوئے)۔

تقدست الارض التی قدمشی بہا علیہا فصار الفوق یغبط للتحت

(آپ نعلین کے ساتھ جس خاک پر چلے وہ اتنی مبارک ہوگئی کہ تحت (زمین) فوق (آسمان) کے لیے قابلِ رشک ہوگیا)۔

تمنیت لوانی ظفرت لقربہا فمرغت فیہ الخد للحین والوقت

(آرزو ہے کاش مجھے وہ سرزمین نصیب ہو تو میں تاحیات اپنے رخسار اس پر لگا دوں)

(میری آنکھوں نے اس نقشِ نعلین کے مثل نہیں دیکھی جس کے فضائل مسلمہ ہیں)

(فضائلِ نعلین بیان کرنے والے اور اس کے اٹھانے والے سے تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

(بخل کرنے والے کی طرح اسے اپنے پاس محفوظ کرلو اور عاجزی کے ساتھ اس کے وسیلے سے مانگو)۔

(اللہ کا صلوٰۃ وسلام اس پر جو ہمارے پاس کتاب واضح اور روشن لے کر آئے)۔

(حضور علیہ السلام کے نقش نعلین انوار کا منبع ہے جو معانی حقیقت سے مرصع ہیں)۔

(کتنے عظیم اس کے محاسن ہیں۔ یہ سراپا نافع اور نیکی کی طرف لانے والے ہیں)۔

فاستشف بہ وسل تنل کل مُنی   والتمہ فما مفضلہ غایات

(لوگو اس کے ذریعے سے شفا حاصل کرو اور مانگو، ہر امید بر آئے گی۔ اس کی فضیلت کی انتہا نہیں)۔

شیخ فتح اللہ نے طریقہ سبتی پر کہا:

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش نعلین کی مقدار مبارک ہر آدمی کے لئے نقل سے ثابت ہے)۔

(میری آنکھوں زیارت سے وجد وسرور میں ہیں۔

(اور ان کے لگنے سے غبار قیمتی اور بلند ہوگئی اور اسے ہر وہ فضل نصیب ہوگیا جو ممکن تھا۔

شیخ فتح اللہ البیلونی الحنفی نے یہ بھی کہا:

(یہ نقش نعلین اللہ کی طرف سے ہم پر عطیہ ہے اور اس کا فضل مسلمہ ہے)۔

(اس کی برکت سے مراد فی الفور پائی جاتی ہے۔ یہ کہنا نہیں پڑتا کام کب ہوگا؟)

(وہ نقش نعلین جسے ان تلووں کا مس نصیب ہوا جو سات طبقات سے بلند ہیں)۔

(ان سے نور خیال کی دنیا انوار سے چمک دمک اٹھتی ہے)۔

(کیا ہی مبارک نعل اور اس کا نقش ہے جس سے دل کی پریشانی دنیا میں فرحت پاتی ہے)۔

Marfat.com

(اس کے ساتھ اپنے رخسار لگا دے اور شاکر بن۔ بہت سی نعمتیں صاحبِ عرش سے حاصل ہوں گی)۔

(یہ عقیدہ بنا کہ مقاصد کے سامنے یہی راز ہے۔ درآنحالیکہ تم نعمت کے حصول میں رغبت رکھتے ہو)۔

(اس کے وسیلہ سے بادشاہ سے ملاقات اور دشمن سے مقابلہ کرو لیکن عزم صادق رکھو)۔

(تم ضرور کامیابی پاؤ گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نصیب ہو گی)۔
(اور یہ نور سید الانام کے خصائص میں سے ہے۔ اسی سے اوصاف کامل ہوتے ہیں)۔

الا یا رسول اللہ یا فائض الندی ویا خیر مبعوث الی خیر امۃ

(اے اللہ کے رسول، اے جود و سخا کے پیکر، اے وہ ذات اقدس جسے سب سے بہتر امت کی طرف مبعوث کیا گیا)۔

ببابک فتح اللہ یضرع سائلا فلا تترکنہ بعد قصدک کالتی

(آپ کے در اقدس پہ فتح اللہ ایک عاجز سوالی ہے۔ اسے اب در سے خالی نہ لوٹانا)۔

(آپ کی ذات اقدس پر صلوٰۃ وسلام ہو اسی طرح آل، اصحاب اور عترت پر بھی)۔

حرف ثا میں شیخ محمد بن فرج البستی کہتے ہیں۔
(مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک کی زیارت سے امیدیں بھلدار ہو گئیں)
(اس سے نیچے اوپر کی فضائیں مبارک ہو گئیں اور میں اس میں قسم اٹھانے میں سچا ہوں)۔

Marfat.com

(آسمانی ستارے اے غبار تجھ پہ رشک کرتے ہوئے تیری جگہ آنا چاہتے ہیں)۔

(تو کتنی خوشبو دار ہے، تیری خوشبو و مہک ہر کستوری سے بڑھ گئی ہے)۔

(کتنی مبارک ہے وہ ذاتِ اقدس جس نے تجھے پہن کر یہ شرف بخشا کہ تیری تعریف میرے لیے خوف قیامت سے امن کا سبب بن گئی)۔

میں نے یہ اشعار کہے :

(یہ نعل کا نقش تمام محاسن کو سموئے ہوئے اہل شوق کے لیے باعث راحت ہے)۔

(خیر الخلق کی نعل ہم تک نہایت ہی عمدہ طریقہ سے منقول ہے جس سے ہمارے بڑے بڑے مصائب دور ہو جاتے ہیں)۔

(اس کی وہ تعریف جو نظم و نثر میں کی ہے اس سے آنکھیں ٹھنڈی ہیں)۔

(میں نے تو اسے اپنے لیے ذخیرہ بنا رکھا ہے اس حلف کے ساتھ کہ نہ محروم ہو گا اور نہ حانث)۔

(اللہ کی طرف سے آپ پہ مبارک سلام ہو جس کی بناء پہ گنہ گار بخشش کا امیدوار ہے)۔

(حضور کی ذاتِ اقدس قیامت میں اہل ایمان کی پناہ گاہ ہے اور آپ کا نقشِ نعلین شفا کا ذریعہ ہے)۔

(اس کا خوب ادب کر تمام شوق و ذوق سے، اس کی قدر پہچان، اسے محفوظ کر، کوتاہی کرنے والا نہ ہو)۔

سیدی شیخ فتح اللہ البیلونی نے کہا :

(حضور کا نقش نعلین ہم تک پہنچنا نعمت ہے اور اس بلند و مبارک نعل کی برکات کے حصول کا ذریعہ ہے)۔

Marfat.com

(اسے حرزِ جاں بنا اور اس کے ذریعے مصائب میں مدد مانگا کر، کوتاہی کرنے والا نہ بننا)۔

(اس ذات کی نعل کا نقش جو نبی ھدیٰ ہے اور جبریل امین ان پر وحی لے کر آتا رہا)۔

(اس نعل کی نسبت اس مبارک وعالی قدم سے ہے جو سراپا شرف وبزرگی ہے)۔

(میری آنکھیں اس کی زیارت سے مالا مال ہوئیں۔ جب سے میں نے اسے دیکھا میرے غم دور ہو گئے)۔

(اے میرے بھائی اس پر دل سے یقین رکھ اور یہ تیری کوشش ہرگز بے فائدہ نہیں)

(اے اسلاف کرام کے سردار میں آپ سے نسبت رکھتا ہوں)۔

(حاشا وکلا مجھے آپ سے کثرت سے عطیّات نصیب ہوئے ہیں اور ہر حال میں میری مدد ہوتی ہے)۔

حرف جیم: شیخ محمد بن فرج السبتی رحمہ اللہ نے طریقہ معروفہ کے مطابق حرف کے ساتھ ابتدا کی ہے حالانکہ یہ طریقہ تکلف سے خالی نہیں)

اے نعلین مقدس حضور کے تلووں کی وجہ سے تم نے حضرت القدس تک شرف پایا)۔

(باغ کی کلیاں ان سے کھلتی ہیں جب ان سے صبح کی ہوا خوشبو حاصل کرتی ہے)۔

(انہی کی برکت سے دل کے غم دور ہوتے ہیں اور دل خوب مقام پہ مشغول ہے)۔

Marfat.com

(اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اس دل کو بہتر جزا عطا فرمائے کیونکہ وہ ہادی سے متعلق ہے نہ کہ مختلف راستوں سے)۔

(میں نے حضور کے نقش نعلین کی زیارت کی ہے۔ اس کے بعد میرے شوق میں خوب اضافہ ہوا ہے)۔

نظللت اسمح وجنتی بشسعہ سمحًا واجعلہ براسی تاجا

(میں نے اپنے رضا کو اس کے تسمے پر رکھا اور اسے میں نے اپنے سر کا تاج بنایا)۔

(اے سب سے بہتر رسول کی نعلین جس کے دین میں مخلوق فوج در فوج داخل ہوئی)۔

(تو نے اس نعلین سے عزت پائی جو کسی نے پہنی تیری وجہ سے تاریک وادیوں میں نور پھیلا)۔

(تجھے سات آسمان سے بلند مقام ملا جب مناجات کے لیے سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) معراج پر تشریف لے گئے)۔

(یہ نقش نعلین ہر جگہ معروف ہے اور اس کا نور ظاہر و باہر ہے)۔

(پس اسے اپنے لیے ذخیرہ بنا کیونکہ اسی کی روشنی سے ہر صاحب فخر کا سر بلند ہے)۔

واجعلہ خیر وسیلۃ یرجی لھا رفع المکارۃ حیث ضاق المخرج

(امیدوں کے لیے اسے سب سے بہتر وسیلہ سمجھ۔ جب تمام راستے مسدود ہو جائیں تو یہ کھلنے کا سبب بنتے ہیں)۔

(یہ صاحب معراج کا نقش نعلین ہے۔ ہر مقصد کے حصول کا یہ کامل ذریعہ ہے)۔

Marfat.com

(اس کے نورِ حسن سے سورج رہنمائی پاتا ہے اور رشد و ہدایت کی واضح راہیں متعین کرتے ہیں) ۔

(سیدنا طٰہٰ علیہ السلام کے نعلین سے بڑھ کر مصائب و پریشانیاں دور کرنے والا کون ہے)

(وہ کتنا خوش نصیب ہے جو انہیں عاجز دل سے وسیلہ بناتا ہے اور اپنی امیدیں بر لاتا ہے) ۔

(اگر تو تنگی میں ہے اور چاہتا ہے کہ محض اللہ کے لطف خفی سے اس کا ازالہ ہو) ۔

(تو نعل نبوی میں عجب تاثیر ہے اس کی وجہ سے طلوع صبح کی طرح مدد آتی ہے) ۔

(پس امیدیں پوری کرنے کے لیے اسے عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے رخساروں سے لگا لے)۔

(اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود و سلام پڑھ، تیری مشکل فی الفور حل ہو گی) ۔

(کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت نہایت ہی وسیلہ ہے اور آپ کے انوار کی صبح نے ہر تاریکی کو مٹا دیتا ہے) ۔

(آپ کی ذات اقدس ہر معاملہ میں بلاشبہ تمام مخلوق کی شفیع ہے اس سے کوئی خیر خارج نہیں) ۔

(دونوں جہانوں میں رفع و نفع آپ سے اس سے کوئی صاحب عقل شک نہیں کر سکتا) ۔

(دنیا و آخرت چاہنے والا اگر ان کے دروازے کا امیدوار بن جائے تو کبھی خائب و خاسر نہ ہو)

Marfat.com

(اے وہ ذات اقدس جسے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا اس حاضر عرض گذار غلام کی طرح فرما جس کے اعمال اچھے نہیں)۔

(جو اپنے اعمال سے کبھی بھی نفع کی امید نہیں رکھتا، وہ آپ کی پناہ میں آنا چاہتا ہے)

(اس نقش نعلین کو مرحبا کہتے ہوئے چومتا ہے جسے بلند مقام نے مَس کیا ہے)۔

(درآنحالیکہ وہ یہ شرح صدر رکھتا ہے کہ اس کی برکت سے ہی میری آرزو پوری ہوگی)۔

(آپ ہی کی ذاتِ اقدس طلب میں کامیابی کی ضامن اور تنگی دور کرنے کا سبب ہے)۔

(اللہ کی قسم اگر میری ہزار امیدیں ہوں تب بھی میں آپ کے کرم سے مایوس نہیں ہوں)۔

(اے دل خوش ہو کہ اللہ کے رسول ہر وہ شے لائے جو اجسام وروح کی ضرورت ہے)۔

(پس تو ان پر ہر دم اول آخر درود وسلام عرض کرتا رہا کر)۔

(صاحب عرش کی ان پر رحمتیں ہوں، ان کے اصحاب، آل اور متبعین پہ درجہ کے مطابق)

حرف الحاء۔ شیخ سبتی کے یہ چھ اشعار ہیں:

(اے نعلین مقدس تو نے اس ذاتِ اقدس کے تلووں کو چوما ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الم نشرح نازل فرمائی)۔

(معراج کے وقت تم فراشِ قدس گئیں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مقام کو

Marfat.com

خوب آشکار کرے)۔
(میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جس خاک کو تم نے مَس کیا وہ کستوری سے بھی بڑھ کر خوشبو دار ہو گئی)۔
(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے محبوب ہیں۔ اس لیے میں ان کی نعلین کی مدح کر رہا ہوں اور میرا مدح کرنا حق ہے)۔
اور میں نے بھی کہا:
(یہ نقشِ نعلین خوب ہیں اور اس ہستی کے ہیں جو حسن میں فائق ہیں)۔
(اور وہ تمام ان بزرگیوں کے جامع ہیں جن کے آگے گزر نہیں)۔
(ان کا اسم گرامی محمدؐ ہے اور وہ اللہ کے منتخب رسول اور تمام بلندیوں اور شرف کو پانے والے ہیں)۔
(تمام مخلوق کے شفیع اور مقام کے لحاظ سے بلند، تمام مخلوق سے سخاوت و بخشش میں افضل اور اعظم ہیں)۔
(اے وہ شخص جو ذکرِ نبی پہ خوش ہوتا ہے، یہ نقشِ نعلینِ مبارکہ ہے)۔
فاجعله خیر وسیله وافتح به باب النوال فانه الفتاح
(انہیں سب سے اعلیٰ وسیلہ بنا اور ان کے ساتھ عطیات کا دروازہ کھول۔ پس کھولنے والے کے پاس آجا)۔
فالنفع منه تحقق لمریده والنجح معطی والشفا متاح
(اس کے چاہنے والے کے لیے نفع یقینی، کامیابی اور شفا واضح ہے)۔
(حضور کے نقشِ نعلین سے ہدایت پانے والے کے لیے انوار ہدایت ہیں)۔
(پس انہیں مصائب کے دور کرنے کے لیے وسیلہ بنا لو کیونکہ یہ اس معاملہ میں چابی کی طرح ہیں)۔

Marfat.com

شیخ فتح اللہ البیلونی نے لکھا:

(جس شخص نے بھی طٰہٰ علیہ السلام کے نقشِ نعلین کو برکت کا ذریعہ بنایا اسے خوش و خرم زندگی نصیب ہو گی)۔

(جس نے اسے چومنے میں راحت پائی وہ اپنے مقاصد پالے گا)۔

(خیر خلق علیہ السلام کے نقش نعلین کی برکت ہر مقصد میں کامیابی کا ذریعہ ہیں)۔

(نعل مبارک کی نسبت سے بلند مقام کی برکت سے حصہ حاصل ہوتا ہے)۔

(اس ہستی سے اسے کیا مبارک نسبت ہے جس کا نور چمکنے والے سورج سے بھی فائق ہے)۔

(اس کی خوشبو کے سامنے کستوری کی خوشبو بھی ہیچ ہے)۔

(اس نعلین مقدس کے نقش کے برابر کیا ہو سکتا جو براق پہ بلند ہوئیں تو اس نے سر جھکا دیا)۔

(اور وہ مبارک تلوؤں کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے ہر آسمان پہ فائق ہوئیں اور اتنی فائق ہوئیں کہ حضرت جبرئیل نیچے رہ گئے)۔

(ملاء اعلیٰ نے اس سے شرف پایا اسے مخاطب تو بھی ان سے شرف حاصل کر لے)۔

(یہ کتنے مبارک ہیں، ان میں خیر الانام چلے اور انہوں نے آپ کے تلووں کو چوما)۔

(ان کے نقش کی برکت سے ڈوبنے والا ساحل پہ پہنچ جاتا ہے)۔

Marfat.com

Marfat.com

باب رابع

فوائد و برکات نعلینِ شریفینؒ

Marfat.com

Marfat.com

اے مخاطب اللہ تیری امید بر لائے، تیرے قول و عمل کو پاک فرمائے۔ اس نقش مبارکہ کے واضح طور پر بے شمار خواص و برکات ہیں جو محتاج بیان نہیں مشاہدہ کرنے والی آنکھیں ان سے غنی ہیں لیکن ہم ان بے شمار برکات میں سے چند اکابر علماء کے حوالے سے بعض برکات بیان کرتے ہیں

درد کا فی الفور ختم ہو جانا

ان برکات میں سے یہ ہے جس کو امام ابو اسحاق ابن الحاج یعنی امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم اندلسی سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی اور ان سے اس کو ابوالیمن ابن عساکر اور دیگر کئی حضرات نے ذکر کیا کہ ہم کو قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں ابو جعفر احمد بن عبدالمجید (جو کہ شیخ کامل صالح عالم باعمل اور متقی ہیں) نے خبر دی کہ میں نے ایک طالب علم کے لیے یہ نقش بنوایا۔ وہ ایک روز میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے گذشتہ رات اس نقش کی ایک عجیب برکت دیکھی۔ میں نے پوچھا تو نے کون سی اس کی برکت دیکھی تو کہنے لگا کہ میری بیوی کے اتفاقاً سخت درد ہوا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئی۔ تو میں نے یہ نقش نعلین پاک اس کے درد والی جگہ پہ رکھ کر عرض کی:

اللھم ارنا صاحب ھذا النعل نشفاھا اللہ للحین

(یا الٰہی مجھ کو صاحب نعل شریف کی برکت دکھلا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرما دی۔)

Marfat.com

۲۔ خزینۂ برکات و دافع البلیات

ابواسحاق ابن الحاج نے یہ بھی بیان فرمایا کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس نقش مبارک کی آزمائی ہوئی برکات میں سے یہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو اپنے پاس تبرکاً رکھے وہ ظالموں کے ظلم سے، دشمنوں کے غلبہ سے، شیطان سردود کے شر سے، ظالم سلطان کے ظلم سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے امان میں رہے اور اگر کوئی حاملہ عورت اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے تو دردزہ کی شدت سے بفضل الٰہی نجات ہو۔

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ میں نے اس کا بارہا تجربہ کیا، اس کو صحیح پایا گیا۔

۳۔ نظر بد اور جادو سے نجات

اور ان برکات میں سے یہ ہے کہ نظر بد اور جادو ٹونے سے آدمی امان میں رہتا ہے جیسا کہ امام شرف الدین طنوبی کے کلام میں پچھلے صفحات پر گزرا۔

۴۔ زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ

اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والے کے لیے بعض ائمہ نے بیان فرمایا کہ اس کو قبول تام حاصل ہوتا ہے اور دنیا میں اس کا عزت و وقار بلند ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے حامل کو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی یا پھر وہ گنبد خضرا کی حاضری سے مستفید ہوگا۔

۵۔ حفظ و امان کی ضمانت

بے شمار علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ نقش پاک جس لشکر میں ہو اس کو کبھی شکست نہ

Marfat.com

ہو گی۔ جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے گا جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا اور جس سامان میں ہو وہ سامان چوری نہیں ہو گا اور جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق ہونے سے بچی رہے گی۔ اور جو کوئی صاحب نقش نعل سے کسی حاجت میں توسل کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔

اور ابھی ابھی آپ نے نقش نعلین کے وسط میں امام ابن الفہد مکی کی یہ تحریر دیکھی کہ یہ بات مجرّب ہے یہ نقش پاک جس گھر میں ہو وہ جلنے سے محفوظ رہے، جس مال میں ہو وہ مال چوری نہیں ہو سکتا جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق نہ ہو گی، جس قافلہ میں ہو وہ قافلہ لٹنے نہ پائے اور یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور شرف کے طفیل ہے۔

۶۔ ضمانتِ حیات (مفتی فاس شیخ محمد قصار القیسی کا واقعہ)

ان برکات میں سے ایک واقعہ ہے۔ ہمارے شیخ امام محدّث مفتی فاس سیدی محمد القصار القیسی غرناطی الاصل کا کہ وہ مغرب کے دیار میں علوم دینیہ سے مستفید ہو رہے تھے اور اس وقت ان کی عمر بچپن سال تھی (یہ قصہ میں نے بذات خود ان سے تو نہیں سنا لیکن بہت سارے ثقات اہل علم نے مجھے اس کی خبر دی) ـــــ وہ (محمد القصار) اپنے بعض اعزہ کے ساتھ ایک بہت بڑی عمارت کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ جس کی دیواریں بہت بڑی اور کمرے بہت بلند تھے جیسا کہ شہر فاس کی عام طور پر عمارات ہوتی ہیں۔ اس دیوار میں، ان لوگوں کے اوپر نقش نعلین پاک اتنی بلندی پہ لگا ہوا تھا کہ اگر انسان کھڑا ہو تو وہ نقش اس کے سر کے برابر آئے۔ قدرت خداوندی سے اوپر والی دیوار نچلی دیوار پہ گری اور عمارت منہدم ہو گئی۔ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مذکورہ بالا تمام اشخاص جو کہ

Marfat.com

نیچے دب گئے ہیں وہ ہلاک ہو چکے ہیں اور وہ لوگ ایک دن سے زیادہ اس ملبہ کے اندر دبے رہے ۔ پھر لوگوں نے اس ملبے کو ہٹانا شروع کیا تاکہ ان لوگوں کو نکال کر دفن کریں تو جب وہ ان تک پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ تمام اس نقش کی برکت سے زندہ و سلامت تھے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی ۔ یہ محض اللہ کا فضل و کرم تھا جو ان پر ہوا ۔ اور ہوا یوں کہ جب اوپر والی دیوار گری تو وہ خیمہ کی مانند ہو گئی ۔ اور اس کے اوپر والی دیواریں اس دیوار پر گرتی رہیں اور جو نقش والی دیوار تھی وہ اپنی جگہ قائم رہی ۔ اور مٹی اور سنگ ریزے پہاڑ کی طرح ان دیواروں پر معلق ہو گئے ۔ اور یہ لوگ ان کے نیچے بڑے آرام سے بیٹھے رہے تو تمام تقدس ہے اس ذات کے لیے جس نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان لوگوں کو اس مشکل سے نجات عطا فرمائی ۔

۷۔ وقار و عزت کا حصول

اور اس کی برکات کا مشاہدہ کرنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ جو کوئی اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے وہ اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کو حاصل کریگا۔ اور اگر کوئی شخص اس کو تعویذ بنا کر اپنے عمامے میں اس ارادے سے رکھے گا کہ وہ اپنے تمام ہم جنسوں سے ترقی کر جائے اور کوئی شخص علم میں اس کی برابری نہ کر سکے تو وہ شخص ان امور کو پالے گا ۔ اور ہر وہ چیز حاصل کر لے گا جس کا وہ طلب گار ہوگا حتیٰ کہ عظیم مرتبہ وغیرہ کا بھی وہ اپنے ہم عصروں سے زیادہ احق ہوگا ۔ بشرطیکہ یہ عمل حسن و صدق نیت اور یقین سے کرے تو وہ عزت عظیم پائے ۔ اگرچہ یہ ایسے امور نہیں جن کی طرف اخیار متوجہ ہوں ۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اغیار سے محفوظ رکھے ۔

Marfat.com

۸۔ ہر دکھ درد کی دوا یہ ہے

صلحاء میں سے ایک ثقہ شخص شیخ عبدالخالق بن حب النبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس سال نصف رمضان کو مجھے ایک پھوڑا نکل آیا کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ مجھے بہت تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ میں نے بہت سارے اطباء اور جراح سے رابطہ کیا تو کوئی بھی اس کو سمجھ نہ سکا۔ اور نہ کوئی اس کا علاج تجویز کر سکا۔ مجھے شدت تکلیف نے بے چین کیا ہوا تھا۔ پھر مجھے اس نقش نعل کے فضائل و برکات یاد آئے تو میں نے اس نقش کو جائے تکلیف پر رکھا اور دعا کی اے الٰہی میں تجھے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ دیتے ہوئے سوال کرتا ہوں جو کہ اس نعل میں چلتے رہے ہیں جس کا یہ نقش ہے تو مجھے اس بیماری سے شفا عطا فرما۔ اے ارحم الراحمین رحم فرما۔ تو اللہ کی قسم مجھے تکلیف سے سکون میسر آگیا۔ اور میں بالکل تندرست ہو گیا گویا کہ میں بیمار تھا ہی نہیں۔

۹۔ پلکوں سے ان کو بہارا کروں میں

اس کے بعد انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی ایک بچی تھی۔ اس کی آنکھیں ایسی خراب ہوئیں کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے تو اس نے مجھ سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل پاک کے نقش کے بہت سارے منافع سنے گئے ہیں، تو اس کو حاصل کرو۔ اس نے نقش کو اپنے آنکھوں پر رکھا تو اس کی آنکھوں کی بیماری ختم ہو گئی۔

۱۰۔ برکت سے جس کی سفینے پار ہوتے ہیں

اس نقش پاک کی برکات میں سے ایک برکت وہ ہے کہ جس کا میں نے اپنی

Marfat.com

آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے — ہوا یوں کہ میں ذیقعد شریف ۱۰۲۷ ھجری کو غرب جزائر میں ایک بحری جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ دریا خوب طغیانی پر تھا۔ سیلاب کے ایک تیز ریلے کے ساتھ جہاز کے کئی تختے ٹوٹ گئے اور ہم سب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے اور تمام اہل تجربہ اور قابل لوگ اپنی نجات سے مایوس ہو گئے اور موت کے لیے تیار ہو گئے۔ تو میں نے جہاز کے کپتان کے پاس نقش نعلین بھیجا کہ اس کی برکت سے امید رکھے — چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر کرم فرمایا۔ اور ہمیں صحیح و سلامت پار لگا دیا اور اسے سمندری سفر کے عازمین نے بڑی کرامت کی نشان شمار کیا۔

۱۱۔ اور اسی سفر میں ایک مرتبہ تیز ہوا نے ہمارا چلنا دشوار کر دیا اور اس وقت کافر دشمنوں کے ساحل کے قریب تھے اور وہاں ہمیں کافی دیر رکنا پڑا۔ وہ اپنی عادت کے برخلاف ہم پر حملہ آور نہ ہوئے کیونکہ اللہ نے ہمیں ان کی آنکھوں سے اوجھل فرما دیا تھا۔ اور انہوں نے قریب ہونے کے باوجود ہمیں نہ دیکھا۔

اور جب ہم تیونس پہنچے تو وہاں سے ہم نے تفرسوس کی طرف بہت بڑے قافلے کے ساتھ سفر شروع کیا۔ اسی اثنا میں بہت بڑا طوفان آیا کہ اس جیسا طوفان ہم نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ تو ہم مایوس ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طوفان سے نقش نعلین پاک کے صدقے سے نجات عطا فرمائی۔

اور بہت سارے ثقات علماء نے بیان فرمایا ہے کہ جب وہ سمندر میں سفر کر رہے تھے تو سمندری طوفان نے ان کو گھیر لیا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں نقش نعلین پاک کے ساتھ توسل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس نقش کے صدقے انعام فرمایا اور ان کو نجات دی۔

۱۲۔ میں مصر سے بندر سویس جانے لگا تو میں چھوٹی ہندی کشتی پر سوار ہوا۔ دوران

Marfat.com

سفر سمندر میں وہ احوال پیش آئے جن کی مثل نہ دیکھی نہ سنی گئی اور اسی سبب بہت ساری کشتیاں غرق ہو گئیں جن میں تقریباً سات کشتیاں حکومت کی بھی تھیں۔ ہم بھی کئی مرتبہ ہلاکت کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نقش پاک کے صدقے ہم کو سلامت رکھا۔

۱۳۔ آگ سے نجات

اور ایک دن ہم نے ایک زبردست آگ دیکھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ آگ دریا سے نکل رہی ہے۔ اور وہ آگ ہماری طرف تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ ہمارے اور آگ کے درمیان تقریباً بیس ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا۔ تمام جہاز والے پریشان ہو گئے۔ لوگ جہاز کے کپتان کی طرف دوڑے۔ اس وقت تمام لوگ نجات سے مایوس ہو چکے تھے اور سب کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ ہلاک ہو جائیں گے۔ آگ قریب آتے آتے دو ہاتھ کی دوری پر پہنچ چکی تھی۔ قریب تھا کہ جہاز کو آگ لگ جائے۔ اور وہ جل کر راکھ ہو جائے۔ ہوا ہمارے مخالف تھی۔ ہم سب پریشان تھے کہ اب کیا کریں کہ معاً اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں الہام فرمایا کہ میں نقش نعلین پاک سے کیوں نہ توسل کر دوں۔ فوراً میری زبان پر یہ اشعار آ گئے۔

سألت ربی بطہ صاحب النعلین ۔۔۔ ومن سما قدرہ فی الاصفیا الاعلین

(میں نے اپنے رب سے طٰہٰ نعلین والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے سوال کیا۔ کہ ان کی قدر و منزلت تمام بلند نیکوں میں بلند ہے)۔

فی ان یمن علینا بالنسیم اللمین ۔۔۔ لیسرع لنا النحو الطیب الاصلین

(اے اللہ ہم پر باد نسیم چلا کہ وہ ہمارے لیے بہترین و خالص خوشبوؤں کا پیغام لائے)۔

Marfat.com

ابھی میں یہ الفاظ کہہ کر فارغ ہوا ہی تھا کہ دیکھا کہ نرم و خوشگوار ہوا ہمارے موافق ہو چکی ہے۔ ہم ایک بلند جگہ پر اس نقش کے تصدق اتر گئے۔

۱۴۔ اور اسی راستے میں ایک مقام پر خارجیوں کا قبضہ تھا جو لوگوں کو لوٹتے تھے ان کے پاس بہت سارا اسلحہ اور کثیر لوگ تھے۔ اللہ نے ہمیں ان کی آنکھوں سے چھپائے رکھا اور ہم مدینہ منورہ میں صحیح سالم پہنچ گئے۔ (وللہ الحمد)

۱۵۔ اور اسی طرح ایک دن ہم دریا میں سفر پر تھے کہ سامنے ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوا کہ اگر ہماری کشتی اس کے ساتھ ٹکرا جاتی تو پاش پاش ہو جاتی۔ کشتی ہماری اس پہاڑی غار میں گھس گئی کہ اس پتھر نے ہمیں آگے پیچھے دائیں بائیں سے گھیر لیا۔ اس پتھر اور ہماری کشتی کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت دریا کی موجیں پورے جوبن پر تھیں۔ ہم نے گمان کیا کہ اب تو ہماری کشتی ضرور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر غرق ہو جائے گی۔ پس ہم نے نقشِ نعلین کے ساتھ توسل کیا تو اللہ نے ہمیں اس مشکل سے رہائی عطا فرمائی۔ اور اس جیسی کتنی ہی مثالیں ہیں۔

۱۶۔ شفائے بیماراں

مجھے ایک ثقہ شخص نے خبر دی کہ اس کو ایک شدید مرض لاحق ہو گیا کہ وہ قریب بہ ہلاکت ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا کہ میں نقشِ نعلین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور مجھے شفا بخشدی۔

۱۷۔ ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کی ضمانت

مجھے بعض ایسے بھائیوں نے خبر دی کہ جن کی صداقت پر شک نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے ایسے ممالک کا سفر کیا جن کے راستوں پر چوروں کا ہر وقت خوف رہتا

Marfat.com

ہے۔ اور ان کے پاس نقش نعلین پاک تھا۔ کئی مرتبہ ان کا سامنا چوروں کے ساتھ ہوا لیکن اس نقش کی برکت سے اللہ نے ان کو چوروں کے شر سے محفوظ رکھا۔

۱۸۔ برکتِ نقش اور بچھو کی موت

اور اس کی برکات میں سے ایک برکت و کرامت وہ ہے جس کا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ میں نے یہ کتاب لکھ کر قاہرہ کی لائبریری میں بعض کتب کے ساتھ رکھا۔ میں نے جب اس لائبریری کی وہ الماری کھولی کہ جس میں نعلین مبارکہ کا نقش تھا تو میں نے دیکھا کہ ان کتب کے اوپر ایک بچھو مرا ہوا خشک ہو چکا تھا گویا کہ اس کو مرے ہوئے کافی دیر گزر چکی تھی اور میرے نزدیک یہ صرف نقش نعلین پاک کی برکت کا ہی نتیجہ ہے۔

المختصر اس نقش مبارک کے منافع بہت مشہور ہیں اور اس کے خصائص و خواص چمکتے ہوئے سورج سے زیادہ روشن ہیں۔ اس سلسلہ میں بے شمار ثقات علماءِ کرام سے حکایات مروی ہیں اور اس کے ساتھ توسل کرنا اور شفا مانگنا ـــــ یہ بہت سارے ایسے ائمہ سے مروی ہے کہ جن کی لوگ اقتداء کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں قصائد و قطعات کا ایک وافر حصہ گزر چکا ہے پس ان کو دیکھنا چاہیئے اور اس نقش مبارک کو خوب بوسے دینا چاہئیں۔

اور میں نے بے شمار مرتبہ اپنے آقا اور امام چچا جان کو دیکھا کہ وہ نعلین پر اپنا چہرہ اور داڑھی رگڑتے تھے اور ایسے ہی اپنے وقت کے کئی شیوخ اور ائمہ کو دیکھا کہ وہ نقشِ نعلین سے تبرک حاصل کرتے اور اس سے شفا طلب کرتے تھے۔ اور وہ کون ہے جو کہ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آثارِ مقدسہ سے تبرک حاصل کرنے کا منکر ہو اور ان نادر اشیاء سے فائدہ حاصل نہ کرے۔

Marfat.com

سلطان صلاح الدین ایوبی اور شہر محبوب کا پنکھا

اور علماء کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ مصر و شام، حجاز و یمن اور بہت سارے ممالک کے فاتح اور مشرکین کے ہاتھوں سے کئی شہر آزاد کروانے والے سلاطین اسلام میں بہت زیادہ عزت و احترام والے سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب کو مدینہ منورہ کے حکام میں سے کسی نے ایک پنکھا بطور ہدیہ بھیجا جس کی ایک سائیڈ پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ آپ کے لیے ایسا تحفہ ہے کہ اس سے پہلے اس جیسا تحفہ نہ تو کسی نے آپ کو بھیجا نہ ہی آپ کے والد کو اور نہ ہی کسی حکمران کو بھیجا ہوگا تو سلطان صلاح الدین غصے میں آگیا پھر جب دوسری سائڈ کو الٹ کر ملاحظہ کیا تو اس میں یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے اور قاصد نے کہا کہ اے سلطان جب تک دوسری سائیڈ کو نہ پڑھ لو غضب ناک نہ ہو۔

انا من نخلة تجاور قبرا ساد من فيه سائر الخلق طرا

(میں نخلستان مدینہ کا پنکھا ہوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا ہمسایہ ہوں کہ ساری مخلوق اس کی زیارت کے لیے آتی ہے۔)

شملتني سعادة القبر حتى صرت في راحة ابن ايوب اقرا

(میں نے اسی قبر منور کے زیر سایہ پرورش پائی حتی کہ اسی برکت کی وجہ سے میں سلطان صلاح الدین کے لیے راحت پر مقرر ہوا۔)

سلطان نے یہ پڑھ کر کہا کہ اللہ کی قسم تو نے سچ کہا۔ سلطان بہت زیادہ خوش ہوا اور اس پنکھے کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور اس کو بہترین باعث برکت پایا۔

نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنکھوں کی ٹھنڈک

اور ایسے علماء کی ایک جماعت کہ جن کی اقتدا کی جاتی ہے نے ایسی تحریر کو جو منے

Marfat.com

اور بوسے دینے، اور اس کی عزت کرنے اور اس سے تبرک حاصل کرتے ہوئے اپنی آنکھوں اور سر پہ رکھنے کی صراحت فرمائی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام ہو۔
شیخ امام ابوعبداللہ محمد التوزری نے مخمس قصیدہ الشتتراطیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھے ہوئے قصیدہ کی کئی جلدوں میں ایسی شرح لکھی کہ اس سے پہلے ایسی شرح کسی آدمی نے بھی نہیں لکھی۔ یہ امام ۶۷۴ ہجری رجب شریف کی روشن رات کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے اس شرح میں لکھا کہ ایک انڈہ پر سیاہ خط کے ساتھ واضح طور پر لفظ "محمدﷺ" اس طرح لکھا ہوا تھا کہ اس کو ہر شخص بخوبی پڑھ سکتا تھا۔ میں نے اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام " العرۃ اللائحۃ والمسکۃ الفائحۃ فی الخطوط الصمدیۃ والمفاخرۃ المحمدیۃ " ہے اور اس میں میں نے ایک قصیدہ لکھا ہے جو یوں ہے:

(میری علامت ونشانی یعنی اسم محمد کا حسن اس طرح چاشت کے وقت چمک رہا ہے جس طرح کہ جدی سیارہ آسمانوں کی بلندیوں میں چمک رہا ہے۔)

(میں نے اس کی قدر و منزلت میں نظم لکھی اور میں نے اس کو پیارے سید المرسلین کے نام سے شروع کیا۔)

(پس آپ کے انوار چمک رہے ہیں اور ان انوار کی شعاعیں سورج کی مانند روشن ہیں کہ انہوں نے منزل کو شرف بخشا۔)

(جو بھی توحید پرست آپ کے نام کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو بہترین طریقہ سے بوسے دیتا ہے۔)

(جو بھی اس نام پاک کو اپنا وظیفہ بناتا ہے تو گویا کہ اس کے منہ سے میٹھے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔)

(رجب کے مبارک مہینے میں یہ نام مبارک (انڈے پہ) لوگوں کے تکبیر و تہلیل کے دوران ہر طرف نور بن کر چھا گیا۔)

Marfat.com

یہ ماہ رجب عجیب چیز لایا ہے کہ اس نام پاک کی برکات ہر امیدوار دل میں اور زیادہ موکد ہوگئیں ہیں۔

(اے صبح کی طرح روشن وچمک دار کہ تیرا حسن مکمل ہوگیا کہ رات کی سیاہی کا خط صرف رات میں ہی ہوتا ہے۔)

(یہ دلوں کے لیے زیادہ پسندیدہ اور زیادہ میٹھا ہے ہر چیز سے اور زمانہ میں اس کے سبب ٹھنڈے میٹھے چشمے رواں دواں ہیں۔)

(یہ ہدایت کی تختی پر نعمتوں کی ایک نشانی ہے ہر اس کے لیے جو کہ اس میں غور وفکر کرے یا انعام کی امید رکھے۔)

(یہ بلندی و بزرگی کے سر کا تاج ہے۔ اور عورتوں کے زیور سے بڑھ کر حسین ہے)

(یہ بزرگی کے سر پہ احسان کا تاج ہے اور یہ کسی بھی مزیّن تاج سے حسین و خوبصورت ہے۔)

(یہ صبح کے وقت موتیوں کی طرح چمکتا ہے اور یہ خوبصورتی کے لباس کی اکمل شکل ہے۔)

شیخ خطیب ابن مرزوق تلسمانی نے فرمایا کہ میں نے امام التوزری کی یہ تالیف دیکھی ہے اور اس سے یہ ابیات نقل کیے ہیں اور یہ بہترین کتاب ہے اور یہ ابیات ان سے امام ابو عبداللہ شاطبی نزیل تیونس نے نقل کیے ہیں اور ابن حسّان سے یہ ابیات ابو عبداللہ بن رشید الفہری صاحب سفرنامہ ملی العیبہ نے روایت کیے ہیں۔

Marfat.com

امام توزری

اور امام التوزری بہت بڑے قاضی اور بہت عظیم عالم و فاضل تھے۔ ان کی کئی مفید کتب ہیں اور یہ بہت بڑے زاہد اور فاضل شخص تھے۔

قاضی عیاض نے شفا شریف میں حکایت بیان کی کہ ابن مرزوق نے قصیدہ بردہ کی شرح میں کئی حکایات جمع فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک قلمِ قدرت سے پتھروں پہ لکھا ہوا پایا گیا۔

ہم تو کیا پتھر بھی قائل ہیں عظمتِ رسولؐ کے

میں (مصنّف) کہتا ہوں کہ میں نے فاس شہر میں ۱۰۲۶ھ کو ایک سیاہ رنگ کا ہاتھ کی ہتھیلی جتنا پتھر دیکھا کہ اس کی ایک طرف قدرتی طور پر لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوا تھا جبکہ دوسری طرف محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور کتابت کا رنگ بھی سیاہ تھا۔ کئی لوگوں نے بطور امتحان اس میں سے چند حروف کو مٹانا چاہا تو وہ اور بھی نمایاں نظر آنے لگے کیونکہ وہ قلمِ قدرت سے لکھے ہوئے تھے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا

اس پتھر کی مالکہ ایک فاسی عورت تھی۔ میں نے اس کو اس پتھر کے وزن سے دوگنا زیادہ سونا دینے کی پیش کش کی تاکہ وہ پتھر مجھے بیچ دے۔ میں نے اس سلسلہ میں تمام کوششیں کر کے دیکھ لیں لیکن اس عورت نے یہ پتھر بیچنے سے انکار کر دیا۔ وہ پتھر کئی دن میرے پاس رہا۔ پھر میں نے اس کو واپس کر دیا اور یہ پتھر فاس شہر میں مشہور ہے

Marfat.com

اور حاملہ عورتیں دردِ زہ سے بچنے کے لیے اس کو حاصل کرتی ہیں۔ اس عورت نے بتایا کہ میں نے یہ پتھر اسی دور قریب میں ہی ساحل سمندر پہ پایا تھا۔

بابرکت اشیاء کو بوسہ دینا

بہت سے معتمد علمائے کرام کے حال سے ہمیں معلوم ہے کہ وہ آثار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کیا کرتے تھے اور یہ بہت مشہور و معروف چیز ہے۔

اور ان مبارک آثار کو چومنے کے بارے میں جو کچھ منقول ہے میں اس کی طرف کچھ اشارہ کرتا ہوں۔ بہت سارے علماء اور بالخصوص مالکی حضرات کا یہ خیال ہے کہ جس چیز کے چومنے کا شریعت میں حکم ہے، اس کے علاوہ کو چومنا مکروہ ہے۔ مثلاً حجر اسود کو چومنے کے بارے میں شریعت میں نص وارد ہے۔ جیسا کہ بعض علماء نے تقبیل حجر اسود پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظم کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے۔ نہ تو نفع دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان اور اگر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو کبھی بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ تو اس میں یہ نص ہے کہ جن اشیاء کے بارے میں شرع میں چومنے کی صراحت نہیں ان کو چومنا مکروہ ہے۔

امام زین الدین عراقی نے امام شافعی کے اس قول: بیت اللہ کے کسی بھی حصہ کو چومنا حسن ہے، کے بارے میں فرمایا کہ یہاں حسن سے مراد مشروعیت نہیں بلکہ اباحت ہے۔ اور مباح حسن چیزوں سے ہے جیسا کہ اصولیوں نے بیان کیا ہے۔

اور بعض علماء نے امام عراقی کے اس کلام کے بارے میں کہا کہ اس میں نظر ہے۔

اور امام عراقی نے یہ بھی فرمایا کہ بطور تبرک اماکن مقدسہ، اولیاء کے ہاتھ اور پاؤں چومنا ارادہ اور نیت کے اعتبار سے پسندیدہ اور اچھا فعل ہے!

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ اور آثارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن سے سوال کیا کہ ان کو وہ جگہ دکھائیں جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ انہوں نے ناف کے بارے میں بتایا تو ...... اس جگہ کو حضرت ابوہریرہ نے آثار و ذرّیت مصطفوی سے برکت حاصل کرنے کے لیے بوسہ دیا۔

مشہور تابعی حضرت ثابت بنانی کا عمل

حضرت امام ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک ان کو چوم نہ لیتے اور کہتے کہ یہ وہ ہاتھ ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو چھوا ہے۔

بوسہ منبر و مزار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوسعید بن العلانے خبر دی کہ میں نے ابن ناصرالدین محدّث وغیرہ کے قلم سے امام احمد بن حنبل کے ایک قدیم جز کو دیکھا کہ امام احمد بن حنبل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر منورہ اور منبر شریف کے بوسہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حافظ ابوسعید نے کہا کہ ہم نے ابن تیمیہ کو یہ حوالہ دکھایا تو اس پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد بن حنبل کا یہ کلام عجیب ہے۔ حافظ ابوسعید نے کہا کہ ہمیں تو اس سے بھی عجیب کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے حضرت امام شافعی کی قمیص کو دھو کر اس کا پانی بطور تبرک پیا۔

یہ تو اہل علم کی تعظیم کا حال ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات انبیاء کرام علیہم

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام کے آثار کا کیا کہنا

اور مجنوں نے لیلیٰ کے لیے کیا خوب کہا ہے!

امر علی الدیار دیار لیلیٰ اقبل ذالجدار و ذالجدارا

(میں دیارِ لیلیٰ سے گزرا، میں اس کی دیواروں کو یکے بعد دیگرے چومتا ہوں)

وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

(اور میرا دل ان گھروں کی محبت میں مشغول نہیں ہے لیکن میں گھروں میں رہنے والوں کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہوں۔)

امام محب الدین الطبری و آثارِ مقدسہ

امام محب طبری نے فرمایا کہ حجرِ اسود کو چومنے اور رکنِ یمانی کو ہاتھ لگانے سے مستنبط ہوتا ہے کہ کسی چیز کو اللہ کی تعظیم کی خاطر چومنا (بوسہ دینا) جائز ہے اگرچہ اس کے مندوب ہونے میں کوئی خاص خبر وارد نہ بھی ہوئی ہو کیونکہ اس کی کراہت پر کوئی بھی حدیث وارد نہیں ہے۔

قرآن مجید و حدیث شریف اور قبور صالحین کا بوسہ لینا

اور میں نے اپنے جدِ اکبر محمد بن ابی بکر کی بعض تالیفات میں امام ابو عبداللہ محمد بن ابی الضیف سے نقل کردہ دیکھا ہے کہ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ مصحف مبارک کو دیکھتے تو بوسہ دیتے حدیث کی کوئی کتاب دیکھتے تو اس کو بوسہ دیتے اور جب قبورِ صالحین کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے تھے اور اس میں کچھ بعد بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب میں اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم ہے۔

لیکن مالکیہ کے نزدیک اس میں کراہت ہے! جیسا کہ پہلے گذرا۔

Marfat.com

امام ابن الحاج نے مدخل میں لکھا!

بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا طواف کرتے ہیں تو اس سے بچنا چاہیئے اور اسی طرح عمارت کو مس کرنا اور ان میں اپنے رومال اور کپڑے ڈالنا یہ سب کچھ بدعت ہے اور تبرک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہے اور زمانہ جہالت میں پتھروں کی عبادت اسی طرح سے شروع ہوئی اس لیے ہمارے علماء کعبہ اور مسجد کی دیوار اور قرآن کو اس طرح چھونے سے منع فرماتے ہیں اور قرآن کی تعظیم اس کی قرأت اور اس پر عمل کرنا ہے نہ کہ اس کے چومنے اور اس کے لیے قیام کرنا ہے جیسا کہ آجکل بعض لوگ کرتے ہیں اور مسجد کی تعظیم اس میں نماز پڑھنے میں ہے نہ کہ صرف اس کی دیواروں کو چھویا جائے اور اسی طرح وہ ورق کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہو اور وہ ورق کسی گندی جگہ پر پڑا ہو تو اس کی تعظیم یہ ہے کہ اس کو اس جگہ سے اٹھایا جائے نہ کہ صرف اس کو چوما جائے اور اس کے لیے قیام کیا جائے۔ اور اسی طرح اللہ کے ولی کی تعظیم اس کی اتباع میں ہے نہ کہ صرف اس کے ہاتھ چومنے میں ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ ابن الحاج نے تو اس کو مکروہ کہا ہے جبکہ اس سے پہلے کئی علمائے مالکیہ سے نعل مبارک کے بوسہ کے بارے میں گذرا کہ وہ جائز بلکہ بہت پسندیدہ فعل ہے اور اس سے پہلے باب میں کئی قصائد اور قطعات اس کے بوسے کے استحباب میں گزرے ہیں تو کیا حق ان علماء کے ساتھ ہے یا کہ ابن الحاج کے ساتھ جبکہ ابن الحاج بھی علمائے زاہدین اور اصحاب تقویٰ و قابل اقتداء لوگوں میں سے ہیں۔

تو میں کہوں گا کہ جن مالکی علماء نے مثال مبارک کے بوسے کو جائز کہا ہے شاید انہوں نے ان علماء کی اقتداء کی ہو جو جائز سمجھتے ہیں اور اگر یہ معاملہ نہیں تو ہوسکتا ہے انہوں نے یہ عشق و محبت کے غلبہ کی وجہ سے کہا ہو۔

Marfat.com

کسی نے کیا خوب کہا

اذا ظفرت یومًا بمنسیھا القصوی   فقلت ومن یملک شفاھا شوقۃ

(میں نے تو کہہ دیا، مگر جب محبوب کی سواری کے آثار دکھائی دیں گے تو ہونٹوں کو بوسہ لینے سے کون روک سکتا ہے)۔

امام تقی الدین سبکی کا عمل

علمائے شوافع میں سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ امام تقی الدین سبکی جن کی شہرت و عظمت تعارف کی محتاج نہیں۔ جب حضرت امام فخر المسلمین خصوصاً فخر الشوافع، امام نووی کی وفات کے بعد شام میں جامعہ اشرفیہ کے دار الحدیث میں بطور مدرس آئے تو انہوں نے اپنے متعلق یہ ابیات کہے:

وفی دار الحدیث لطیف معنی   اصلی فی جوانبھا وآوی

(کہ اس دار الحدیث میں ایک لطیف معنٰی موجود ہے میں اس کی ہر جانب اور طرف میں نماز پڑھوں گا)۔

لعلی ان امس بحر وجھی   مکانا مسہ قدم النواوی

(تاکہ میرا چہرہ اس جگہ کو مس کرے جس جگہ پہ امام نووی کے قدم لگے ہوئے ہیں)۔

یہ تو امام نووی کے آثار کا حال ہے تو ان آثار کے بارے میں کیا خیال ہے جن کو یہ شرف اس ہستی کی وجہ سے ہو جس سے کائنات کی ہر شی نے شرف پایا۔

اور کتنا ہی اچھا قول ہے اس بارے میں امام سید علامہ احمد بن محمد بخاری حنفی کا کہ امام تقی الدین السبکی کے اشعار میں تبدیلی کر کے کہ (جس کو اللہ نے اپنے پیارے محبوب کے طفیل عزت و شرف بخشتا ہے) کے بارے میں کہا کہ غار حرا میں ایک لطیف نکتہ

Marfat.com

اور میرا روح و دل اس کی تمام جوانب و اطراف میں مشتاق ہے تاکہ میرا چہرہ اس جگہ کو مَس کر جائے جس جگہ کو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں نے مَس کیا تھا

وفی غار الرسول لطیف معنی　　　تحن الی جوانبہ عظامی

لعلی ان امس بخد وجھی　　　مکانا مسہ قدم التھامی

حضرات صحابہ کرام اور آثارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت عبداللہ بن عمر و انس بن مالک اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ آثارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک حاصل کرتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہوں کا قصد کیا کرتے تھے اور ان راستوں کو ڈھونڈتے جن راستوں پر اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم لگے ہوئے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے میں بطور تبرک پانی پیتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ تھا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس تھا۔

اور صحابہ کی ایک جماعت جن میں سے حضرت معاویہ بھی ہیں کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے (بال) مبارک تھے حتیٰ کہ انہوں نے وصیت کی کہ یہ بال مبارک ان کے ساتھ ان کی قبر میں تبرکاً دفن کر دیے جائیں۔ اور وہ ان بالوں کے ساتھ تبرک اور توسل حاصل کرتے تھے۔

اور باب اول میں حضرت انس بن مالک سے عیسیٰ بن طہمان کی روایت نعلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسی طرح گزری۔

اور الشفاء للقاضی عیاض میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مشاہد و معاہد اور ہر اس چیز جس کو آپ نے مس کیا ہے اور ہر وہ چیز جو آپ کی طرف منسوب ہے کا ادب

Marfat.com

واحترام اور تعظیم لازم ہے۔

اور ہم (اللہ تعالیٰ ہم کو معاف فرمائے اور اپنے فضل سے قبول فرمائے) نے اس نعل مبارک کو نہیں دیکھا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا اور ان آثار کو نہیں دیکھا جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھُوا تو ہمارے لیے ان اشیاء کی مثال ہی عزت و اکرام کے لیے کافی ہے اور اس سلسلہ میں ہم نے مقتدر ائمہ کرام کی اقتداء کی ہے جو کہ اسلام کے مشائخ ہیں، کچھ کلام تو اس سلسلہ کا پچھلے ابواب میں گذر چکا ہے۔ اور ہم نے ان آثار کی برکات کا خود مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ ہی کے لیے حمد و تعریف ہے کہ ہمیں یہ اشیاء و نقول بغیر کسی تکلف اور کوشش کے ثقات علماء سے میسّر آئیں۔

اور ہم نے جو کچھ پیچھے اکابر صالحین علماء کی جماعت سے نظم و نثر کے ذریعے اس مثال مبارک کے بے شمار منافع بیان کیے ہیں وہاں پچھلے ابواب میں ان کو دیکھنا چاہیے اور اگر کہیں ان کا تکرار ہو جائے تو اصل مطلوب تو اس کا یہ ہے کہ اس شخص کی ناک خاک آلود کی جائے جو حاسد اور جھگڑالو مزاج ہے اور یہ بیان خبر کا محتاج نہیں ہے اور اس میں ہم نے ایسے اشارے کر دیے ہیں جو کلام سے مستغنی ہیں اور اوّل آخر میں تعریف و حمد اللہ تعالیٰ کے ہی لیے ہے۔

Marfat.com

خاتمہ

نعلینِ مُبارکہ سے مُتعلقہ مُختلف اُمور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے اس اچھائی کا سوال ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر مجھ پر القاء کیا اور اس کی فضیلت کی خیرات سے مجھے نوازا ـــــ تو یہ اس کتاب کا خاتمہ ہے یعنی گویا کہ اس پوری تصنیف کی تلخیص ہے کہ خاص خاص چیزوں کا نچوڑ اس آخری باب میں بیان کر دیا جائے۔ اللہ تجھے اغیار سے بچائے اور مجھے اور تجھے اخیار کے راستے پر چلنے کی توفیق دے کہ یہ نظم کہ جس پر میں اس کتاب کو ختم کر رہا ہوں اور اس مثال مبارک کے محاسن بیان کرنے میں میں نے کتمان سے کام نہیں لیا ہے۔ یہ خاتمہ اس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے کہ ایک مستقل تصنیف تصور کیا جائے اور تصنیف بھی ایسی کہ انسان کو اس کی مراد تک رسائی دلا دے اور میرا ارادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبولیتِ عامّہ بخشے۔

اور میں نے اس کتاب سے پہلے ایک مختصر مگر جامع تصنیف لکھی ہے اور اس میں بہت ساری قابل اعتماد نقول پیش کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے لیے قولاً اور عملاً مفید اور بہترین بنائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے۔ آپ پر صلاۃ وسلام ہو!

الحمد للہ قد اعلاء   بلبس خیر العالمین النعلا

(سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اس نعل مبارک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہننے کی وجہ سے فضیلت دی)

(اور اس کو بہت سارے مناقب کے ساتھ مخصوص فرمایا کیونکہ اس کو خاتم النبیین

Marfat.com

نے اپنے مبارک پاؤں میں پہنا ہے) ۔

(اور اس رب کریم کا شکر ہے جس نے ہمیں ایسے علوم سے متعارف کرایا جس جس نے ہمیں عزّت و شرف بخشا) ۔

(اور وہ علم آداب و شمائل کا ہے ان کی طرف رجوع کرنے والے کے لیے گمراہی کا تصوّر نہیں) ۔

(اور درود ہو اس نورانی گلشن پر جس سے خیرالوریٰ کی خوشبوئیں عرفاً حاصل کرتے ہیں) ۔

(اور نعل پہن کر ہر چلنے والے سے افضل ترین وہ ذات ہے کہ جس کو اللہ عزّوجل نے وحی کے ساتھ مخصوص فرمایا) ۔

(اور ہر تعریف اور مدح پر اعتراض ہوسکتا ہے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیرالوریٰ کی تعریف بالاجماع اس سے مبرّا ہے) ۔

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کے امام ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر شفاعت کا تاج سجایا گیا ہے) ۔

(اور آپ کو ان اشیاء کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا کہ جو کسی اور کو میسّر نہیں اور اس کا بیان آپ کے فرمان : انا لھا : میں ہے) ۔

(آپ پر پاکیزہ صلوٰۃ درود وسلام کی بادل گھٹائیں بن کر برسیں) ۔

(اور آپ کے اصحاب و آل پر بھی بادِ صبا کی طرح درود وسلام ہوں) ۔

(اور اس کے بعد میری اس صاف ستھری منتخب نظم سے میرا ارادہ نعال مبارک کا ذکر اوج سے مزید ترقی و بلندی کے ساتھ کرنا ہے) ۔

(اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہر عاقل کے قول میں استعمال ہونے والے کلام سے اولیٰ و افضل ہے) ۔

Marfat.com

(اور آپ کی سیرت کی خدمت ہر چھوٹی بڑی دولت کے جمع کرنے کے اہتمام سے اعلیٰ و افضل ہے)۔

(اور میرا بہت بڑا مقصد یہ ہے کہ مجھے اس کے ساتھ دنیا و آخرت کا سکون میسر آجائے)۔

(اور میں جنت الخلد میں نیک لوگوں کے ساتھ رہوں اور اغیار کی تکلیف سے امن میں رہوں)۔

(اور جب میں اس کے لکھنے پر مصر ہو گیا تو میں نے اصرار کے ساتھ اس پہ ہمتِ سفر باندھی)۔

(اور میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے محاسن مشاہدہ کیے ہیں اور لوگ اس پر تعجب کرتے ہیں)۔

(میں ایک دن ندا دیتا ہوا حاضر ہوا کہ ساری وادی اس کے نور سے معمور تھی)۔

(تو مثالِ مبارک عالی شان کا ذکر جاری ہوا اور اس کی اطاعت میں اس کا وصف بیان ہوا)۔

(پس میں نے کہا کہ میں ارض مغرب میں تھا اور میں نے اہل مغرب کے اقوال میں ایک تالیف کی)۔

(اور اس میں بڑے بڑے علماء کی نظمیں لکھیں جو کہ ایک سو سے زائد ہیں۔

(اور ان تمام کو میں نے ایک تالیف میں جمع کر دیا اور کچھ نئی چیزیں بھی اس میں داخل کر دی ہیں)۔

(لیکن اس کے باوجود گھر سے دوری و کثرت رنج و حاجات کے باعث اس میں میں معذور رہوں)۔

Marfat.com

(اور یہ عذر میری کوشش میں کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق ہی خرچ کرتا ہے)۔

(بہر حال جو کچھ حاضر ہے اسی کو نذر کرنا۔ یہ زیادہ چیز کے انتظار میں بیٹھنے سے بہتر ہے)۔

(جیسا کہ بر وقت میسر آنیوالا عام موتی دیر سے ملنے والے یاقوت سے بہتر ہے)۔

(پس یہ میری طرف سے جمع کردہ کوشش ہے نعل مبارکہ کے بارے میں ایسا قول ہے جو کہ سماعت کو بھلا لگے۔

(اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی قسم، میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اس تصنیف کی نثر کو نظم کرنے میں)۔

(اس مقصد کی کوئی تصنیف میں نے نہیں دیکھی مگر نہایت مختصر)۔

(چاہے وہ کلام ابن عساکر کا ہو یا امام بلقینی کا یا امام سبتی کا)۔

(اور ان کا تمام کلام حسین ہے اور اس میں تقریباً تیس کے قریب نظمیں ہیں)۔

(اور ان کو حروف معجم کی ترتیب سے اکٹھا کر دیا ہے اور ابن فرج کے طریقہ پہ اس کو شروع و ختم کیا)۔

(ابن فرج کے تمام کلام پر میں واقف نہیں ہو سکا لیکن اصحاب نے تو اس کو کمال تک پہنچایا ہے)۔

(پھر میں نے بعض ایسی متفرق نظمیں دیکھیں جیسا کہ روشنائی اندھیرے میں منتشر ہو)۔

(نعل مبارک کی مثال کے وصف کو واضح کیا اور اس میں سے اس کو خارج کر دیا اس مدحت کی طرف کہ جس کا حق ہے کہ وہ آسمان تک بلند ہو اور

Marfat.com

اس کا نور چمک رہا ہے اور اللہ کے رسول اور دنیا کے بادشاہوں کی وہ اصل ہیں)۔
(اور جو کچھ میں نے جمع کیا وہ تمام اس مفہوم و معنی میں شعلہ کی طرح روشن ہے)۔
(اور یہ جمع شدہ مواد وہ ہے جو کہ متفرق تھا اور اس میں سے بعض تو میری اپنی فکر و سوچ کا نتیجہ ہے کسی کتاب سے اخذ نہیں کیا)۔
(اور جو ابن عساکر اور امام سراج الدین بلقینی کا کلام ہے وہ بہت مختصر ہے)۔
(اور میں نے ان کے کلام پہ بہت کچھ اپنے رب سمیع اور واھب کی عنایت سے اس پہ اضافہ کیا ہے)۔
(اور میں نے اس کا نام " نفحات العنبر فی وصف نعل ذی العلی والمنبر" تجویز کیا ہے)۔
(اور اپنے اللہ کریم سے اجر عظیم کا طلب گار ہوں)۔

Marfat.com

فصل

بصورتِ نظم نعل کا معنی اور اس کو پہننے کی کیفیت، رنگ، جنس اور اس کی تعریف و توصیف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے فیض پانے والے نعلین کا بیان:

اشعار کا مفہوم

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلندیوں کے مالک ہیں۔ آپ نعلین پہن کر چلتے تھے)۔

(نعل وہ ہوتی ہے جو قدموں کو زمین سے بچائے اور خیر الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل چمڑے کی بنی ہوئی تھی)۔

(وہ چمڑا اگائے کا اور اس پہ بال نہ تھے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے)۔

(اور ابن عمر کا صحیح جواب ہے جو کہ ابن جریج کے لیے زمر نے روایت کیا ہے)۔

(آپ کی نعلین دو تسموں والی تھی جیسا کہ حضرت انس سے مروی ہے اور وہ ہر قسم کے میل سے پاک تھی)۔

(اس کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے مثلاً امام ترمذی اور

Marfat.com

یہ طرق ماخذ کے لیے کافی ہیں)۔

(اور ان طرق میں سے جامع اور بلند طریقہ مفتی الانام کا ہے)۔

(سعید المقری نے روایت کیا اور اس سے شیخ الاجل النسفی نے)۔

(النسفی نے اپنے باپ سے اور اس نے ابن مرزوق سے اور ابن مرزوق اپنے باپ سے)۔

(اور وہ اپنے دادا شیخ الانام فارقی سے روایت کرتے ہیں)۔

(ابن عساکر نے ان سے روایت کی اور روایت اخذ کرنے کا حق ادا کر دیا ہے)۔

(انہوں نے امام سلفی سے اور انہوں نے امام البو غالب بسامی سے روایت کی اور انہوں نے فرمایا)۔

(اور وہ اس شخص سے جو کہ ترمذی کی طرف منسوب ہے اس سے روایت کرتے ہیں یعنی البو قاسم سے جو کہ اس کو)

(اپنے دادا محمد جو کہ بڑی عزت وجلال والے ہیں ان سے روایت کرتے ہیں اور وہ)۔

(کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی عفان نے اپنے شیخ حماد سے جو کہ بڑے استاذِ حدیث ہیں اور وہ)۔

(حضرت قتادہ سے جبکہ حضرت قتادہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین کے دو تسمے تھے)۔

(دوسری سند کا مفہوم اس طرح ہے)

اور ہم کو خبر دی شیخ تونسی طیب النفس نے جو نزیل فاس شہر ہیں۔ انہوں نے ــــ کمال الاوحد الطویل سے اور وہ حجازی جلیل القدر سے اور البو المجد نے حجاز سے، وہ

Marfat.com

زبیدی سے اس کو نقل فرماتے ہیں اور وہ اس سند کو عبد الاول سے جبکہ وہ شیخ داؤدی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ سرخسی سے اور وہ فربری سے وہ امام بخاری سے وہ امام حماد سے اور امام حماد بہت بڑے علماء میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی حضرت قتادہ نے انہوں نے اس کو حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسی کی طرح۔ اور ہمیں یہ سند کافی ہے اور ہم اس کے علاوہ بھی جو چاہے اس کے لیے اسناد ذکر کریں گے۔ اور ایک روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص نعلین کے بارے میں بھی آئی ہے۔ اور آپ کی نعلین کے رنگ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ رنگ کی زرد تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنتے وقت دائیں پاؤں سے شروع فرماتے تھے۔ اور نعلین شریف اتارنے میں اس کے برعکس کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابو ہریرہ بن صخر کی روایت میں اس کا حکم ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام دائیں ہاتھ سے کرتے تھے اور یہ آپ کی عادت مبارکہ تھی۔ جیسا کہ کنگھی کرنا اور نعلین پہننا اور پاکیزگی کے دیگر کام جو بھی آپ کرتے تھے۔

ابن الجوزی کہ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو فوز د کامیابی کے بادل سے سیراب فرمائے) نے تحقیق فرمائی ہے کہ ہمیشہ دائیں سے پہننا بائیں سے پہلے — یہ امن و تندرستی ہے۔ اور چاہیئے کہ جوتے اتارتے ہوئے بائیں سے پہل کرے جیسا کہ شرع میں نص وارد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل کی لمبائی امام عراقی کے نزدیک ایک بالشت اور دو انگلیاں۔

اور اندر کی طرف سے جہاں سے کہ ٹخنوں کے ساتھ ملتی ہے اس کی چوڑائی سات انگلی ہے۔

Marfat.com

اور تسموں کی جانب سے چوڑائی دو انگل کا اندازہ کیا گیا ہے۔
اور اس کے اوپر والے حصہ کی بھی تحدید کی گئی ہے اور وہ محدد ہے۔
اور بعض حفاظ نے کہا کہ امام عراقی نے جو کچھ بیان کیا اس سلسلے میں بھی آثار وارد ہیں۔

(مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین کو پہن کر اس کی عظمت میں اضافہ فرما دیا اللہ کی رحمت ہو آپ پر کہ آپ نے اس کو پہنا)
(اور کائنات کے نزدیک اس نعل کی عظمت اس لئے ہے کہ اس کو انس و جن کے شفاعت فرمانے والے کے پاؤں نے مَس کیا ہے)
(کاش کہ میرا چہرہ فرش راہ ہو اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ کی نعلین مبارکہ اوپر سے گزریں)۔
(تاکہ میں وہ کامیابی حاصل کر لوں کہ وہ مجھے ہر قسم کے رنج و الم سے چھٹکارا دلا دے)
(میں ایسی امید لے کر مدح کر رہا ہوں جس کا چاند ماند نہیں پڑتا)
(اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی کشادگی کے پورے ہونے اور اس سے نیکی کی توفیق اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں)
(اور ہر لغزش جو کہ مجھ سے سرزد ہو چکی ہے اس کی معافی طلب کرتا ہوں کیونکہ اس کا فضل میرے کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا ہے۔)

Marfat.com

منافعِ نعلین کا منظوم بیان

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلاۃ وسلام ہو اس ذات پر جس نے نعلین کو شرف بخشا اور آپ کے آل واصحاب
اور اُن پر جنہوں نے آپ کے سیدھے راستے کی پیروی کی)۔

(جاننا چاہیئے کہ مثالِ اطہر کے لئے منافع شہرت سے زیادہ ظاہر ہیں)
(اور میں یہاں ان منافع میں سے قلیل اور بہت کم بیان کیا ہے اور بہت ساری
چیزیں با دلیل ہیں جو کہ ابھی بتایا ہے)۔
(یہ جو میں نے بیان کیا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ سمندر میں سے ایک قطرہ ہے)
(جس نے بھی اس کو اٹھایا تو اس نے گویا کہ دونوں جہانوں کی قبولیت کو یک
جملہ اٹھالیا)
(ان نعمتوں میں سے یہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھے گا یا پھر
آپ کی قبر منور کا دیدار کرے گا۔
(اور جس نے بھی اس مثال مبارک کو اپنے پاس رکھا وہ ہر قسم کی بیماری اور تنگی وتکلیف
سے دور رہے گا)
(اور وہ ہر باغی کی بغاوت سے بچا رہے گا اور اپنے دشمنوں اور سرکشوں پر غالب
رہے گا)
(اور یہ حرزِ اعظم ہے ہر آنے والے شر اور شیاطین اور حاسدین کے لئے۔)
(اور اگر یہ نقش پاک کسی قافلہ میں ہو تو کوئی بھی چور یا ڈاکو اس قافلے کو نہ لوٹے گا)
(اور اگر یہ کسی گھر کے اندر ہو تو وہ گھر لٹنے اور آگ سے جلنے سے محفوظ رہے گا)
(اور یہ امن کے لئے مددگار رہے گا جس میں لشکر میں ہو تو لشکر ہزیمت سے دوچار
نہیں ہوگا)

Marfat.com

(اور جس نے بھی اس سے توسل کیا اور اسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوال میں ذکر کیا تو اس کا وہ سوال پورا ہوگا)

(اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ جس سے توسل پکڑا جا رہا ہے وہ خلق کے ہادی اور رسولوں کے امام ہیں۔)

(اور بعض فضلاء نے اس نعلین کے نقش بڑی خوبصورت صورتوں میں اپنے بعض شاگردوں کے لیے بنائے)

(اور کچھ مدت کے بعد وہ شاگرد آیا اور اس نے خبر دی اور جو کچھ اس نے مشاہدات کئے اس پر تعجب کیا)

(اور کہا کہ میری بیوی کو ایک بہت بڑی تکلیف تھی۔ اور وہ تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ مرنے کے قریب ہو چکی تھی)

(میں نے اس نقش پاک کو رفع تکلیف کی نیت سے اس کو جائے تکلیف پر رکھا)

(ہم اب بیماری کی شفا سے مایوس ہو چکے تھے کہ اس نقش کو رکھنے کے ساتھ ہی تکلیف رفع ہو گئی)

(اور میں نے جب بھی اپنے رب سے کسی کام کے وقت اس نعل کے مالک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سوال کیا وہ سوال پورا ہوا)

(اور میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو کہ نقش نعلین کی برکات کا قائل نہیں تھا۔)

(جب اس نے اس نقش کو اپنی حاجت کے لئے استعمال کیا تو اس مقصد کو اس نے حاصل کر لیا)

(اور جب میں جزائر کے سفر میں تھا تو یہ نقش میرے پاس تھا تو ہر مقیم و مسافر میری عزت کرتا تھا)

(اور اماکن شریفہ کی زیارت کا عزم کیا تو اس کے صدقے سرسبز زمین اور پانی کے

Marfat.com

چشمے دستیاب آئے)

(اور جب میں نے اپنے ساتھیوں کو فاس شہر میں چھوڑ کر علم حاصل کرنے کی نیت سے آگے بڑھا)

(تو میں شیخ قطب شاذلی کی زیارت کے لئے گیا)

(میں ان کی قبر کے پاس تھا تو مجھ پر بہت سارے بھید منکشف ہوئے)

(اللہ اپنے ان اولیاء کرام اور اہل مقامات حضرات سے نفع پہنچائے)

(اور اس کے بعد میں بحرِ سبت کے سفر پر چل پڑا تو اچانک دریا میں سے ایک موج ہماری طرف آئی)

(اور دریا اس وقت مکمل طغیانی پر تھا اور اس کی حالت بیان کرنے سے قاصر ہوں)

(تو فوراً میرے دل میں نقش پاک کا خیال آیا کہ کیوں نہ میں یہ نقشِ پاک جہاز کے کپتان کے پاس بھیجوں۔)

(تو جب میں نے یہ نقش پاک جہاز کے کپتان کے پاس بھیجا اس وقت اس پر مکمل خوف چھایا ہوا تھا۔)

(ہمارے اس سفر کی عاقبت سلامتی کے ساتھ ہوئی اور اس کی علامات اسی وقت ظاہر ہو گئی تھیں)

(اسی طرح سوس شہر کے سفر میں بھی ہوا کہ دریا مکمل طور پر طغیانی پہ تھا)

(اور موجیں پہاڑوں کی طرح ہمارا استقبال کر رہی تھیں، جب اہل تجربہ اپنی زندگیوں سے مایوس ہو گئے تو مایوسی کے بعد اللہ نے ہمارے لئے اس سے نجات پیدا فرما دی۔

(اور اس نقش مبارک کے مصیبت کے وقت عظیم فوائد میں سے وہ قصہ ہے

Marfat.com

جو کہ مغرب میں پیش آیا)

(ہمارے شیخ قصار مفتی فاس جو کہ سربند مشک اور پاکیزہ دل آدمی اُن سے روایت ہے)

(یہ حکایت میں نے ان کی زبانی تو نہیں سنی لیکن بعض ثقہ لوگوں نے اس کو مجھ سے بیان فرمایا ہے۔)

(اور یہ واقعہ اس کی صغر سنی میں ان کے ساتھ پیش آیا تھا اور یہ واقعہ ان کے عظیم المرتبت ہونے پہ دلالت کرتا ہے۔)

(کہ جب وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مکان کے نچلے حصّے میں تھے تو ان کے سر کے اوپر دیوار میں نعلین شریف کا نقش لگا ہوا تھا۔)

(وہ مکان امیر لوگوں کے مکانوں کی طرح بڑا وسیع وعریض مکان تھا)

(دورانِ گفتگو وہ مکان ان پر گرا اور منہدم ہو گیا۔

شمائلِ قدمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ جھلکیاں

ہم کچھ ایسے مسائل کا خاتمہ میں ذکر کر رہے ہیں جن کا ذکر ابتداء میں ہونا چاہیئے تھا۔

۱۔ ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے:	
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان احسن البشر قدما۔	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم تمام انسانوں سے خوبصورت تھے

بخاری ومسلم اور بیہقی میں روایت ہے:

کان رسول اللہ ضخم القدمین	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک گوشت سے پر تھے

Marfat.com

ترمذی میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پُرگوشت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں خوبصورت لمبی تھیں۔ پاؤں کے تلوے گہرے تھے۔ قدم مبارک ہموار تھے جب ان پہ پانی ڈالا جاتا تو بہہ جاتا۔

(خمصان) اس کو ایک جماعت نے بضم الخاء پڑھا ہے اور صحاح امام جوہری اور نہایہ ابن اثیر میں بھی ایسے ہی ہے لیکن شفا قاضی عیاض کے بعض نسخوں میں خاء پر فتح لکھا گیا ہے اور نہایہ میں ہے کہ الاخمص قدم کا وہ حصہ ہوتا ہے جو کہ چلتے وقت زمین کو مَس نہیں کرتا اور خمصان اس سے مبالغہ ہے یعنی قدمین کا وہ نچلا حصہ جو چلتے وقت زمین کے ساتھ نہیں ملتا تھا۔

ابن الاعرابی سے اس بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ خمص الاخمص۔ نہ تو زمین سے زیادہ بلند اور نہ ہی زمین کے ساتھ بالکل مَس کیا ہوا۔ اور یہ نہایت ہی حسن ہے۔

مسیح القدمین) میم فتح کے ساتھ اور سین کسرہ کے ساتھ اور یائے ساکنہ جبکہ حاء مہملہ۔ اس کا معنی ہے کہ وہ دونوں نرم و نازک تھے اور ان میں پھٹن اور زنگاف نہ تھے اور جب ان پہ پانی ڈالا جاتا تو فوراً بہہ جاتا ان پہ ٹھہرتا نہیں۔ جب چیز دور ہو جائے تو کہا جاتا ہے: نباء الشئ ینبو اذا تباعد۔

اور وہ روایت جسے امام عبدالرزاق اور بزار نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم نیچے سے برابر تھے" اور ایک روایت میں الفاظ ہیں:

کلھا لیس لہ اخمص — کہ دونوں پاؤں میں ابھرا ہوا حصہ نہیں تھا۔

تو اس میں شاید یہ احتمال ہو جیسا کہ بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ اس وقت تھا جبکہ آپ تیز چلتے تھے اور جب آپ نرمی کے ساتھ چلتے تھے تو پھر وہ حصہ زمین سے نہیں لگتا تھا۔

Marfat.com

تو اس طریقہ سے یہ دونوں روایتیں جمع ہو گئیں۔

(رسائل الاطراف) یہ را اور لام کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

اور علامہ ابن حجر نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے بارے میں کئی حضرات سے روایت آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پُر گوشت تھے۔ یعنی انگلیاں مبارک پُر اور مضبوط تھیں اور دونوں قدموں میں نچلی طرف ایڑی اور پنجہ کے درمیان تھوڑا سا حصہ ایسا تھا جو کہ معمولی سا زمین سے بلند رہتا تھا اور مسیح القدمین کہ دونوں قدم ملائم و نرم و نازک تھے اور ان میں کوئی پھٹن اور تشگاف وغیرہ نہیں تھا۔

اور شرح ہمزیہ میں ہے کہ قدم میں سے وہ حصہ جو کہ زمین کے ساتھ مس نہیں ہوتا تھا تو یہ چلتے وقت ہے اور خمصان مبالغہ ہے اور یہ اس کا رد نہیں کرتا جو کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو آپ کے قدم مبارک تمام کے تمام زمین پر لگتے تھے اور ان میں سے کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو کہ زمین سے اٹھا ہوا ہو۔ اور ابن عساکر نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں وہ حصہ جو زمین سے اٹھا ہو نہیں تھا۔ کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ حصہ زمین سے معمولی سا اٹھا ہوا ہوتا تھا نہ کہ بہت زیادہ یعنی یہ معتدل مقدار میں تھا۔ اور ابن الاعرابی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ وہ حصہ زمین سے زیادہ مقدار بلند نہ تھا۔ اور یہی زیادہ حسین ہے اور جو بہت زیادہ اٹھا ہوا ہو یا بالکل ملا ہوا ہو تو یہ مذموم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ

امام المحدثین امام احمد بن حنبل وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت میمونہ بنت کردم (بر وزن جعفر) نے دیکھا کہ:

Marfat.com

سبابة قدم رسول الله اطول من سائر اصابعه ۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ دیگر تمام انگلیوں سے طویل تھی۔

امام بیہقی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے کہا کہ:

کانت خنصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رجلہ متظافرۃ ۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خنفر زیادہ ظاہر اور بڑی تھی ۔

تو اس کی سند میں سلمہ بن حفص اسعدی ہے ۔ امام ابن حبان نے کہا کہ وہ احادیث وضع کرتا ہے اس سے احتجاج جائز نہیں اور نہ ہی اس سے روایت جائز ہے ۔ اور اس کی یہ روایت باطل ہے اور اس کی کچھ بھی اصل نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معتدل الخلق تھے ۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی سبابہ دیگر انگلیوں سے طویل تھی اور جس نے ہاتھ کی انگلیوں کے بارے میں ایسا کہا تو اس نے غلط کہا جیسا کہ کئی محدثین نے اس کا رد کیا ہے

پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ قدم

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار مداحین نے صراحت فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پتھر پر چلتے تو آپ کے قدم کے نقش پتھر پر قائم رہ جاتے اور جب آپ ریت پر چلتے تو وہاں ان کا کوئی اثر نہ ہوتا ۔

حتی کہ ایسے پتھر جن پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر کا یقین تھا ان کو بطور تبرک زیارت والی جگہوں پر رکھ دیا گیا ۔

اور میں نے مصر میں سلطان مرحوم ابو النصر محمودی کی قبر پر مقام صحرا میں ایسا پتھر دیکھا کہ اس پر قدم کا نقش تھا ۔ کہا یہ جاتا تھا کہ یہ قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش ہے ۔

Marfat.com

اور لوگ اس کی زیارت کرتے اور اس سے برکات کا مشاہدہ کرتے۔
اور مرحوم سلطان روم خادم الحرمین الشریفین مولانا سلطان احمد بن مولانا سلطان محمد بن مولانا سلطان مراد بن عثمان کے اسلاف پر رحم فرمائے اور ان کے اخلاف کی مدد فرمائے نے یہ پتھر وہاں سے منتقل فرما کر قسطنطنیہ لے گئے۔ پھر اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا اور اس پر چاندی کا خول چڑھا دیا۔ اس پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں ان کے قائل کا علم نہیں۔

تشوق حضرة سلطان احمد　　زيارة موطئ القدم المكرم
(سلطان احمد بن محمد شوق و محبت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مکرم کی زیارت کے لئے حاضر ہوا)۔

فحركه بجاذبه اشتياق　　على اقدام اقدام فقدم
(اور اس کو بڑے اشتیاق سے اس جگہ سے منتقل کیا)

وصيره الى قسطنطنيه　　فقال له تقدم خير مقدم
(اور اس کو قسطنطنیہ لے گیا اور ادب کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا)۔

وادخل داره باليمن حبا　　وتعظيما لصاحبه اعظم
(اور اس کو برکت کے لیے محبت سے اپنے گھر میں داخل کیا اور اس کی تعظیم اس کے صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے کی)۔

حبيب الله سيدنا محمد　　عليه ربنا صلى وسلم
(جو کہ اللہ کے حبیب محمد ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان پر ہمارا رب صلاۃ وسلام بھیجے)

وراجعه باعزاز عظيم　　الى تلقاء موضعه المقدم
(اور پھر اس کو پورے اعزاز و احترام کے ساتھ واپس اس کی جگہ لوٹا دیا جہاں کہ وہ تھا)۔

Marfat.com

الٰہی عمر السلطان احمد   وقدمہ علی من قد تقدم

(اے میرے اللہ سلطان احمد کی عمر میں اضافہ فرما اور اس کے قدموں کو ترقی کی طرف گامزن فرما)

بحرمۃ صاحب القدم المعلی   الی الدرجات فی الافلاک سلم

(اس قدم اعلیٰ شان کے صاحب کی حرمت و عزت کے صدقے اس کو افلاک میں اعلیٰ درجات عطا فرما اور سلامت رکھ)

اور میں (مصنّف) نے اس کی زیارت ۱۰۲۴ھ میں کی تھی۔

اور میں (مصنّف) نے مکہ مکرمہ میں زم زم شریف کے قبہ کے پیچھے ایک ایسا پتھر دیکھا ہے کہ اس پر قدم کا نقش ہے اور اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم پا ہے۔

اور مجھے بعض لوگوں نے خبر دی کہ روضۂ اقدس کے اندر (اللہ اس کے رہنے والوں پر کرم فرمائے) ایک پتھر پہ قدم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش مبارک ہے لیکن میں نے اس کو وہاں نہ پایا جب کہ میں تبرک حاصل کرنے کے لئے وہاں کئی بار چراغ جلانے داخل ہوا۔ پھر میں نے کچھ ثقہ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں کوئی ایسا پتھر نہیں ہے۔ لیکن مدینہ شریف میں کئی جگہوں پہ ہیں۔ پھر میں اس طرف چل دیا۔ جب میں اس جگہ پہنچا تو اس وقت وہاں داخلہ محال تھا اور اس کے بعد میں اس حجرہ شریفہ میں داخل ہوا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا تو مجھے یقین ہوگیا کہ خبر دینے والے کو وہم ہوگیا ہے۔ اور اسی طرح میں نے ایک ایسا پتھر دیکھا ہے کہ جس پہ قدم مبارک کا نقش موجود ہے۔ اور یہ پتھر بیت المقدس میں موجود ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔

Marfat.com

حفاظِ حدیث کی رائے

اور حفاظِ حدیث کی ایک جماعت نے یہ تصریح کی ہے کہ کتبِ حدیث میں اس سلسلہ میں کچھ بھی مروی نہیں ہے اور اس چیز کا انکار کرنے والوں میں سے امام برہان الدین ناجی دمشقی ہیں۔ آپ نے اس بات پر جزم فرمایا ہے اور کہا ہے کہ اس سلسلہ میں کتبِ حدیث میں کچھ بھی وارد نہیں ہوا ہے۔ اور اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا اور فرمایا کہ وہ اس کی اصل پر واقف نہیں ہوئے اور نہ ہی اس کی کوئی سند ہے اور نہ ہی میں نے یہ کتبِ حدیث میں اس کو دیکھا ہے۔

اور امام سیوطی کے شاگرد امام شامی نے سیرت النبی میں لکھا کہ امام سیوطی کی اطلاع ہی کافی ہے۔ اور میں (شامی) نے بھی کتبِ حدیث کی طرف رجوع کیا مگر کوئی شئی نہ ملی لہٰذا اس نسبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے کی جا سکتی ہے۔

پتھر پر نقشِ قدم پر سوال و جواب

سوال: یہ جو عام لوگوں کی زبان پر مشہور ہے اور بعض مدائحِ نبویہ میں بھی آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر پتھر پر چلتے تو آپ کے قدموں کے اثر اس پر باقی رہ جاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ریت پر چلتے تو اس پر آپ کے نشان قدم ظاہر نہ ہوتے کی کیا اصل ہے؟ اور کتبِ حدیث میں اس سلسلہ میں کچھ وارد ہوا ہے یا کہ نہیں۔ اور اگر وارد ہوا ہے تو یہ صحیح ہے یا ضعیف؟

اور امام ناصر الدین دمشقی نے جو معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب لکھی ہے اس میں یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور پتھر کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ پتھر آپ کی بلندی کے ساتھ بلند ہونا شروع ہوا اور ہمارے نبی کے قدموں کے نیچے متحرک ہوا۔ تو فرشتوں نے اس کی حرکت کو روکا۔ تو کیا اس کی کچھ اصل ہے؟ اور کتبِ حدیث

Marfat.com

میں صحیح یا ضعیف سند کے ساتھ یہ مروی ہے؟ اور کیا آج بھی اس پتھر پہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان باقی ہیں جو کہ آج پتھر آپ کے نشان قدم کے ساتھ معروف ہے یہ وہی پتھر ہے اور اس کی نسبت صحیح ہے یا کہ نہیں؟

اور کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان اس پتھر پہ موجود ہے جو کہ بیت اللہ شریف میں مقام ابراہیم کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس پہ کھڑے ہو کر آپ نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تھی کیا اس بارے میں کتب احادیث میں کچھ مروی ہے؟ اور اگر مروی ہے تو صحیح ہے یا کہ ضعیف؟

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ ہر وہ معجزہ جو کسی بھی نبی علیہ السلام کو ملا وہ ہمارے آقا کو بھی عطا ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) یا آپ کی امت میں سے کسی شخص کو بطور کرامت ملا یہ صحیح ہے یا کہ نہیں اور اس قول کا قائل کون ہے؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو گلی میں آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتظار میں ایک دیوار کے ساتھ اپنی کہنی کی ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے تو اس کہنی مبارک کا نشان اس دیوار میں ظاہر ہو گیا اور آجکل اس گلی کو زقاق المرفق کہا جاتا ہے۔ کیا اس کی کچھ اصل ہے؟

اور کیا جو امام ثعلبی اور طرطوسی نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان کیا ہے کہ جب مدینہ طیبہ میں صحابہ خندق کھود رہے تھے تو ایک ایسا پتھر ظاہر ہوا جس کو توڑنے سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عاجز آ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق میں اترے اور اس پتھر کو تین ضربوں سے توڑا اور وہ پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نرم ہو گیا تھا کیا یہ صحیح ہے یا ضعیف یا اس کی کوئی بھی قابل اعتماد اصل نہیں ہے۔

اور اگر یہ ثابت ہے تو کیا اس پتھر پہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان بطور معجزہ قائم ہے یا کہ نہیں؟

Marfat.com

الجواب

وہ حدیث جوکہ اس پتھر کے بارے میں ہے جوکہ خندق میں ظاہر ہوا اور صحابہ کرام اس کو توڑنے سے عاجز آگئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تین ضربوں سے توڑا تو یہ صحیح ہے اور یہ مختلف طرق و متعدد الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اس کو امام بیہقی اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمرو بن عوف المزنی اور حضرت سلیمان فارسی کے طرق سے بیان کیا ہے اور حضرت براء بن عازب سے بھی بیان کیا ہے اور اس کی اصل صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب یوم خندق کو ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی تو صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال لی اور اس پر ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہوگئی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم کا مسئلہ کہ مقام ابراہیم پر آپ کے قدم کے آثار و نشان باقی ہیں تو ہاں اس بارے میں حدیث وارد ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے موقوفاً صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے: اور اس کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کیا اور ایسے ہی حضرت عکرمہ سے بھی روایت کیا ہے۔ اور باقی جتنے سوالات مذکور ہوئے ہیں ان کے بارے میں کسی کی اصل پر واقف نہیں ہوں اور نہ ہی کسی کی سند مجھے معلوم ہے اور نہ ہی کتب حدیث میں اس سلسلہ میں میری نظر سے کچھ گزرا ہے۔

امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں فرمایا کہ جو رزین صاحب الصحاح نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں بیان فرمایا ہے کہ جب آپ پتھر پر چلتے تو آپ کے قدموں کا اثر پتھر قبول کرتا اور اس پر نشان ظاہر ہو جاتا اور حافظ ابن قیم کے شاگرد حافظ ترمذی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے حضرت داؤد علیہ السلام

Marfat.com

کے لیے لوہے کا نرم ہونا تھا اور لوہا تو آگ سے نرم ہو جاتا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے پتھر کو نرم کر دیا اور پتھر تو آگ سے نرم ہوتا ہے اور نہ ہی کسی اور چیز سے اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزہ سے بڑا معجزہ ہے۔

اور پھر فرمایا کہ کیا شان ہے کہ جب آپ پتھر پہ چلتے تو پتھر آپ کے قدموں کے نیچے نرم ہو جاتا اور جب آپ ریت پہ چلتے تو خلاف عادت اس پہ نشان ظاہر نہ ہوتا۔

اور انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں کہا کہ ہم اس کتاب میں ذکر کریں گے کہ جو کسی بھی نبیؑ سے معجزہ نقل کیا گیا ہے وہ ہمارے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص وفضائل میں ثابت ہے اور جیسا کہ ہم نے بھی ابھی بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان مقام ابراہیم پہ ظاہر اور میں کئی مرتبہ اس عزت واکرام والی جگہ پہ حاضر ہوا ہوں اور پہلی مرتبہ میں وہاں ۱۴۰۲ھ میں حاضر ہوا تھا اور میں نے مقام ابراہیم پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے مبارک نشان مشاہدہ کیے ہیں اور ان سے برکت حاصل کی اور ان قدموں کے نشان پہ آب زم زم ڈال کر ان کو دھو کر بطور تبرک پیا ہے۔ اس پہ اللہ کی حمد ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں امن والوں سے بنائیں (آمین)۔

امتی حیاء کے زیادہ لائق ہے

اور امام ابن حجر نے امام بوصیری کے قصیدہ ہمزیہ کی اس شعر کی شرح میں فرمایا:

او بلثم التراب من قدم لا   نت حیاء من مشیہا صفواء

یا مٹی آپ کے قدموں کے بوسے لینے کے لیے سخت زمین آپ کے چلتے وقت بڑی حیاء و محبت کے ساتھ نرم ہو جاتی تھی۔)

اس سے یہ تنبیہ ہے کہ اے عاقل تجھ پر ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور گستاخی سے حیا کر جب تجھے علم ہو چکا ہے کہ پتھر بھی آپ کے سامنے حیا سے نرم و نازک

Marfat.com

ہو جاتے ہیں اور وہ حیا کرتے ہیں کہ مبادا کہیں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے اوپر چلتے ہوئے کوئی سختی اور تکلیف محسوس نہ ہو تو اے مسلمان تجھے زیادہ ضروری ہے۔ کہ آپ کی ذات کی حیا کرے جبکہ تو پتھر سے زیادہ آپ کے جلال و اخلاق کو جانتا ہے۔

تو ناظم (بوصیری) نے آپ کے خصائص میں سے یہ اشیاء ذکر فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ بھی جس نے خصائص پر لکھا ہے انہوں نے بھی اسے ذکر کیا ہے لیکن ان کی کوئی سند پیش نہیں کی۔ پھر امام سیوطی کی وہ عبارت ذکر کی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

امام شیخ محمد بن احمد المتبولی شافعی مصری

سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ حدیث کی کتب میں وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی؟ اور آپ جب سورج کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اور جب آپ ریت پر چلتے تو آپ کے نشان قدم اس پر ظاہر نہیں ہوتے تھے اور پتھر پر آپ کے قدموں کے نشان ظاہر ہوتے تھے۔

جسم بے سایہ

تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ابن سبع اور نیشاپوری نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی آپ کا سایہ سورج کی روشنی میں زمین پر پڑتا تھا۔

جسم پر مکھی نہ بیٹھنے کی حکمت

اور اس میں حکمت یہ ہے کہ مکھی جبار لوگوں کی ذلت کے لیے ان کے جسموں پر بیٹھتی ہے تا کہ ان کی عاجزی ظاہر ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز سے منزہ و پاک ہیں۔

Marfat.com

سایہ نہ ہونے کی حکمت

آپ کا سایہ نہ ہونے کی حکمت یہ ہے:

فھو نور ولا ظل للنور — آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا — سائے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

آپ کی ذات تمام مخلوق سے زیادہ لطیف تھی۔

اور پتھروں نے تیرا اثر سنبھالے رکھا

اور پتھر پر نشان قدم ظاہر ہونے کی حکمت یہ ہے۔ اس لیے پتھروں نے آپ کے اثر قدم کو محفوظ رکھا تاکہ ملاحدہ اور آپ کے مخالفین کا خوب رد ہو۔ ان دونوں حدیثوں کی سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن فضائل کے باب میں سے ہیں اور فضائل میں اسناد سے نرمی برتی جاتی ہے بخلاف عقائد اور احکام کے کہ ان میں نرمی نہیں برتی جاتی۔ واللہ اعلم۔

اور شفا شریف میں ہے:

لا ظل لشخصہ فی شمس ولا فی قمر لانہ کان نورًا صلی اللہ علیہ وسلم وان الذباب کان لا یقع علی جسدہ۔ — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تو سورج کی اور نہ ہی چاند کی روشنی میں تھا تو یہ اس لیے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اقدس پر نہیں بیٹھتی تھی۔

اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ زمین پر نہ پڑنے کے بارے میں ابن سبع اور نیشاپوری کی روایت پڑھ چکے اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبدالرحمٰن قیس سے

Marfat.com

اسے روایت کیا (اور وہ وضاع وکذاب ہے) اس نے اس کو عبدالملک بن عبداللہ بن الولید سے روایت کیا (جو کہ مجہول ہے) اس نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا سایہ نہ تو سورج کی روشنی میں ہوتا تھا اور نہ ہی چاند کی روشنی میں۔

اور مکھی کا آپ کے جسم اقدس پہ نہ بیٹھنا تو آپ جان چکے۔ اس کو بھی ابن سبع اور نیشاپوری نے بسند ضعیف روایت کیا ہے چونکہ شیخ الدلجی اس پہ مطلع نہیں ہوئے اس لیے انہوں نے یہ کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا اس کو کس نے روایت کیا ہے باوجودیکہ یہ شفا شریف کے حاشیہ علامہ ابن اقبرس میں ہے جہاں صاحب شفا نے یہ کہا کہ آپ کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہیں ہوتا تھا ان کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ قول ابن سبع کی طرف منسوب ہے اور اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور اس عبارت پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں جیسا کہ قرآن مجید اس پہ ناطق ہے۔

قل انما انا البشر مثلکم یوحی الی۔ اے نبی محترم اطلاع فرما دیجئے کہ میں تم میں سے ایک انسان ہوں اور میری طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے۔

لہٰذا یہ عبارت اس طرح درست ہو گی کہ اس سے مراد یہ ہے آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آجاتا تھا اور اسی طرح چاند کے نور پر بھی۔ دو نوروں کے اس اختلاف کی وجہ سے آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ نور آپ کا ذاتی ہے اور کیا یہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص تھا؟ تو ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ یہ آپ کے ساتھ خاص تھا اگرچہ ہر نبی کے لیے نور ہے۔

Marfat.com

طاہر و مطہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور کہا کہ آپ کے جسد اقدس اور کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھی۔ یہ قول بھی ابن سبع سے مروی ہے۔ اور اس کی علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (صلی اللہ علیہ وسلم) طاہر و مطہر بنایا ہے اور مکھی چونکہ جہاں بیٹھتی ہے وہاں گندگی ڈالتی ہے تو اگر آپ پر بیٹھتی تو آپ پر گندگی لگتی اس لیے مکھی آپ کے اوپر نہیں بیٹھتی تھی۔

مشکل کشا معجزات

اور میں (مصنّف) نے قاضی القضاۃ محمد بن ابراہیم مالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی یہ تحریر دیکھی کہ میں نے بعض مجامیع میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے یہ دس چیزیں ہیں کہ اگر ان کو لکھ کر گھر میں رکھا جائے تو گھر کو آگ نہ لگے گی۔ اور اگر ان کو لکھ کر آگ پر رکھا جائے تو آگ بجھ جائیگی۔

۱۔ ما وقع ظله صلی الله علیه وسلم علی الارض قط۔	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔
۲۔ ما ظهر بوله علی الارض قط	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول زمین پر ظاہر نہیں ہوتا تھا
۳۔ لم یقع الذباب علیه قط	آپ پر مکھی کبھی نہیں بیٹھی۔
۴۔ لم یحتلم قط	آپ کو کبھی بھی احتلام نہیں ہوا۔
۵۔ لم یتثاوب قط	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جمائی نہیں لی۔
۶۔ لم تهرب منه دابة رکبها قط	اس جانور نے کبھی بھی سرکشی نہیں کی جس پر آپ سوار ہو جاتے۔
۷۔ ولد مختونا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے۔

Marfat.com

۸۔ تنام عيناه ولا ينام قلبه — آپ کی آنکھیں سوتی تھیں دل بیدار رہتا تھا۔

۹۔ ينظر من ورائه كما ينظر من امامه — آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے جیسا کہ آپ اپنے آگے دیکھتے تھے۔

۱۰۔ كان اذا جلس على قوم كانت كتفاه اعلى منهم۔ — جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں بیٹھتے تو آپ سب سے بلند اور اعلیٰ نظر آتے تھے۔

اور محدثین نے ان دس میں سے بعض میں کلام کیا ہے اور مچھر اور جوؤں کے بارے میں کلام پہلے گزر چکا ہے۔

امام سیوطی کا اضطراب

ابن سبع اور امام نیشاپوری وغیرہ نے جو ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا اثر پتھر پہ ظاہر ہوتا تھا یہ عجیب بات ہے کہ حافظ شامی اس پہ واقف نہیں ہیں۔ اگر وہ اس پہ واقف ہوتے تو ضرور اس کو بیان کر کے اس پہ صحت یا ضعف کا حکم لگاتے۔

اور اس سے عجیب بات یہ ہے کہ ان کے استاذ امام حافظ جلال الدین سیوطی اس بارے میں اضطراب کا شکار ہیں۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں تو اس کے وجود کی بالکل نفی کی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا اور خصائص میں رزین وغیرہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔

اب دفع تعارض کے لیے یا تو یہ کہا جائے کہ فتاویٰ خصائص سے پہلے لکھا گیا ہے کہ اس میں اس پہ واقف ہونے کی نفی ہے لیکن بعد میں جب ان کو اس کا علم ہوا تو خصائص میں ذکر کر دیا ــــ لیکن احتمال اس وقت ہے جبکہ یہ ثابت ہو کہ فتاویٰ خصائص سے پہلے لکھا گیا ہے۔

یا پھر یہ کہا جائے کہ فتاویٰ میں اس کے اصل وجود کی نفی یا قابل اعتماد سند ہونے کی نفی کی گئی ہے لیکن غور و فکر کے بعد یہ بات سیاق کلام سے بعید معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

بہر حال اس کو ابن سبع اور نیشاپوری کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے۔

وفوق کل ذی علم علیم اور علم کی انتہا اللہ العلیم پر ہی ہوتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ شیخ قسطلانی (صاحب المواہب اللدنیہ) پر رحم فرمائے انہوں نے شرح بخاری کے کتاب العلم کے شروع میں حضرت موسیٰ و حضرت خضر کی ملاقات پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے ان کے قصے سے اس شخص کا رد ہو جاتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ اپنے زمانے والوں میں سب سے بڑا عالم ہے۔

جامعہ اشرفیہ دمشق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک ہے جس کی زیارت اور تبرک کے لیے لوگ قصد کرتے ہیں اور اس بارے میں تیسرے باب میں مختلف ائمہ کرام الوادی اشی ابن رشید و ابن محرز وغیرہما کا کلام گزرا ہے اور ابن الرشید نے (ملیء العیبۃ) میں مدرسہ اشرفیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ان مدارس میں سے ایک عمارت بہت بلند و بالا اور خوبصورت ہے اور اس میں نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعل مبارک ہے اور میں نے تبرک حاصل کرنے اور اپنی بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے اس کا قصد کیا۔ پس میں نے اس سے برکت حاصل کی اور وہاں میں نے ایک اور مریض اسی ارادے سے آتے ہوئے پائے جن کا اسم گرامی شیخ زین الدین عبداللہ الفارقی الشافعی ہے۔

اور اس مدرسہ کے قبلہ کی طرف دو کمرے بنائے گئے ہیں ایک محراب کی دائیں طرف، اس میں قرآن پاک رکھے ہوئے ہیں جبکہ دوسرا محراب کی بائیں جانب، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک رکھی ہوئی ہے اور اس کمرے کے دروازے کے تختوں کو پیلا رنگ سے رنگا گیا ہے۔ گویا کہ یہ کواڑ ایسے لگتے ہیں جیسا کہ سونے کے تخت ہیں اور اس پر حریر کے تین غلاف ڈالے گئے ہیں۔ سبز، پیلا اور سرخ اور نعل مبارک کو آبنوسی کرسی پر رکھا گیا ہے پھر نعل کے اوپر آبنوسی تختی رکھی گئی ہے اور تختی کے درمیان

Marfat.com

ہیں سے نعل مبارک کی مقدار میں کاٹ دیا گیا ہے تاکہ نعل مبارک ظاہر ہو اور بلاشک اس تختی کے نیچے نعل مبارک موجود ہے اور میں نے چاندی کے ٹکڑے کو پکڑا کہ جن کے ساتھ نعل مبارک کے اوپر لگایا گیا ہے۔ کیونکہ اس نعل مبارک کے اوپر چاندی کا ٹکڑا لگایا گیا ہے اور اس طرح اس کا ظاہر چمک رہا ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کا بوسہ لینا چاہے تو اس کا منہ اس چاندی پر بھی لگتا ہے۔ اور جب کوئی شخص اس کی مثال بنانا چاہے تو وہ کاغذ کا ورق لے کر اس چاندی کے ٹکڑے پر رکھ کر ناخنوں سے اس پر دباتا ہے اور نعل مبارکہ کی مقدار سے مثال تیار کر لیتا ہے۔

اور اس پر ایک خادم کھڑا کیا گیا ہے اور اس کو چالیس ناصری دینار دیے جاتے ہیں اور اس کو حکم ہے کہ اس دروازے کو پیر اور جمعرات کو کھولے تاکہ لوگ اس کی زیارت کریں اور بوسے لے کر برکت حاصل کریں۔

اور میں وہاں کے شیخ التدریس شیخ زین الدین الفارقی کے پاس ان دو دنوں کے علاوہ حاضر ہوا میں نے انہیں اس وقت مریض اور صاحب فراش پایا تو آپ نے اس خادم کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے دروازہ کھول دے تو اس نے میرے لیے دروازہ کھول دیا تو میں نے اس کے بوسے سے اطمینان حاصل کیا اور اس سے برکت حاصل کی اور اس سے وہ مثال مبارک بنائی جو کہ آپ نے کاغذ کے ورق پر دیکھی اور یہ مثال اس مثال سے بنائی گئی ہے جو کہ میں نے اس کے ساتھ رکھ کر بنائی تھی۔ اور وہ اصل مثال میں نے اپنے بعض دوستوں کو ہبہ کر دی جن کے سوال کو میں رد نہیں کر سکتا تھا اور ان کا مجھ پر حق تھا۔ اور میں نے یہ مثال بالکل اس کے مطابق بنائی ہے۔

اِس مثال اور اُس مثال میں جو کہ حضرت شیخ فقیہ محدث ابو یعقوب المحاسنی کے پاس ہے میں کچھ فرق ان کی جوانب میں کھلی اور تنگی کے بارے میں ہے اور کچھ فرق مثال کی پچھلی طرف سے ہے اور یہ فرق اس سے زیادہ ہے جس کو میں نے اپنے شیخ

Marfat.com

ابوعبداللہ محمد بن علی بن عبدالحق الانصاری المعروف بابن القصاب فاس شہر میں بنائی تھی اور یہ مثال مبارک ابویعقوب المحاسنی کی مثال سے قدیم ہے۔ اس کی خبر مجھے شیخ ابویعقوب نے دی۔ اور ان دونوں مثالوں میں جو اختلاف ہے جوکہ آپ نے ملاحظہ کیا اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے شیخ نے جس نعل مبارک سے مثال بنائی یہ آبنوسی کرسی پر رکھی گئی تھی اور اس کا ظاہر سارے کا سارا پوشیدہ تھا اور اس کے اوپر تختی تھی اور پھر اس نعل کی مقدار — اس پہ چاندی کا ٹکڑا تھا اور اس کا احاطہ کیلوں سے کیا ہوا تھا۔

جامعہ اشرفیہ دمشق میں نعل پاک کی آمد کا سبب

اور اس نعل مبارک کے یہاں پہنچنے کے بارے میں مجھے صاحب المقری ابوعبداللہ محمد بن علی القصاب نے خبر دی کہ اکیس شعبان المکرم ۶۲۷ھ کی تاریخ کو یہ مثال مبارک بنائی گئی اس مثال سے جوکہ شیخ ابویعقوب المحاسنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھی اور وہ مثال مبارک اس نعل مبارک سے بنائی گئی جو حضرت ام المومنین میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پاس تھی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کو ملی تھی۔ تو یہ اسی طرح وراثتاً چلتی چلتی بنوابی الحدید کے پاس پہنچی اور اسی طرح یہ متواتراً آخر تک آئی تو اس نے اپنی وراثت میں تیس ہزار درہم اور یہ نعل مبارک چھوڑی اور اس کے دو بیٹے تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی تیس ہزار درہم لے لے اور دوسرا یہ نعل پاک لے لے تو ان میں سے ایک نے تو مال لے لیا جبکہ دوسرے نے وہ نعل مبارک لے لی اور وہ یہ نعل شریف لے کر ملک عجم کی طرف چلا گیا اور وہ یہ نعل مبارک حکمرانوں اور بادشاہوں کے پاس لے جاتا اور وہ اس سے برکت حاصل کرتے حتیٰ کہ وہ واپس اخلاط شہر میں آیا اور اس نعل مبارک کو الملک الاشرف ابن العادل کے پاس لے

Marfat.com

گیا تا کہ وہ اس سے برکت حاصل کرے۔ تو بادشاہ نے اس سے ایک قطعہ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم ایک بزرگ آدمی ہو اس کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے۔ مجھ سے اس کے عوض ایک جاگیر لے لو اور یہ نعل مبارک مجھے دے دو۔
تو بادشاہ الملک العادل الاشرف نے اس شخص سے یہ نعل مبارک حاصل کر لی وہ بادشاہ ملک شام کے شہر دمشق میں رہتا تھا اس لیے اس نے یہاں ایک دار الحدیث ـــــ بنایا اور اس مدرسہ کے لیے بے شمار زمین وقف کی اور قبلہ کی جانب نماز کی ادائیگی کے لیے ایک خوبصورت اور عالی شان مسجد بنوائی اور مسجد کے محراب کے مشرق میں ایک کمرہ اس نعل مبارک کے لیے بنوایا اور اس میں آبنوس کا تابوت بنا کر اس میں یہ نعل مبارک رکھی۔ اس پہ چاندی کے کیل لگوائے اور اس تابوت کو چاندی کا تالا لگوایا۔
اور اس پہ تین قسم ـــ سبز، سرخ اور پیلے رنگ کے غلاف چڑھائے۔ اس پہ ایک شخص کو چالیس ناصری درہم جو کہ ہمارے دس درہم کے برابر ہیں وظیفہ کے طور پہ دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ اس دروازے کو ہر پیر اور جمعرات کے روز لوگوں کی زیارت کے لیے کھولے۔
پھر ابن رشید نے کہا کہ محمد بن علی بن عبد الحق انصاری مثال مبارک لے کر ہمارے پاس تشریف لائے جس کے بارے میں ہمارے شیخ ابو یعقوب المحاسنی کا قیاس ہے کہ یہ مثال اسی نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت حاصل کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔
اور امام محمد بن رشید نے کہا کہ میں نے یہ جوتا اس نقش سے بنایا ہے جو کہ ابو عبد اللہ کے پاس تھا۔ اللہ اس سے ہمیں نفع دے۔

هنيئًا لعيني ان رأت نعل احمد

(کہ میری آنکھ کے لیے بڑا مبارک ہے اگر یہ پیارے آقا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل کی زیارت کرے)

اور تمام ابیات پچھلے ابواب میں حرف دال کے تحت گزر چکے ہیں۔

Marfat.com

اور میں نے ابن رشید کے کلام کو تفصیلاً ذکر کیا تا کہ اس نعل مبارک کی تحقیق ہو جائے۔ جو کہ جامعہ اشرفیہ میں موجود ہے۔ اور علامہ ابن رشید نے اس کی خبر دی ہے۔

اور میں اس نقشِ نعل سے واقف نہیں جس پر مذکورہ بالا اشعار لکھے ہوئے ہیں شاید وہ ساقط ہو گئے ہیں یا کسی نے بطور تبرک ان کو اتار لیا ہے اور اگر اس نقش کا اصل حاصل ہو جائے تو یہ غایت درجہ کی کوشش و محنت ہو گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار ھنیا العینی۔ اسی نقش کے بارے میں ہوں جس کا اوپر بیان ہوا ہے اور اس طرح ابن محرز کا قول۔

(انا ظر شکلی والمنو اظر تعتدی) یہ ابیات بھی سابقہ (باب ملا) میں حرف دال کے تحت گزر چکے ہیں اور یہ وہی ابیات جن کے ساتھ ابن رشید نے معارضہ کیا ہے یا کم از کم اس کا قصد کیا ہے۔

اور اسی طرح ابن جابر الوادی آشی کا قول (دار الحدیث الاشرفیۃ لی الشفاء) آخر تک اور اس قصیدہ کو مکمل طور پر ہم نے تیسرے باب کے حرف فاء میں نقل کر دیا ہے۔

پس صحیح بات یہی ہے کہ مذکورہ بالا تینوں ابیات اس مثال سے ساقط ہو گئے ہیں جس کا شمار ہم نے کیا ہے۔ کیونکہ یہ نعل مبارک اپنی ذات کے لحاظ سے مقبول ہے۔ اور اس کا شمار ہم نے اپنی مختصر تصنیف "النفحات العنبریۃ فی نعال خیر البریۃ" میں کر دیا ہے۔

اور اس کی طرف ابن رشید نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ نعل بنی ابی الحدید کے پاس تھی اور اس کی مؤید وہ چیز جو کہ شیخ محدث ابو عبداللہ البرزالی تے جن سے اجازت لی ان کے نام لکھے ہیں تو وہاں انہوں نے لکھا ہے احمد بن ابی الحدید صاحب نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ۶۰۹ھ کا واقعہ ہے۔

Marfat.com

اور دوسرے باب میں ایک اور آدمی کا ذکر گذر چکا ہے کہ ابوالحدید کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک تھی وہاں دیکھنا چاہیئے جیسا کہ ابن رشید کے کلام میں گذرا کہ یہ ان کے پاس متوارث چلی آئی ہے اور امام بدری نے اپنی تاریخ" ملک اشرف" کی شان بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ بہت بہادر کریم، علم کے ساتھ محبت کرنیوالا اور علماء بالخصوص محدثین کی عزت وکرامت کرنے والا اور صالحین اولیاء اللہ کے ساتھ ہم نشینی کرنے والا بادشاہ تھا اور اس نے علماء کے لیے دارالحدیث بنایا اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک رکھی جو کہ ہمیشہ ابن ابی الحدید تاجر کے پاس رہی۔

مذکورہ شیخ ابن رشید الفہری اکابر علمائے مغرب میں سے ہیں اور میری (مصنف) سند ان تک خطیب ابن مرزوق عن الرئیس العالم عبدالمھیمن الحضرمی کے ذریعہ سے پہنچتی ہے اور میں نے آپ کا سفر نامہ دیکھا کہ اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ اجازت ہے عبدالمھیمن کے لیے جیسا کہ اس پر لکھا ہوا تھا کہ خطیب ابن مرزوق نے عبدالمھیمن سے اس کی اجازت لی۔

اور میں نے ابن الرشید کے بارے میں ازہار الریاض میں بھی بیان کیا ہے اس کی طرف مراجعت کرنی چاہیئے۔

اور امام حافظ عراقی نے ان کا ذکر الفیہ الحدیث میں اچھے الفاظ میں کیا ہے۔

ابن رشید کہتے ہیں کہ میں جب اپنے شہر سبتہ میں واپس گیا تو میں یہ نقش نظم ونثر کے ماہر اپنے شیخ قاسم القبتوری کو دکھائی تو انہوں نے اس کی شان میں یہ قصیدہ تحریر

تبصر ... مثالا لنعل مشت بها لخیر الوری طرا وسناھم قدم

(میں نے اس نعل مبارک کا نقش دیکھا۔ جس نعل مبارک کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم آتے اور جاتے تھے۔)

(میرے ہر طرف عشق کی آگ بھڑک رہی ہے اور میرے آنسو اس کو ٹھنڈا کرتے

Marfat.com

کرنے ختم ہو چکے ہیں)

(کتنے ہی موسلا دھار بارش برسانے والے بادل ہیں کہ ان کا صاف پانی زمین پر پھیل جاتا ہے اور ان میں بجلی اس طرح چمکتی ہے جیسا کہ محبوب)

(کتنے ہی مٹی ہوئی رسموں کو دوبارہ زندہ کرنے والے ہیں اور دل میں نئے ولولے اور خواہشات پیدا کرتے ہیں)

(اور ہر کریم اپنے وعدے کو بغیر کمی کے پورا کرتا ہے حق یہ ہے کہ اس پر برائی دیکھنے والا اس کو برائی کو دور کرے)

(اور خیر الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ دیکھ۔ وہ ساری مخلوق سے حسین ہیں۔ اور ہر صاحب ہمت کے لیے رحمت و مہربانی کی دلیل ہیں)

(پس اللہ کی طرف سے اس مثال (نقش) کے ساتھ ہر محبت کرنے والے کو خوشخبری ہو اور اس کا منہ اس کے بوسے لینے سے نہ تھکے۔)

(میں نے اس نقش کو عاجزی کی حالت میں پایا تو اس کو اپنی حرز جاں بنایا اور اپنے رب کی تقسیم پر خوش ہو گیا)

(اور میں نے اپنے اعضاء و جوارح اس کے ساتھ مس کیئے اور بے شمار غم و الم سے نجات پائی)

(وہ مجھے گناہوں کی پستیوں سے نکال کر بلند کر گیا اور میرے نفس کے سارے گناہ مٹا دیے)

(میں اس کا حق ادا نہیں کر سکتا اگرچہ اس کی جلالت و عزّت کی خاطر قدموں کی بجائے سر کے بل قیام کروں)

(اور اپنے نفس سے کہوں کہ اب خوشیاں منا کہ فضل رب سے تجھے بہت بڑی نعمت ملی ہے)

Marfat.com

(اور اے نقش نعل دیکھنے والے اس سے خوشیاں حاصل کر اور زندگی تمام آزمائشوں سے پاک گزار)

(گویا کہ یہ تیرے پاس ید بیضا ہے۔ تو تو ہر سیاہ و سرخ نعمت کا مغز اس سے حاصل کر)

(اے نعل کریمہ کے دیکھنے والے اس کو غنیمت شمار کر اور اللہ کا گھر غنیمت کے لحاظ سے زیادہ نفیس ہے)

(یہ مجھے کتنی ہی محنتوں کے بعد حاصل ہوئی ہے اور میں نے اس کے حصول کے لیے بہت اہتمام کیا اور مجھے ملنے کے بعد تمام غموں سے راحت نصیب ہوئی)

(اے الٰہی میرے لیے اپنے گھر کا حج آسان فرما اور میری آنکھوں کو اس کی زیارت سے جلا بخش)

(اور مجھ پہ اپنی نعمتوں کا اتمام فرما اس کی زیارت سے اور میرا ٹھکانہ خوشگوار اور اچھا بنا)

حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کو تمام عرب و عجم کے لیے فضل تقسیم کرنے والا بنا کر مبعوث فرمایا گیا)

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن مریم کی بشارت سے مبعوث ہوئے اور حضرت خلیل کی دعا سے مصطفیٰ سب امتوں کے سردار ہوئے)

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام انبیاء کے یوم قیامت خطیب ہوں گے اور ساری مخلوق کی شفاعت فرمانے والے کہ جن کا شافع اور کوئی نہ ہوگا۔)

(بشارت ہو ہر اس شخص کے لیے کہ جس نے اپنے رخسار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت سے ملے اور اپنا بڑھاپا وہاں سے ہی شروع اور وہاں ہی ختم کیا)

(اور آپ کے لیے پاکیزہ سلام ہدیۃً بھیجتے ہیں کہ اس سے جو چاہے خوشبوؤں کے حلے لوٹے)

Marfat.com

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وآل پر بھی درود وسلام ہو)

امام ابن رشید نے فرمایا کہ اس نظم کے لکھنے والے کی دعا اللہ تبارک وتعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس کے سبب اللہ نے حج بیت اللہ کی سعادت اور روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت سے سرفراز کیا۔ پھر جب وہ واپس پہنچے تو آپ کا ذوق وشوق کم نہ ہوا۔ آپ دوبارہ حج کے لیے گئے اور یہ کامیابی حاصل کیں اور پھر ہمیشہ ہی اسی طرح حج کرتے رہے۔

اور اس قصیدہ کو ہم نے یہاں بیان کیا حالانکہ حرف میم کے تحت تیسرے باب میں اس کا مقام تھا کیوں کہ ناظم نے اس بیت (یا مبصر النعل الکریمۃ نفسھا) سے ابن رشید کو ہی مخاطب کیا ہے۔

اہلِ دمشق مصائب کے وقت اِس نعلِ پاک کی طرف رجوع کرتے

اور اہلِ دمشق نزولِ مصائب کے وقت اس نعل مبارکہ سے شفاعت پکڑتے ہیں اور اس کی زیارت کرکے برکت حاصل کرتے۔ اہلِ دمشق کو ایک مرتبہ ناصر محمد بن قلاؤن کے دور میں ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جب اس نے اپنے نائب سیف الدین کراجی کو دمشق کا حاکم بنا کر اہلِ دمشق پر مسلط کر دیا تو اس نے ڈیڑھ ہزار ایرانیوں کو اہلِ دمشق پر مقرر کر دیا اور آنے والے ایرانیوں سے اہلِ دمشق عاجز آگئے۔ اور انہوں نے شہر کو بند کر دیا کیونکہ یہ مصیبت اہلِ بازار اور شہر میں وارد ہونے والے اور ان کی املاک اور چوکوں سب سے نازل ہوئی تھی۔ اور نائب مذکور نے یہ حکم نامہ جاری کر دیا تھا کہ بازار، اچواک اور دمشق کی ساری املاک اس کے وظیفے اور ایرانیوں کی تنخواہوں کے لیے ہے تو اہلِ دمشق اس ظلم پر چیخ اٹھے اور قاضیوں، خطباء اور ائمہ سے شکایت گزار ہوئے کہ تمام لوگ نائب مذکور کے پاس جائیں تو جب پیر شریف کا دن

Marfat.com

جمادی الاولیٰ کی تیرہ تاریخ ۷۱۱ھ کا دن آیا تو خطیب جلال الدین القزوینی صاحب تلخیص المفتاح والایضاح نے ایک ہاتھ میں مصحف مبارک اور دوسرے میں نعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دار الحدیث اشرفیہ سے پکڑا اور جامع مسجد میں کہ جہاں تمام خطباء جمع تھے تشریف لائے اور باب الفرج سے نکلے اور ان کے ساتھ تمام علماء، فقہا، قرأ، مؤذن، ائمہ اور عامۃ الناس تھے۔ جب وہ نائب کے پاس پہنچے اور استغاثہ پیش کیا۔ جب امام قزوینی نے اس کو سلام کیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر سلامتی نہ ہو اور لوگوں میں سے سرکردہ لوگوں کو مارا اور مصحف شریف کو پھینک دیا۔ اور نعل شریف کی بے ادبی کی اور لوگوں نے اس وقت پتھر پھینکے اور جلال الدین القزوینی کو پکڑ کر محل سے لے آئے اور مصحف شریف اور نعل مبارک کو اس سے آزاد کرایا اور دوبارہ شہر میں داخل ہوئے۔ ابھی دس دن ہی گذرے تھے اللہ نے اس نائب کو پکڑ لیا اور وہ نائب الناصر محمد بن قلاوون کے حکم سے قید کر دیا گیا اور اس کو یہ سزا جیسا کہ مشہور ہے مصحف شریف اور نعل نبویہ علیہ وعلی صحبہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی کے سبب ملی۔

اور اہل دمشق اللہ تعالیٰ کے اس انتقام سے جو کہ اس نے اس نائب سے لیا بہت زیادہ خوش ہوئے۔

جامعہ اشرفیہ والی نعل کہاں گئی؟

اور وہ نعل مبارک اب کہاں ہے اور اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ کوئی شخص ایسا نہیں جس سے یہ سوال کیا جاسکے اور وہ اس کا صحیح جواب دے۔ میرا خیال ہے کہ یہ نعل مبارک تیمور لنگ کے فتنوں کے دنوں میں کہیں گم ہوگئی کہ جب تیمور لنگ نے دمشق کو برباد کیا اور اس کو جلا دیا۔ یہ تقریباً ۸۰۳ھ کے لگ بھگ کا واقعہ ہے اور بعض حضرات سے تیمور لنگ کے دمشق کو تباہ کرنے کی تاریخ کے

Marfat.com

بارے میں یہ سوال ہوا تو انہوں نے کہا: خراب یعنی لفظ خراب ہمارے دمشق کی تباہی کی تاریخ ہے اور جب یہ سوال ہوا کہ وہ کتنی دیر دمشق میں رہا اور حکومت کی تو انہوں نے فرمایا: عذاب یعنی لفظ میں جتنے اعداد ہیں اتنی دیر تک تیمور لنگ دمشق میں رہا۔ یعنی ۷۷۳۔

یہ دونوں عجیب واقعات ہیں اور یہ بھی اتفاق ہے کہ ان کی تاریخ بھی ایسے الفاظ میں ہے کہ جو اسم با مسمّٰی ہیں۔

صاحب نور النبراس کا قول

جب میں نے یہ لکھا تو اس کے مدت بعد امام الحافظ برہان الحلبی شافعی کی تصنیف "نور النبراس علی سیرۃ ابن سید الناس" پر مطلع ہوا تو اس میں اسی طرح تھا جیسا کہ میرا گمان تھا کہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ آپ لکھتے ہیں:
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدمہ میں سے اس وقت جن آثار کو ہم جانتے ہیں کہ ابھی تک باقی ہیں ان میں سے جامعہ اشرفیہ میں نعلین پاک موجود تھیں اور یہ دونوں ایک ہی مقام پر موجود تھیں۔
اور ہمیں شیخ الاسلام شیخ الامام المحدث امین الدین مالکی نے یہ ابیات سنائے۔

وفی دار الحدیث لطیف معنی   وفیها منتهی اربی وسؤلی

(اور دار الحدیث (اشرفیہ) میں ایک لطیف چیز ہے کہ میرے تمام سوال اور عقدے وہاں حل ہو جاتے ہیں)

احادیث الرسول علی تنتلی   وتقبیل لآثار الرسول

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اس پر گواہ ہیں (دلالت کرتی ہیں) کہ رسول اللہ کے آثار کو بوسہ دینا چاہیے۔)

Marfat.com

یعنی آثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقبیل پر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم بطور دلیل موجود ہیں۔

اور دوسری بے مثال و بے نظیر نعل مبارک معروف مدرسہ شافعیہ میں تھی وہ بھی تیمور لنگ کے واقعہ میں کہیں گم ہوگئی اور علم نہیں کہ کہاں گئیں۔

اور میں نے مصر میں ایک جگہ دیکھی جو کہ نیل کے کنارے مشہور ہے اس کی دیواریں مضبوط ہیں اور اس کے طاق دریائے نیل پر کھلتے ہیں اور وہ جگہ نیل کی طرف نیچے اترتی ہے اور نیل کے پانی سے برکت حاصل کرتی ہے اور اس کے پانی سے سیراب ہوتی ہے اور اس میں ابنوس کا ایک صندوق بنا ہوا ہے اور اس پر بہت سارے پردے ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور صندوق میں آثار مقدسہ ہیں۔

ان آثار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے مبارک کا ٹکڑا ہے اور آپ کا نیزہ سرمہ کی چھوٹی سی سلائی اور چھوٹا سا برتن اور چھوٹا سا موچنا پاؤں سے کانٹا نکالنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور ہم نے ان آثار کی کئی مرتبہ زیارت کی۔ یہ مکان بڑا پر فضا اور سیر کے لئے بہت اچھا ہے۔

ایک دفعہ ہم زیارت کے لیے گئے تو قاہرہ کے بازار کتب میں امام جلال الدین بن خطیب داریا الدمشقی سے ملاقات ہوگئی۔ فرمانے لگے یہاں کیسے؟ عرض کیا ہم زیارت آثار کے لیے آئے ہیں۔ چونکہ ہمارے ساتھ ایک شاعر ادیب تھے۔ فرمایا آثار کے بارے میں کچھ لکھا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: میں نے چند دن پہلے زیارت کی تھی تو اس میں چند اشعار لکھے تھے۔

یا عین ان بعد الحبیب ودارہ ونأت مرابعہ وشط مزارہ

(اے میری آنکھوں کے محبوب کے دیار، گھر، شہر اور مزار دور ہے)

Marfat.com

فللہ الھناء لقد ظفرت بطائل   ان لم تریہ فھذہ آثارہ

تم نے وہ مقامات نہیں دیکھے مگر تمہیں مبارک ہو کہ ان آثار محبوب کی زیارت کر لی)۔

امام المقریزی المؤرخ المصری نے اپنی کتاب "السلوک لمعرفۃ دول الملوک" میں ذکر کیا ——— کہ سلطان سیف الدین جقمق جب قاضی زین الدین عبد الباسط پہ ناراض ہوا تو حکم دیا کہ اس کی خلعت اتار لی جائے اور اس کو برج میں بند کر دیا جائے اور ان کے پاس قاہرہ کا والی آیا تو حکم دیا کہ جو کچھ ان کے جسم پہ ہے سب کچھ اتار لیا جائے کیونکہ مشہور تھا کہ ان کے پاس اسم اعظم ہے اس لیے جو وہ ان کو تکلیف پہنچانا چاہتے اللہ ان کو محفوظ رکھتا۔ پس انہوں نے ان کے سارے کپڑے اتار لیے حتیٰ کہ عمامہ مبارک اور انگوٹھی بھی تو اس نے عمامہ شریف میں ایک چمڑے کا چھوٹا سا ٹکڑا دیکھا جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو پتہ چلا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مبارک ہے

ممکن ہے یہ جامعہ اشرفیہ دمشق والی نعل مبارک ہو۔ چونکہ یہ قاضی صاحب مملکت شام میں نہایت ہی وقار کے مالک تھے اور ممالک اسلامیہ مصر و شام اور ان کے ہمسایہ تمام ممالک میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے تو یہ بعید نہیں کہ انہوں نے اس نعل مبارک کو حاصل کر لیا ہو یا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دوسری نعل مبارک ہو گی جو مسلسل ان حضرات کے پاس آ رہی ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرما لیا ہے۔

امام سخاوی نے کتاب السلوک لامام المقریزی کے ذیل میں امام زینی عبد الباسط کے حالات میں ذکر کیا ہے۔ سلطان جقمق کے قدم جب استقرار پا گئے تو یہ امام زین الدین قاضی اپنی وجاہت پہ قائم اور مقید و مطلق احکام کی تنفید میں لگے رہے۔ اور اپنے قاعدہ کے مطابق اپنے کام کرتے رہے اور وہ حکم حاکم سے دور رہتے اور بادشاہ کی مخالفت سراً و اعلانیہ طور پہ کرتے رہے تو بادشاہ اس کو برداشت نہ کر سکا حتیٰ کہ ان کو پکڑ لیا۔ ان کی اولاد اور عزیز و اقارب اور ان کے اہل ارادت

Marfat.com

کو بھی قید کر لیا۔ اس بزرگ نے تین لاکھ سونے کے دینار دے کر نعلِ نبوی کا ایک ٹکڑا حاصل کیا تھا۔

اسلاف کا سرعتِ مطالعہ

امام ابوبکر قسطلانی

امام قسطلانی صاحب المواہب نے شرح بخاری میں اپنے بارے میں لکھا کہ میں نے صحیح بخاری اپنے شیخ ابوالعباس احمد بن عبدالقادر بن طریف کے سامنے پانچ سے کچھ زائد مجالس میں پڑھی۔

حافظ ابوبکر بن ثابت

امام ذہبی نے اپنی کتاب: المشتبہ: میں کہا ہے کہ حافظ ابوبکر بن ثابت الخطیب نے اپنے شیخ اسمٰعیل بن احمد پہ صحیح بخاری صرف تین مجالس میں پڑھی اور کہا کہ یہ بڑا عجیب کام ہے اور تین مجالس میں تین دن رات شامل ہیں یعنی اور دیگر کئی حضرات نے ذکر کیا کہ ان میں سے صاحب نور النبراس علی سیرۃ ابن سید الناس بھی ہیں کہ مذکورہ امام خطیب نے صحیح بخاری مکہ میں پانچ دنوں میں پڑھی۔

ابن حجر عسقلانی

اور میں (مصنف) نے کتاب "ارشاد المهتدین لمشائخ ابن فهد تقی الدین" میں دیکھا کہ شیخ علاّمہ قاضی شہاب الدین ابن حجر عسقلانی صاحب: فتح الباری، کتابت، قرأۃ اور کشف میں بہت تیز تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے صحیح بخاری صرف دس مجالس میں پڑھی اور ایک مجلس صرف چار گھنٹوں کی ہوتی تھی۔

Marfat.com

اور ان کی سرعتِ مطالعہ کی ایک مثال یہ ہے کہ انہوں نے شام کے سفر کے دوران صرف ایک مجلس میں ظہر سے عصر تک "المعجم الصغیر" پڑھی اور یہ کتاب ایک جلد میں ہے اور اس میں ڈیڑھ ہزار احادیث بالاسناد مذکور ہیں اور اس میں مصنف نے اپنے ایک ہزار اساتذہ سے احادیث تخریج کی ہیں۔ کسی شیخ سے ایک اور کسی سے دو حدیثیں۔ ان میں سے بعض بالمعنی ہیں اور زیادہ باللفظ ہیں۔

اور امام سخاوی نے الجواہر والدرر میں بیان فرمایا کہ شیخ ابن حجر نے صحیح مسلم چار مجالس میں ختم کی اور اس میں مجلسِ ختم نہیں ہے اور یہ کل وقت دو دن سے کچھ اوپر بنتا ہے۔

اور امام سخاوی نے مزید کہا کہ صحیح مسلم کی قرأت میں جو ہمارے شیخ (ابن حجر) کے لیے واقع ہوا وہ امام مجدالدین فیروز آبادی سے افضل ہے (کیونکہ انہوں نے جیسا کہ گذرا تین دنوں میں اس کو ختم کیا تھا۔)

اور مزید کہا کہ ہمارے شیخ ابن حجر نے نسائی شریف دس مجالس میں ختم کی اور ہر مجلس کا وقت چار گھنٹے تھا۔

پھر فرمایا کہ المعجم الصغیر (جیسا کہ ابن فہد کے حوالے سے گذرا) اس سے بھی زیادہ جلدی پڑھی اور بڑی کتب جن کو تھوڑی مدّت میں آپ نے پڑھا ان میں سے صحیح بخاری ہے اس کو آپ نے محدثین کی ایک جماعت سے لفظی طور پر صرف دس مجالس میں پڑھا ان میں سے ہر مجلس چار گھنٹے کی تھی۔

اور یہ وہ بات ہے جس کا ذکر ابن فہد کے حوالے سے گزر چکا ہے لیکن امام سخاوی نے اس میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ علامہ ابن حجر نے کئی شیوخ کے سامنے اس طرح پڑھی ہے۔

Marfat.com

امام اسمٰعیل بن احمد نیشاپوری

امام سخاوی نے بیان فرمایا کہ میں نے تاریخ الخطیب میں اسمٰعیل بن احمد نیشاپوری کے تذکرہ میں پڑھا کہ انہوں نے صحیح بخاری تین مجالس میں پڑھی ان میں سے دو مجالس، دو راتوں میں ہوئیں۔ اسمٰعیل بن احمد نے کہا کہ میں نے اس کو مغرب کے وقت پڑھنا شروع کیا۔ نماز فجر تک پڑھا اور تیسری مجلس دن کے وقت چاشت سے لے کر مغرب تک اور مغرب سے طلوع فجر تک اس کو ختم کر دیا

اور امام ذہبی نے اس کو خطیب کے تذکرہ میں اپنی تاریخ میں بیان فرمایا اور کہا کہ انہوں نے صحیح بخاری صرف تین مجالس میں پڑھی اور یہ وہ کام ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی اور اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

اور جب میں نے خطیب کے تذکرہ میں دیکھا تو وہاں پانچ مجالس لکھا ہوا ہے اور میرے خیال میں یہ زیادہ صحیح ہے۔

امام بدرالدین عینی الحنفی

امام ابن حجر عسقلانی کے ہم عصر حافظ بدرالدین عینی حنفی کے بارے میں بھی یہ واقع ہوا ہے کہ انہوں نے قدوری صرف ایک رات میں لکھی۔ یہ بات ابن خلیل حنفی نے (الروض الباسم فی حوادث العمری والتراجم) میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی کتاب میں شیخ زین الدین عبد الرحمٰن بن یوسف بن الصائغ المصری صاحب الخط المنسوب کے بارے میں ذکر ہے کہ ان سے کتابت کے بارے میں کئی عجائب واقع ہوئے ہیں

Marfat.com

ان میں سے: کہ ان کو کاتبوں کے بازار میں جانے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے وہاں بازار سے نکلتے نکلتے تین رسالے لکھدیئے اور بعض دکانوں کے ساتھ ٹیک لگا کر ایک قدم پر کھڑے ہوئے اور رسالہ لکھنے تک اسی قدم پر کھڑے رہے۔

ابن حجر نے زین عبدالرحمٰن کے والد کا نام "علی" لکھا جو کہ غلط ہے اور صحیح نام جیسا کہ بعض دیگر علماء نے کہا "یوسف" ہے۔

امام ابن سید الناس کی سرعتِ کتابت

ابن شحنہ نے سیرت کے شروع میں لکھا کہ ابو الفتح ابن سید الناس صاحب سیرۃ المشہورہ (عیون الاثر) نے قرآن پاک ایک جمعہ میں لکھ دیا اور سیرۃ عیون الاثر صرف بیس روز میں لکھ دی۔

ابن جریر الطبری

نور النبراس میں نقل کیا گیا کہ امام محمد بن جریر طبری چالیس سال تک ٹھہرے رہے۔ اور ہر روز چالیس اوراق لکھتے تھے۔[1]

امام عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاہین

اور بہت سارے علماء نے امام ابن شاہین کی کثرتِ کتابت کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا کہ یہ ان کی کرامت ہے اور امام ولی اللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی نے اپنی بعض

---

[1] اس طرح آپ کے لکھے ہوئے صفحات کی تعداد پانچ لاکھ چوراسی ہزار اوراق بنتی ہے (مترجم)

Marfat.com

کتب میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اور امام ابن الجوزی نے "المنتظم" میں تصریح فرمائی ہے کہ ابن شاہین سے عجیب العجائب بات یہ ہے کہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی تصانیف کی تعداد تینتیس ہزار (۳۳۰۰۰) ہے۔ ان میں سے تفسیر قرآن کریم ہے جس کے ایک ہزار جزء ہیں اور المسند الکبیر جس کے ڈیڑھ ہزار جزء ہیں اور اسی طرح اس کو ابن الخلیل حنفی نے اس شخص سے بیان کیا کہ جس نے ابن شاہین کو دیکھا کہ اس کی تصانیف ۳۳۰ ہے) ان میں سے المسند الکبیر سولہ سو جلدوں میں ہے اس لحاظ سے اگر سیاہی کا اندازہ لگایا جائے تو وہ کم وبیش اٹھائیس قنطار کا وزن بنتا ہے۔

امام تاج الدین السبکی نے بیان فرمایا کہ ہمارے بعض علماء نے مذہب شافعی پر ایک ہزار جلدیں کتاب لکھی ہے۔

امام ابو الحسن الاشعری

امام السبکی اور امام سیوطی نے بیان فرمایا ہے کہ امام ابو الحسن الاشعری کی تفسیر جو کہ جامعہ نظامیہ میں جلادی گئی اس کی سات سو جلدیں تھیں۔

امام قاضی عبد الوهاب المالکی البغدادی

اور بعض ثقہ علماء نے بیان فرمایا ہے کہ امام قاضی عبد الوہاب مالکی البغدادی نے مذہب مالکی کی تائید میں ایک کتاب "کتاب الشعرۃ فی نصرۃ مالک علی غیرہ" ایک سو جلد میں لکھی اور یہ نسخہ بعض شوافع قضاۃ کے ہاتھ لگ گیا تو انہوں نے مذہبی غیرت کے سبب اس نسخہ کو دریائے نیل میں غرق کر دیا اور میرے مصنف،

Marfat.com

گمان کے مطابق یہ واقعہ تیمور لنگ کے دور میں پیش آیا :

ابن جریر طبری

اور امام ابن جریر طبری کی محفوظ کتب کو ۸۰ اونٹوں پہ لادا گیا۔

امام ابن الانباری

اور امام ابن الانباری ہر جمعہ کو دس ہزار اوراق یاد کر لیا کرتے تھے۔

الامام الواحدی

اور امام واحدی کی یاد کردہ کتب ایک سو بیس اونٹوں پہ لادی گئیں۔

امام سبکی نے اپنی کتاب میں اور دیگر کئی حضرات نے بھی بیان فرمایا کہ جب بغداد کے مدرسہ نظامیہ کو آگ لگ گئی اور وہ جل گیا تو اس پر نظام الملک کو بڑا دکھ اور افسوس ہوا تو اس کو کہا گیا کہ غم نہ کریں ہمارے ہاں ایسا شخص موجود ہے کہ جو کچھ جل گیا ہے اس کو سب حفظ اور زبانی یاد ہے تو انہوں نے تفسیر، حدیث ولغۃ وغیرہ جو کچھ جل گیا تھا سب کچھ صرف تین سال میں دوبارہ اپنے حفظ سے لکھ دیا۔

اور میں بچپن کی عمر میں اپنے دیگر دوستوں کی نسبت زیادہ ذہین تھا۔ میرے چچا الامام متقی الانام سیدی الشیخ سعید بن احمد المقری نے مجھے بتایا کہ ان کے بعض شیوخ تلسمان میں سے جب کسی بڑی کتاب کا مطالعہ کرتے تو اسی وقت بغیر کسی جہد و تأمل کے اس کو حفظ کر لیتے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جس کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔

اور میں نے الصلاح الصفری کے تذکرہ میں دیکھا کہ ان کی کچھ تصانیف کے نام ایک دن ـــــ میں لکھی جانے والی کتب میں لکھے گئے۔

Marfat.com

ختم بخاری شریف کی برکات

اور میں نے مغرب میں حافظ الصالح ابی عبداللہ محمد بن صعد التلسمانی الانصاری کی تصنیف " روض النسرین فی مناقب الاربعة المتاخرین " دیکھی۔ حافظ الغرب ابو القاسم العبدوسی الفاسی تیونس تشریف لائے اور یہاں تشریف لانے کے بعد استسقاء کے دن انہوں نے پوری بخاری شریف پڑھ دی۔ صبح سے شروع کی اور ظہر یا عصر کے بعد ختم کر دی (ظہر یا عصر۔ اس میں مجھے شک ہے کیونکہ پڑھے ہوئے کو مدت ہو گئی ہے)

اور فاس کے لوگوں کی یہ عادت بن چکی ہے کہ تکالیف و مہمات کے وقت وہ بخاری شریف کا ختم کرواتے ہیں اور یہ دفع شر و مصائب کے لیے مجرّب ہے۔

اور یہ تمام اشیاء جو ہم نے بیان کی ہیں یہ اگرچہ ہمارے ان شرائط کے مطابق نہیں ہیں جو کہ ہم نے اس کتاب میں نقل کرنے کے لئے قائم کی تھیں لیکن یک گونہ مناسبت کی وجہ سے یہ تمام چیزیں بھی ہم نے بیان کر دیں اور یہ اس واحد القھار کا فضل و کرم ہے جس کو چاہتا ہے اس کے لئے مختص فرما لیتا ہے۔ اور وہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔ پس پاکی ہے اس قادر مطلق کے لیے کہ جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ــــ اور وہ اپنی قدرت سے عاجز نہیں آتا وہ لقا کو ممکن بنانے والا ہے اور ہمیشہ کا حاکم ہے۔ مخلوق کو فنا کرنے پر قادر ہے۔ پس کتنے ہی حفاظِ حدیث بزرگ نقاد اس زمین کے نیچے چلے گئے کہ اب ان کا زمانے پر اثر ہے اور ان کی خبریں صرف کتابوں میں رہ گئی ہیں۔ مٹی مٹی کی طرف لوٹ گئی جیسا کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔

Marfat.com

وما تنفع الاداب والعلم والحجی　　وصاحبہا لبعد الکمال یموت

(ادب وعلم اور عقل نے اس سلسلہ میں کوئی نفع نہ دیا کہ ان کا حامل کمال کے بعد آخر مرجاتا ہے۔)

کمات لقمان الحکیم وغیرہ　　وکلہم تحت التراب یموت

(جیسا کہ لقمان حکیم وغیرہ سب کے سب مٹی کے نیچے پہنچ گئے۔)

کتنا خوش نصیب ہے جو علم پر عمل کرے اور اس کو چھن جانے سے پہلے غنیمت جانے خصوصاً کہ وہ ہجوم ومصائب میں جو انسان پر وارد ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن عرب شاہ کا فرمان ہے۔

فعش ما شئت فی الدنیا وادرک　　بہا ما شئت من صیت وصوت

(جیسے چاہے دنیا میں اپنی زندگی گذار اور جو چاہے شہرت ومنصب حاصل کر)

فحبل العیش موصول بقطع　　وخیط العمر معقود بموت

(زندگی کی رسی ٹوٹنے والی ہے اور عمر کا دھاگہ موت کے ساتھ باندھا ہوا ہے)

اے اللہ تیرے ہاتھ میں تمام امور کی چابیاں ہیں۔ ہمارا خاتمہ بالخیر فرما اور ہمیں صالحین کی معیت عطا فرما۔ ہمارے دلوں سے زنگ اتار دے اور ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دونوں جہانوں میں سعادت عطا فرما۔ (آمین)

اور ہم نے نعل مبارک کی شان میں جو کچھ وارد کیا اور ہم چاہتے تھے اس کو ختم کرتے ہیں اور اس نعل، صاحب نعل ومحبوب پر صلاۃ وسلام ہر صبح وشام ہو۔ اور عشق ومحبت کی پیش ظلم کی ہتھکڑی سے ختم نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ نعل مبارک کے بارے میں بیان کیا۔ یہ نظم ونثر میں سے بہت تھوڑا ہے اور اس سلسلہ میں ہمارا عذر ظاہر ہے اور جو اس کو خوشی ومحبت کی نظر سے دیکھے گا تو وہ ہم پر اعتراض کرنے کی بجائے حسن ظن سے کام لے گا۔

Marfat.com

ترکت رسوم عزی فی بلادی　　وصوت بمصر منسی الرسوم

(میں نے اپنی شہر کی عزت کی رسوم ترک کر دیں اور میں۔ ان رسوم کو بھلانے پر مصر ہو گیا۔)

ولنفسی رضتها بالذل فیها　　وقلت لها عن العلیاء صومی

(اور میرا نفس اس میں عاجزی پہ راضی ہو گیا اور میں نے اسے کہا کہ بلندی و بزرگی سے میں دور رہوں۔)

ولی عزم کحد السیف ماض　　ولکن اللیالی من خصوم

(اور میرا عزم پرانی تلوار کی دھار کی طرح ہے اور لیکن میں اپنی راتوں سے گوشہ نشین ہو گیا ہوں۔)

اللہ تبارک وتعالیٰ خیر البریہ سید المرسلین، قائد الغر المحجلین، شفیع الخلائق اجمعین کے صدقے سے دونوں جہانوں میں ہماری امیدیں اور چاہتیں بر لائے کہ ان پر پاکیزہ درود اور اکمل سلام۔

اور جب میں اس جگہ پہنچا تو متقدمین میں سے بعض اہل مغرب کا نعل شریف کی مثال کے بارے میں بڑا نفیس کلام دیکھا لیکن اس تالیف کے خطبہ میں سے بعض اشیاء نہیں ملیں۔ جو مجھے ملیں وہ یہ ہیں:

حمد وصلوٰۃ کے بعد بعض ہمارے بڑے عزیز دوستوں (کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں عزت عطا فرمائے) نے اصرار کیا کہ مثال مبارک کے بارے کچھ ابیات لکھے جائیں تاکہ وہ اس مثال کے ساتھ تحریر کیے جائیں لیکن میں کوئی ایسی راہ نہ پاتا تھا کہ اس کی مراد کو پہنچوں اور اس سعادت میں اضافہ کر دوں انہوں نے ایک صالح عمل کی طرف بلایا تھا جس میں ثواب جزیل کی تمنا بہر حال تھی اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ان کے سوال کو رد کر دوں۔ اگرچہ شعر کہنا میرا فن بھی نہیں ہے ثواب میں

Marfat.com

اس میں کوئی برائی بھی خیال نہیں کرتا کیونکہ اس میں سید البشر جو کہ روز محشر کو ہمارے شفاعت فرمانے والے کی تعریف ہے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی محبت افضل اعمال میں سے ہے اور آپ کا ذکر افضل اقوال میں سے ہے تو میں نے ایک نظم پانچ قطعات پر مشتمل لکھی اور اس کو چھٹے قطعہ کے ساتھ ملایا اور یہ ان تمام قطعات میں نعل مبارک کی مثال کا ذکر ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میرے لیے اس کو سب وسائل سے زیادہ نفع مند بنا دے۔

اذا لاح للصب المشوق مثال　　من آثار من یہوا کا ھاج خیال

(جب یہ مثال کسی اہلِ محبت کے سامنے ظاہر ہوتی ہے تو خواہشات وخیال آثارِ محبوب کی طرف لپکتے ہیں)

ان پانچ قطعات کے ساتھ کامل قصیدہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور فضل و کرم سے میرے لیے آسان بنایا تو ان قطعات کو لکھا اور میں نے شوق میں حرکت کی اور یہ چھپائی ہوئی دولت ہے اور اجر چاہنے والے کی خاطر باقی رکھنے والی چیز ہے۔ یہ قصیدہ خمار سے بھرا پڑا ہے اور ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق پیدا کرتا رہے گا اور پھر اس شوق کو زیادتی بخشتا رہے گا۔ اور کوشش ومحنت کرنے سے محبت کا ظہور ہوگا اور ہر چھپی ہوئی چیز حاصل ہو جائے گی۔ پس اس سے عشق ومحبت کا غبار طلب کر اور عشق کی سوزش وسرخی مانگ۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب واہل بیت اطہار اس سے بہت بلند وفائق ہیں لیکن یہ نظم میرے لئے اس دن شرف ہوگی کہ جس دن کوئی شرف وحسب نسب فائدہ نہیں دے گا اور اس دن میرے لئے وسیلہ ہوگی کہ جس دن کوئی سفارشی سفارش نہ کرے گا۔

میں اگرچہ اس قابل نہیں ہوں، کمزور فہم والا ہوں، زیادہ تقصیروں اور

Marfat.com

گنہگار ہوں۔ لیکن میں اپنے مولا کریم جل جلالہ پہ اعتماد کرتے ہوئے اس مشکل راہ پہ گامزن ہوا ہوں۔ کیونکہ قدیم سے اب تک لوگ اس کی اعانت کے بھروسہ پر کام کر رہے ہیں۔

اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور یہ کہ وہ مجھے امید کے دروازے سے اس وقت تک نہ لوٹائے جب تک کہ میں اس کو حاصل نہ کر لوں۔ کیونکہ جب بھی کسی نے اپنی مشکل اور بڑی تکلیف کی دوری کا اس سے سوال کیا تو وہ مصیبت ٹل گئی۔

جب اس مقام پہ پہنچا تو میں نے بارگاہِ خداوندی میں استخارہ کیا اور اس کے فضل عام کا سوال کیا اور اس مشکل کام کی آسانی طلب کی۔ اور عزم مصمم باندھا کہ مدد کے بادل برسنے والے ہیں۔

تو میں نے اس نظم کو لکھنا شروع کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدحت شروع کی اور جو کچھ ممکن تھا آپ کے فضل و کمال کی طرف متوسل ہوا۔

اور اللہ کی استعانت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و کرامات جو کہ ظاہر و باہر ہیں کو بیان کرنا شروع کیا۔

اس امید کے ساتھ کہ اللہ میرے دل کی تمنائیں پوری فرمائے گا۔ اور اس نظم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے زینت بخشی اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب کا ذکر خاص و عام طریقہ پہ کیا کہ وہ آسمان ہدایت کے سورج چاند یا ستارے ہیں اور امید متقدم کے ساتھ اس نظم کو طول دیا۔

یہ آخری کلام ہے اس مغربی اندلسی عالم کا جو کہ میں نے لکھا اور یہ قصیدہ رائیہ حافظ ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ ابن سالم الکلاعی کے قصیدے کے معارض لکھا گیا جس

Marfat.com

کو میں نے حرف "را" کے ردیف کے تحت کچھ حصہ بیان کیا جو کہ اس کتاب کے تیسرے باب میں گذر چکا ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیئے اور میں اس پورے قصیدے پر واقف نہیں ہوا لیکن جتنا مجھے یاد تھا اتنا میں نے وہاں لکھ دیا ہے۔

اور میں نے قصائد میں سے جو میری وساطت میں تھا قلت بضاعت ہونے کے باوجود وہ میں نے لکھ دیا ہے اور میرا ارادہ اس طویل کلام سے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے تبرّک کا تھا۔ تاکہ اس شفیع المذنبین کے اُن چاہنے والوں کی فہرست میں میرا ذکر ہو جنہوں نے اس ذات مقدس کے فیوض و برکات اکٹھے کیئے ہیں جیسا کہ اس طرف مفتی امام شیخ عبدالرحمٰن بن عیسٰی بن مرشد الحنفی مفتی سلطان مکہ (کہ اللہ ان کو کمال تک پہنچائے اور ان کی امیدیں بر لائے اور ان کے اموال کو پاکیزگی عطا فرمائے) نے اس خط کے آخر میں اشارہ فرمایا ہے جو کہ ان کی طرف سے مجھے پہنچا اس تصنیف لطیف کی صورت میں جو میں نے خدمت کی اور نعلین مبارک کی تعریف میں جو کچھ اکٹھا کیا اور پھر اس کی تلخیص بصورت نظم لکھی کہ اس خدمت میں ہمارے ساتھ حضرت انس بن مالک بھی شریک ہیں یعنی انہوں نے بھی نعلین پاک کی عظمت خوب بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔ بے شک اس قدم کو جو شان عطا فرمائی گئی ہے اس فضیلت سے تو دیگر ہاتھ بھی محروم ہے اور انگلیاں اس کی کمال کی طرف مشیر ہیں اور قدم اس کے شمائل کی طرف کوشش کر رہے ہیں اور اس سعادت کا ایک جزو بھی نہ تیرے دائیں میں ہے اور نہ ہی بائیں میں۔ اور تنگی کے وقت اس کی عطا بھرپور ہوتی ہے۔ میں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے لیے اس کو آسان فرمائے اور مجھے اس عظیم مقصد کے انوار سے نوازے۔ اور میرے اس عمل کو ریا اور دکھلاوے سے بچا کر صرف اپنی رضا کی خاطر کام کی توفیق عنایت فرمائے۔

Marfat.com

مبشّرات

ابھی میں نے کتاب کی ابتدا ہی کی تھی اور اللہ کی مخلوق میں سے کوئی شخص میرے اس کام سے واقف نہیں ہوا تھا کہ مجھے کچھ معتبر اور ثقہ لوگوں نے بعض صالحین سے بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک سواری پیش کی جسے نہایت ہی خوبصورت زیورات سے سجایا گیا۔ لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کر رہے تھے لیکن نہ جانتے تھے کہ یہ کس نے ہدیہ بھیجا ہے۔ تو اچانک آواز آئی کہ یہ ہدیہ شیخ مقری نے بھیجا ہے۔ جب خبر دینے والے نے مجھے بتایا تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ مرکوب سے مراد نعل ہے۔ کیونکہ وہ بھی مرکوب بنتی ہے اور زیورات سے مراد اس کے اوصاف ہیں، باقی اعمال کا مدار نیت پر ہوتا ہے۔

اور مجھے ایک اور شخص نے بعض ہم عصروں سے خبر دی کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے کئی مدح کرنے والوں کی تعریف فرما رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے مؤلف کی طرف نظر کرم فرمائی اور مؤلف اس معظم و مکرم محفل میں حاضر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمثال نعل میں سے جو کچھ پڑھ رہے تھے ۔۔ وہ اسی کتاب میں سے تھا۔

اور میں نے اتوار دس شوال ۱۰۳۱ھ کو سفر مدینہ طیبہ علی ساکنہا الصلوٰۃ والسلام میں سروحا کے مقام پر دیکھا کہ نیل کے کنارے میرا ایک باغ ہے اور اس کے پاس اور کئی باغ ہیں لیکن دریائے نیل کا پانی قریب ہونے کے باوجود ان میں داخل نہیں ہو رہا۔ جس پر میں تعجب کر رہا ہوں حتیٰ کہ دریائے نیل کا پانی بغیر کسی کلفت کے میرے

Marfat.com

باغ میں داخل ہوگیا اور دیگر باغوں کے بجائے میرے باغ میں ہریالی ہوگئی جس کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوا۔ اور میں نے کہا کہ کاش میں اس باغ میں کچھ بوتا۔ میں ابھی اسی خیال میں تھا کہ ایک شخص وہاں دو مثالیں لے کر آیا جو کہ نعلین مبارک کی مثالیں تھیں۔ اور

قال لی اذرع ھذین فی بستانک۔ مجھ سے کہا کہ تو ان مثالوں کو اپنے باغ میں کاشت کر

جس پر میں بہت خوش ہوا اور میں نے گمان کیا کہ یہ دونوں وہ مثالیں ہیں جو ہم نے اس کتاب میں نمبر ایک اور دو پہ پیش کی ہیں۔ اور میں نے اس خواب کی یہ تاویل کی کہ اس سے مراد میری یہ تالیف ہے اور نیل سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس نے میرے عمل کو اپنے لئے بنا لیا۔

اور میں اللہ جل مجدہٗ الکریم کی بارگاہ میں سعادۃ ابدی حاصل کرنے کے لیے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سب سے پہلے نبی تھے اور ہم کو اللہ تعالیٰ صاحبِ قدم کے صدقے عدم سے وجود کی طرف لایا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میں نے یہ شعر اسی سلسلے میں کہے ہیں۔

یارب بالقدم التی اوطاتھا من قاب قوسین المحل الاکرما

(اے رب ان مبارک قدموں کے صدقے جو کہ قاب قوسین کے مبارک مقام تک راستہ طے کرتے ہوئے پہنچ گئے۔)

ثبت علی متن الصراط تکرما قدمی وکن لی منقذا و مسلما

(میرے قدموں کو پل صراط پر عزت کے ساتھ ثابت قدم رکھ اور مجھے سلامتی سے اس سے پار کر دے)

اور میں اپنے رب کے کرم سے امیدوار ہوں کہ وہ میرے تمام گناہ معاف فرمائے۔

ہ

Marfat.com

اور مجھے نعلین کی مدحت و تعریف کرتے ہوئے حسنِ نیت عطا فرمائے جس نعلین کے فضائل و برکات حد و شمار سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض کو میں نے شمار کیا ہے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو حاصل کر لوں اور میرا خاتمہ بالخیر ہو۔

خاتمۃ الکتاب

میں اس کتاب کی تصنیف سے ماہ شوال ۱۰۳۰ھ کو قاہرہ محلہ المعزبہ میں فارغ ہوا۔ اور میں نے اس کے متعدد نسخے تیار کیے جو روم و دیگر ممالک کی طرف بھیجے گئے۔ اس کے بعد پھر اس میں کچھ اور مزید اضافے کیے گئے۔ یہ نسخہ میں نے مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس اور منبر شریف کے درمیان سرِ اقدس کے سامنے ریاض الجنۃ میں حجرہ شریف کی کھڑکی کے پاس اس طرف جہاں ستون توبہ ہے اور اس صف میں جو کہ روضہ مبارکہ کے دروازے پر ہے جو کہ باب الوفود کے نام سے معروف ہے اور اس کام کی ابتداء منگل کے روز ماہ رمضان المبارک ۱۰۳۰ھ کو ہوئی اور یہ مبارک کام منگل ۲۵ ر رمضان المبارک کو اختتام پذیر ہوا اور ہر روز میں اس کو چاشت سے وقت سے لے کر نماز ظہر تک لکھتا تھا۔ تو اللہ کے فضل و کرم اور عنایت سے نصف ماہ میں میں نے اس کو مکمل کر لیا۔

اور پھر اس مقام پر میں نے کچھ نظم بھی اس میں شامل کر دی ہے اور یہ سب کچھ اس مقصد کے لیے کیا ہے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل ہو اور دنیا و آخرت میں خوف سے امن ہو۔ اور یہ کتاب میرے لیے ذخیرۂ خیر ہو۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اس کے آخر میں یہ تحریر بھی ہے:

"اس کتاب کو لکھنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ

Marfat.com

کے ساتھ مَس کیا اس کے مؤلف احمد بن محمد مقری المغربی المالکی (اللہ تعالےٰ اس کی دست گیری فرمائے) منگل کے روز رمضان المعظم ۱۰۳۳ھ - مدینہ منورہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وعلیٰ اخوانہ النبیین والمرسلین وآلہ واصحابہ الاکرمین ازکی الصلوٰۃ وانمی التسلیم -

مذکورہ نُسخہ کے کاتب کے تأثرات

میں ابوالمظفر محمد المعروف بشرف الدین الفاروقی الحنفی الفاطمی الدکنی الحیدرآبادی کہتا ہوں کہ میں نے اس نسخہ کو آٹھ کاتبوں سے اس وقت لکھا جبکہ میں مدینہ منورہ میں کافی مدّت زیارت کے سلسلہ میں مقیم تھا اور اس کی کتابت کی ابتدا ماہ رمضان میں ہوئی اور اسی ماہِ مبارک کے آخر تک ۱۳۰۷ھ ہجری کو مسجد نبوی میں روضۂ اقدس کے قریب مکمل ہوئی -

ناشر کتاب ھٰذا کے تأثرات

دائرۃ المعارف نظامیہ کا تصحیح کنندہ کہتا ہے کہ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ یہ اصل کتاب ماہِ شوال میں مصنّف نے مکمل کی جبکہ اس کو رمضان المبارک میں شروع کیا تھا۔ تو الحمد للہ ہم بھی اس کی تصحیح سے شوال کے مبارک مہینے میں فارغ ہوئے ہیں -

اور دوسرا نسخہ جس سے اس کا مقابلہ کیا گیا اس پر یہ تحریر ثبت تھی

اور اس کتاب کی کتابت سے بدھ ۴ شعبان المعظم ۱۰۷۱ھ میں احقر العباد وافقرھم الی ربہ مغفرۃ عبدالفتاح الاشمونی فارغ ہوا -

Marfat.com

اور نسخہ جس سے اس نسخہ کا مقابلہ کیا گیا

اس نسخہ کی کتابت سے فقیر عبدالفتاح الاذہری جمعرات ۲۷ ذی القعدہ ۱۰۶۵ھ ہجری کو فارغ ہوا۔

تقریظات

اس مبارک تصنیف پر بہت سارے قابل قدر علماء کرام نے تقریظات لکھی ہیں جو کہ قلمی حالت میں موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام العالم العلامۃ الحبر والبحر الفہامہ احمد بن عبد الرحمٰن بن عبد الوارث المالکی الصدیقی

تعریف وحمد اس ذات کی جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام بلند تک بلند فرمایا۔ اور ان کی عظمت کا جھنڈا آسمانوں کے اوپر نصیب فرمایا جہاں وہ لہرارہا ہے اور ان کے مبارک قدم کو شرف وعظمت کا جھنڈا۔ اور ان کی تقدیم جوزا اور ثریا پر پہنچی ہوئی ہے۔ ان کا ہر کام آنکھوں کے لیے ٹھنڈک اور مردہ دلوں کو زندہ کیا اور ان کی قامت اور بزرگ ہئیت کے صدقے ان کے قبیلے اور عنصر کو تکریم عطا فرمائی۔ وہ کریم النفس والاصل اور خوبصورت کہ ان کا باطن ازھر پُر از نور اور ان کا سینہ اطہر علم ولقین کا مخزن و منبع ہے اور ان کے چہرہ مبارک اور کمر شریف کو ان لوگوں کا قبلہ بنایا کہ اس کی طرف توجہ کرتے ہیں جو کہ اللہ کے نزدیک وجیہ ہیں اور ان کی ذات منورہ اکمل واتم ہے۔ اور تمام کمال ان کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور ان کے نور کی چمک روز افزوں ہے اور تمام صفات کمال ان میں

Marfat.com

ذات میں مجتمع ہیں اور ان کے نور کی چمک روز افزوں ہے اور تمام صفاتِ کمال
ان میں جمع ہیں اور ان کی جلالت قدر ایسی ہے کہ کسی اور میں نہیں بلور ان کی نعلین
پاک کو ایسا مقام رفیع عنایت فرمایا گیا کہ وہ بادشاہوں کے سروں کے تاج اور
زیور بن گئے اور ان کے چلنے اور نشانِ قدم کی وجہ سے زمین کو عزت و بزرگی مل گئی۔
اور میں گواہی دیتا ہوں اور یہ گواہی ہر سعادت کو پہنچتی ہے اور تمام امیدوں
کے مستقبل اور ماضی میں حصول کے موجب ہے۔ بے شک اللہ وہ منفرد ذات
ہے کہ کسی ایک ذات میں اتنی سعادتوں کا اکٹھا ہونا محال ہے اور یہ ایسی امید
ہیں کہ ان تک پہنچنا محال ہے وہی جلال والا اور عزت و اکرام والا ہے۔
اور ہر عظیم کمال اسی کے لیے ہے۔ اور اس نے تمام حکمتوں کو محکم انداز
میں بنایا ہے۔ وہ پاک ہے کیونکہ وہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے
لائق نہیں۔ وہی ذات کریمہ ہے کہ جس نے ہم پر اپنا جود و کرم نچھاور فرمایا ہے
اور ہمارے دلوں سے زنگ اور جہالت کو مٹایا ہے۔
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندۂ
خاص اور ایسے رسول ہیں جن کے نور نے گمراہی اور گندگی کو زائل کر دیا۔ اور ان
کو جوامع الکلم کے ساتھ خاص کیا گیا اور ان کی رسالت، تمام مخلوقات کے لیے
ہے اور آپ کے کمالات آپ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ اور آپ پر حسن بیان،
اشارہ اور دلالت کے ساتھ آسان فرما دیا گیا۔ اور آپ ہی کی طرف معارف تحقیق
اور عوارف تصدیق پناہ ڈھونڈتے ہیں اور تمام کائنات سے چنے ہوئے ہیں۔
اور تمام قبائل و اساطین سے عزت والے ہیں۔ وہ ایسے صاحب حسب و نسب
عالی اور صاحب جلالت ہیں کہ تمام بہادروں کی بہادری ان کے جلال و کمال
کے سامنے ہیچ ہو گئیں اور آنکھیں ان کی فضیلتوں کی بلندیوں تک پہنچنے سے

Marfat.com

عاجز آگئیں اور ان کا نظیر و مثل نہ دیکھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے درود اس زینت جود و کرم کے شرف پر۔ مصیبتوں میں امداد کی سعادت کے روح رواں کہ ان کا سایہ اللہ کا سایہ ہے اور سلام اس پر کہ جس کی خوشبو سے چینبلی شرمائے اور ان کی مبارک خوشبو عنبر اور کستوری سے زیادہ بھلی ہے اور کوئی بھی صاحب کمال ان کے کمال تک نہیں پہنچا، اور ان کی آل و اصحاب جو کہ فضیلت و کرم والے ہیں۔ ان پر بھی صلاۃ و سلام۔

اما بعد، بے شک فضائل و ثمرات دیکھنے میں ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔ اور بظاہر نظروں میں ان کی ایک ہی شکل ہوتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک دوسرے سے دور اور الگ الگ ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہر ایک جیسے اور کنارے ملے ہوئے ہوتے ہیں بالخصوص ایسے فضائل کہ جن میں اوہام بھی کثرت سے حائل ہوں اور ان کو ذی فہم لوگ بھی ہمیشہ نہ سمجھ سکیں اور ان کی شیرینی کہ جب وہ پک کر تیار ہوں اور جن کا خاتمہ محمود ہو اور اسلاف جن کے خواہش مند ہوں جب ان کے سایے طویل اور قدم پختہ ہو چکے ہوں۔ بلند علم و بلند مقام بالخصوص وہ فضائل کہ جن کا تعلق اس نبی الانبیاء کے ساتھ ہو کہ جن کے اجلال کا تحقق ساری کائنات پر ہو چکا ہے۔ وہ صفی الاصفیاء ہیں اور اس میں کوئی انکار کی گنجائش نہیں کہ ان کے نام سے سب کو شرف حاصل ہوا اور سننے والے جن کے ذکر سے مقامِ بلند سے حاصل کرتے ہیں۔

(عالی ہمت سینے ستاروں کی چمک گاہیں ہیں لیکن یہ حد سے گزرتے والوں کے دلوں سے نور دور رہتا ہے)

(اور یہ عالی ہمتی قوی و مضبوط لشکروں پر کثرت سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور لشکر اس کے ساتھ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں)

(اور اکثر شہروں کے سرداروں میں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ بڑے [illegible] جیسے

Marfat.com

کرنا جلال میں آنا، نرم چلنا اور ذوی المناقب ہونا۔

اس کے جود و کرم کی آواز یوں پھیلتی ہے کہ وہ سوال سے بے پرواہ کر دیتی ہے مطلوب کو عزت دیتی ہے اور نہ ہی طالب کو ذلت۔

اور اس کی ہدایت پر رات کی ظلمت کو چیر کر روشن ہوئی اور راتوں کی ظلمت بھاگ گئی۔ اس کے نور کی تجلی روشن اور ہدایت کے ستارے یوں چمکے کہ اُن کو غروب نہیں جبکہ آسمان کے ستارے غروب ہو جائیں گے۔

دشمنوں کے دل ہدایت سے دور ہیں اور جھوٹے لمبی امیدوں والے کھو چکے تھے۔

اور ہدایت یافتہ ان کے بہت قریب ہیں اور وہ اس سعادت سے بہرہ مند ہوئے جس سے دشمن ایک طرف رہ گئے۔

اور ان کے سینہ میں علم کے بحرِ ذخّار موجزن ہیں اور ان کی ہتھیلی جود و کرم برسا رہی ہے۔

وہ رسالت کے خاتم اور ان کی عزت ہیں اور ان کی صبح کے روشن سورج ہیں۔

ان پر افضل ترین درود و سلام ہو اور اشرف تحیات ہوں۔

جب یہ سونے کی دھار سعادت کی لڑی میں پروئی گئی اور یہ سعادت کا ہار بن گیا اور اس کی وسعت اور کشادہ ہو گئی اور یہ چادر سعادت پھیل گئی یعنی یہ بحث اس مبارک اور عزت والے قدم کی نعل کے بارے میں ہے کہ جس کی بلندی زمین و آسمان سے بلند اور یہ ہر حال میں سرداروں کی سروں کا تاج کیوں نہ ہو کہ ثریا سے بلند اس کا اثر ہے اور اس کی ہیئت ہر حال میں کوہ یلملم اور کوہ شبیر پر بھی متحقق ہے۔

نعل سما فوق هام الفرقدين وما   دانا ه تاج على راس وان صعدا

نعلین تمام ستاروں سے بلند ہیں اور کوئی تاج ان تک نہیں پہنچتا خواہ

Marfat.com

وہ کتنا ہی بلند ہو)

هو الهلال الذی قد شق فی فلک   من اجل هيبة من لله قد سجدا

(وہ ہلال ہے کہ جس نے آسمان کو شق کردیا اس کی ہیبت سے جس نے اللہ کے لیے سجدہ کیا)۔

مثال پاک کی عظمت پر فخر کہ کیونکہ سب دنیا کی ضرب الامثال اس مثال پہ فخر کرتی ہیں۔

اور یہ کمالات کی جامع ہے تو اس کرم کے بادل (مثال مبارک) کے انوار و تجلّیات سے اپنے دامن بھرلو۔

اور ان بادلوں کے فضل کی بارش بڑی موسلا دھار ہے تو اس بلندی اور شرف سے اپنے دونوں ہاتھ بھرلو۔ اور افلاک سے اس کا نزول مانگ۔

تو میں اس مثال مبارک کے بارے میں کہتا ہوں اگرچہ اس کی مثل کوئی نہیں اور میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جن کو اس کی برکت پہنچی جیسا کہ تجھ کو نظر آرہا ہے۔

نقش نعل مبارک کے روشن سورج نے ہر چیز کو منوّر کر دیا اور یہ تو نور کا بدر تمام ہے۔

اور یہ نقش زبانِ حال سے اعلان کر رہا ہے کہ اس کی شکل معنوی لحاظ سے ہماری شکلوں کی تصویر ہے۔

کون ہے جو ہماری مماثلت کرے اور ہمیں دیکھے۔ ہم بزرگی اور شرف کو اس کا طواف کر کے اکٹھا کرتے ہیں۔

ہم نے اس کی حسنِ صورت سے بہتر کوئی راحت والی چیز نہیں دیکھی اس کی شفقتِ عامہ سے ہمارے دل منور ہیں۔

Marfat.com

اور جب میں ان فوائد سے واقف ہوا کہ جن کی طرف سفر کیا جاتا ہے۔ ان یکتائے روزگار اشیاء کی طرف۔ اس بہت بڑے دریا میں علل بیان کی گئی ہیں کہ جہاں یہ چھوٹے چھوٹے ... جانے سے قاصر ہیں اس پاکیزہ جگہ پر۔

اور جب میں اس کتا... بلکہ ایسے فوائد کا منبع ہے کہ جن کی طرف کجاوے کسے جائیں اور ایسے یکتا... روزگار اشیاء کا مجموعہ کہ جن میں ان کی علل بیان کی گئی ہیں۔ یہ بحر بے کنار کہ ہر ...کیزہ مورد اور شیریں گھاٹ کہ دل اس کی طرف کھنچے چلے جائیں اور سروں کے تاج اور زمانے کی یکتا اور نادر آنکھوں کی ٹھنڈک، موتی نایاب موتی، زمانے کا فخر، مشکلات کے دور کرنے والے اور ائمہ اسلام کی سعادت اور ان کے شملوں کے سردار، اکابر سے جو علم حاصل ہوا اس علم کے وارث اپنے غائب و حاضر آباء و اجداد کی خوش نصیبی اور یہ سِرّ انہوں نے اپنے اسرار دلبصائرہ والے اکابر سے حاصل کیا ہے۔

آقا عزّت و کرامت میں یکتا ہوتا ہے اگرچہ یہ اپنوں کی بیٹیوں سے ہوتا ہے وہ لوگوں سے علیحدہ ہوتا ہے حالانکہ وہ انہی کی جنسوں سے ہی ہوتا ہے جیسا کہ پتھروں میں سے اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ہوتا ہے۔ کسی قائل نے اس کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

تیرے ہم عصر تیری ذات سے فخر حاصل کرتے ہیں اور بلندی کا گھوڑا سواری والے گھوڑے سے جدا ہوتا ہے۔

فان زعم الاقوام انک منھم   فخارا فان لشمس بعض الکواکب

(اگرچہ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ تو ان میں سے ہے اور وہ اس پر فخر کرتے ہیں جبکہ سورج بھی تو سیاروں میں سے ایک ہے)

وہ (مصنّف) علماء کا امام بلکہ ان کا خطیب ہے۔ وہ قدوۃ الاعلام بلکہ ان

کا رئیس اعظم ہے)

(امام ـــ کہ اس کا ذکر کب لکھائی کا محتاج ہے بلکہ وہ تو دلوں میں

(کتنے ہی اصحاب اپنے حسن میں بے عیب ہیں کہ ان کی حمد و تعریف پاک

دلوں میں ملی ہوئی ہے)

(اور ان کے علم سے حدیث کا نور پھوٹ رہا ہے کیونکہ وہ روایت کرتے ہے

ہیں امام ابن منبہ سے)

(ان (مصنّف) کے اشعار بارش کی طرح ہیں گویا کہ وہ بلاغت میں

حضرت سحبان بن وائل کے تابع ہیں)۔

(ان کے اشعار ایسے ہیں گویا کہ جن کو کند ذہن غبی بھی سمجھتا ہے)۔

(معقولات و منقولات کے بکھرے ہوئے مفردات کے جامع ہیں اور

گزرے ہوئے موتی زمرد کے اکٹھا کرنے والے جن کے وصول کی کوئی

حد نہیں ہے)

(معارف کے صحیفوں پر بلاغت کی بارش برسانے والے اور عوارف

کے میدانوں میں فصاحت کے گھوڑے دوڑانے والے ۔ ایسے سورج

کہ جن کے علم کے مشارق روشن ہو گئے اور وہ اگرچہ نادر ہے لیکن اس

سے روشنیوں میں اور رنگ بھر گیا)۔

(اس کے معارف ایسے کہ کبھی تو وہ افق غربی پر چاند بن کر چمکتے ہیں اور

کبھی سورج)۔

(اور ممالک مغرب اور تیونس میں اس (مصنف) کے سوا کسی دوسرے

سے سوال پوچھنے سے وحشت نازل ہوتی ہے)

(وہ علم کا ایک ایسا ستون ہیں کہ زمانہ ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے)

Marfat.com

ان سے زیادہ نفع دینے والے کوئی عالم نہیں چاہے وہ ابن کثیر
سے ہی روایت کیوں نہ کرے اور پورے مشرق میں ان سے زیادہ
حق والا کوئی نہیں کیونکہ ان کے ساتھ مغرب کے ستارے چمکے۔ اور
اس میں کریم جل جلالہ نے اسی عالم کے صدقے کرم عمیم فرمایا ہے)۔
اگرچہ اس کی مانند اور بھی ہیں لیکن کہنے والا کہتا ہے کہ قوس قزح سے
سورج زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔
وہ تحقیق کی زمام اور اہلِ تصویر وتحقیق کے سردار ہیں وہ زمانے کے
فصیح اللسان اور فخر ہیں۔
وہ اس (زمانے کے) ذہین ترین، اس کے سر کے تاج عمدہ ترین
اور تجربہ کار ہیں۔ وہ علامہ ہیں مشرق و مغرب کے میری مراد ہے:
الشیخ الامجد والمحتد الاوحد، احمد بن مولانا الشیخ البرکۃ محمد المغربی المقری
المالکی مذہباً۔ الشاذلی طریقۃً وادباً۔ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں میں
سرفراز فرمائے اور اپنے کرم کے سورج سے اس وجود کو منور فرمائے۔
اور ان کے معارف زمانے کے اعلام کے سروں پہ ہمیشہ سج رہے
اور ان کے علوم کے دریا فہموں کے باغوں کے مکارم پہ بہتے رہیں۔
انہوں نے یہ کمیاب و نادر چیزیں ایک ہار میں پرو کر، ان کو سجا کر
بیان کر دیا اور اس کو عرفان کے زیور سے آراستہ کیا اور اس کتاب میں
جس کا نام (فتح المتعال فی وصف النعال) ہے کہ
زمانہ اس کی مثال لانے سے عاجز ہے۔
(اس میں نعل مبارکہ کی صفات و اجلال کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ
اس کے جاننے اور پرکھنے کی عجیب طرز پہ اشارہ کر دیا گیا ہے۔)

Marfat.com

اور اگر میں اس پر تقریظ لکھنا چاہوں تو اس کی عمدگی اور اچھائی بیان کرنے سے قاصر ہوں)

(اور اس کے صفحات قافیہ اور سجع کے محتاج نہیں اور مجھے علم ہے کہ یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ اس کی مثل ایسا کوئی راستہ نہیں کہ جس پر چلا جائے)

(اور نہ میرے مقدور میں ہے کہ میں زمانے کی لگام تھام کر اس کی قیادت کروں تو میں اس سے رک گیا اور میں نے اللہ مجدہ الکریم سے ڈرتے ہوئے استخارہ کا عمل کیا)

اور پھر جب میں نے یہ جان لیا کہ یہ کام مجھ پر ضروری کر دیا گیا ہے اور انصاف کا قاضی سوائے حق کی گواہی دینے اور صحیح بات کرنے کے راضی نہ ہوگا تو میں نے انکار کے بعد پھر اس کے لکھنے پر کمر ہمت باندھی اور میں توکل کے کشادہ صحن میں فتح کے دروازے سے داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے لیے استخارہ کیا تاکہ میں یہ اطاعت کا کام کر سکوں اور ایک خوبصورت تجربہ کامیاب اور مقبول ہو جائے تو میں نے اس بند آستین (ہتھیلی) کے اندر کیا ہے اس میں غور و فکر کیا تو دیکھا کہ اس میں تو خالص سونے کے ہار اور در یکتا سے زیادہ حسین تحریر لکھی ہوئی ہے۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان (رحمٰن نے قرآن کا علم سکھایا، انسان کو پیدا فرمایا اور اسے بیان سکھایا)۔ ذکر کیا ہے اور میں نے جانا کہ یہ دانائی سوائے غیوب کے کھلنے کے حاصل نہیں ہوئی اور نہ یہ کسی کو طاقت ہے اور نہ کوئی اس دروازے میں داخل ہو سکتا ہے۔ سوائے اللہ کا وہ بندہ کہ جس پر اللہ کی خاص عنایت ہو۔ وگرنہ تو کوئی شخص اس کتاب کی تعریف ہی نہیں کر سکتا اور کوئی بھی اس کی غایت تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس کے الفاظ فصیح المعانی اور اس کا متن اطراف سے بارش برسانے والا ہے۔

Marfat.com

اس کا جادو اثر انگیز، اس کا نشہ شیریں، اس کا باغ انوکھا اور اس کی گردش خوشبو بکھیرتی ہے۔

ان الفاظ کے کتنے ہی جادو ہیں کہ ان سے زبانوں کی شان بند ہو گئی اور جب یہ پھیلے ہوئے اقوال چمکے تو دل کے اندر جلاء پیدا ہوئی تو میں نے کہا اللہ اکبر! یہ ایسا جادو ہے کہ جو اثر انداز ہے یا ایسا باغ ہے کہ جس کے معانی کی حوروں کا حسن کم نہیں ہوتا۔ یا یہ ایسی جنت ہے کہ جس کی فضیلت قابل اعتماد ہے اور اس میں کمی نہیں ہے لیکن جب میں نے اپنے اس کلام کو دوبارہ دیکھا جو کہ میں نے اس کی تعریف میں لکھا ہے تو اپنے نفس پر اعتراف کیا اور اپنے نفس کو ایک جھڑکنے والے کی طرح برا بھلا کہا کہ تجھ پر ضروری ہے کہ تو خطابت کے منبروں سے گر جائے۔

کوئی بیان کرنے والا اس کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتا اور اگر کوئی ایسا ارادہ کرتا ہے تو یہ فضول ہے۔

له حق ولیس علیه حق　　ومهما قال فالحسن الجمیل

(اس کا حق ہے اور اس پر حق نہیں۔ جو کچھ کہا خوب کہا)

خدا کی قسم اس مصنّف نے کیا ہی خوب ترتیب دی ہے جو ادبا کی گردنوں سے اوپر ہے۔ اس کے الفاظ کی حلاوت سے حاسدوں کا جلنا بھی ذوق پلٹے گا۔ اگر لبید شاعر آج موجود ہوتا تو وہ مصنّف پر فدا ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے۔ میں خالق کائنات کا کلام پڑھتا ہوں: قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے ہاں عالم دین پیدا فرمایا۔ والصلاۃ والسلام علی من ھو للانبیاء والفتاح الختام وعلی آله الکرام وصحبه العظام ماعز رالحمام واذدان نور بکمام والحمد لله علی الودام والسلام!

Marfat.com

الشیخ العلامۃ عالم الشریعۃ الطاھرۃ الشیخ عبدالکریم القاضی قاھرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی حمد کے لائق نہیں اور صلاۃ وسلام ہو اس کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کی رسالت پر، رسالت ختم ہوتی ہے اور ان کی مبارک روشن آل پر کہ جن کو بلند و بالا شرف حاصل ہوا، اور ان کے اصحاب عالی وقار بلند رتبہ پر۔

(کہ بادلوں کے برسنے سے کلیوں کے دانتوں کا تبسم اور خاص منبروں پر فصیح خطیبوں کا ترنم)

جب میں نے اللہ کے ترکش کی طرف تیاری کی اور قضا کی تلوار لٹکا کر اس کی حمد پر کمر باندھی اور شرف وفضیلت کا جام بھرا بالخصوص امام الاوحد احمد کے واسطے (وسیلے) کا گلے میں ہار ڈالا اور اس کے ذریعے سفروں کی ظلمت دور کی۔

ایک گھر سے دوسرے گھر تک نسیم صبح کی طرح چلتی ہے حتیٰ کہ اس سے زمانہ روشن ہو گیا اور اس کی خوبصورت آب وہوا نے مصیبت کے سفر ختم کر دیئے۔ اور اس سے قاہرہ (شہر) مسکرانے لگا، اور اس سے اس کا سرور دوگنا ہو گیا۔ اور جانب غربی اس کے نور سے چمک اٹھی گویا کہ مغرب سے سورج چمکنے لگا ہے۔ اور میں نے اس کے دیدار کا سرمہ اپنی آنکھوں میں ڈالا اور میں نے مجالس کے لیے اس کو نظم میں پرو دیا۔ اور اس سے سماعت بھر گئی اور کان آنکھوں پر حسد کرنے لگے۔ اور ان کلمات کی ذات سے میرا گھر ایک پھول کی خوشبو سے معطر ہو گیا اور دوسرا عنبر کی خوشبو سے روشن ہو گیا اور میں نے ادب کا شاہکار جمع کر دیا ہے کہ جس سے نسبی بھائی چارہ قاصر تھا۔ پس یہ تو صرف نفح کا سفر اور راجح میزان ہے۔

Marfat.com

کیوں نہ ہو حالانکہ وہ (مصنّف) علم کی تحقیق وتقریر میں مردیگانہ ہے اور عبارات کے لکھنے اوران کی ترتیب وتزئین میں وہ بہت بڑا نقاد ہے اور مشکلات کے سمجھنے اور رموز کے حل کرنے کے لیے وہ روشن ذہن کا مالک ہے ۔ اور صائب الفکر ہے ۔

وہ ایسا عالم ہے کہ جو کچھ زمانے کے دامن میں تھا اور بحر زخار کے اس کی موجیں متلاطم اور اس کے فضائل خوب طغیانی پر ہیں ۔

وہ ایسا عالم ہے کہ زمانے نے جو کہ اس کے دامن میں ہے اور بحر ذخار کہ جس کی موجیں متلاطم اور فضائل خوب طغیانی میں ہیں نے اس اکیلے میں سب کچھ جمع کر دیا ہے ۔

اور علم کی مشکلات کے دروازے جو کہ بند تھے سب کھول دیئے ۔

اور ہر مشکل ترین مسئلہ سے آسانی سے استخراج کرنا کمال کے ساتھ عقلمندوں کے لیے یہ مرجع ہیں کہ جہاں کسی جامع سے علوم کے ابیات میں غلطی ہوئی اس کو اس کے ذریعے پکڑا جاسکتا ہے اور اس کے چاہنے والے کے لیے مباحث علمیہ کا پھل ہے کہ جس کی دیکھنے والوں نے خواہش کی ۔

طبع الامام علی الخلاف وفضله　　فی الناس مسئلة بغیر خلاف

(امام نے اختلاف پر مہر لگادی اور اس کی فضیلت ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں لوگوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں)

اس کے دیدار کے گھاٹ خطا کی گندگی کے مواقع سے پاک وصاف ہیں۔ اور اس کے افکار کے آفاق، اوہام کے بادلوں سے صاف ہیں ۔

اور بلاغت کے معجزات کو خوارق کے ساتھ لایا ۔

Marfat.com

تقریظ مولانا شیخ احمد بن محمد الغنیمی الخزرجی الانصاری رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس ذاتِ اقدس کے نام احد سے آغاز جس نے احمد کو کمالات میں مخصوص فرمایا جس سے بہرے گونگے حاسدین کا حسد شق ہوگیا اور انہیں اپنی بارگاہ سے وہ بلند مقام عطا فرمایا جو سب سے بالا ہے۔ صلوٰۃ وسلام اس ذات اقدس پر جو تمام جہانوں کی ممدوح ہے اور آپ کے آل واصحاب پر بھی۔

وبعد ـــ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے قاہرہ میں علم کی خدمت کی توفیق بخشی، مختلف اہلِ علم سے ربط وتعلق ہوا تو وہاں ایک ایسے عالم کی تحریرات سے آگاہی ہوئی جو فروع واصول میں نہایت ہی کامل تھے۔ میری مراد مولانا وسیدنا حافظ العصر نادرۃ الدہر العلامہ الفہامہ الاوحد احمد بن الشیخ محمد المقری المالکی ہیں۔ اس شخصیت کی وجہ سے مردہ روحوں کو زندگی ملتی ہے ـــ اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے دیارِ مصر میں زیادہ دیر مقیم رکھے تاکہ علم کے متلاشی اپنی پیاس کو ان سے استفادہ کی صورت میں بجھا سکیں۔ میرے علم میں ہے کہ انہوں نے وطن اور اولاد پر علم اور اہلِ علم کی مجالس کو ترجیح دے رکھی ہے ـــ جب میں ان کی کتاب "فتح المتعال فی مدح النعال" سے آگاہ ہوا جو انہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلینِ مقدس کے فضائل وبرکات پر لکھی ہے تو میں نے اسے حرفاً حرفاً پڑھا اور اسے ہزاروں مرتبہ چوما۔ واقعتہً یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے۔ میں تو اس کے مضامین اور معلومات پر خوش ہوں کہ ان سے مردہ دلوں کو روحانی بالیدگی

Marfat.com

نصیب ہوتی ہے۔ خدا کی قسم یہ مبداء فیاض کی رحمتوں میں سے خصوصی فیضان اور حصہ ہے۔ الغرض اس کتاب کی کوئی مثال نہیں۔ میں اللہ کی توفیق سے یہ حق وصواب ہی کہہ رہا ہوں۔ مصنّف مولائی، سیّدی احمد بن الشیخ محمد المقری المالکی پر اللہ تعالےٰ کی خصوصی عنایت ہے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وشیعتہ وحزبہ۔ آمین!

اس کتاب کا مصنّف بلاغت میں سحبان وائل سے مقدم ہے۔ اگرچہ زماناً مؤخر ہے۔ انہوں نے وہ کام کر دکھایا جو اوائل نہ کر سکے۔ یہ علم کا سرچشمہ ہیں جو انہوں نے پایا وہ دیگر علماء نہ پاسکے۔ انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نعلین کی خدمت کی جو توفیق نصیب ہوئی اس سے وہ فرقدین سے بلندتر ہوگئے ہیں۔ والحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

تقریظ شیخ تاج الدین بن احمد بن ابراہیم المالکی خادم العلم الشریف بالبلد الحرام المنیف والخطیب والامام بیت اللہ الحرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اُس اللہ کے لیے جس نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ورسالت کی صحت پر واضح کتاب نازل فرمائی۔ ایسے جوامع کلم سے نوازا کہ الفاظ مختصر مگر معانی کے ایسے سمندر جن کا کنارہ نہیں۔ اس پر بھی حمد وشکر کہ اس نے ہمارے دلوں کو اس کی تصدیق کی توفیق بخشی۔ میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے

Marfat.com

سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے، اس کا ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں، اس کی کوئی نظیر ومثال نہیں۔ یہ شہادت مجھے ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والی ہے۔ میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ سیّدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اور رسول ہیں آپ کی ذاتِ اقدس ہر جوتا پہننے والے اور ننگے پاؤں والے سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منتخب فرما کر اپنا خلیل وحبیب بنایا ہے۔ آپ پہ اور آپ کے آل واصحاب پر دائمی درود وسلام ہو۔

حمد وصلوۃ کے بعد ___

بندہ نے جب مصنف کی کتاب " فتح المتعال فی مدح النعال " کا مطالعہ کیا تو اسے نہایت ہی خوب پایا کیونکہ اس کا موضوع بہت ہی بلند وعظیم ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ مقدس ہیں۔ مصنّف اپنے دور کے بہت بڑے محقق اور مدقق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ ان کی اس عظیم محنت کو ثمر آور کرے۔

نوٹ!

اس کتاب کا عربی متن حضرت العلام مفتی غلام سرور قادری مؤسس جامعہ رضویہ لاہور کی زیرِ نگرانی مکتبہ اشاعۃ القرآن لاہور شائع کر رہا ہے!

Marfat.com